سلسلۂ مطبوعات کلیاتِ خسرو بہ سرپرستی اعلیحضرت حضور عالی مقام نظام [illegible] خلد اللہ ملکہ

كُنتُم أَعدَاءً فَأَلَّفَ بَينَ قُلُوبِكُم

نامِ این نامہ والا است قِران السعدین

کز بلندیش سعدین سپہرست قِران

مثنوی

قِران السعدین

حضرت امیر خسروؒ دہلوی

بہ تنقید

جناب خاں صاحب مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم میرٹھی

و بہ تمہید

مسٹر سید حسن برنی بی اے (علیگ) مہتمم دفتر کلیاتِ خسرو

و جنرل سپرنٹنڈنٹ صدر دفتر تکمیل مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ کالج میں طبع ہوئی ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۸ء

انتساب

یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب
اجازت اعلیٰحضرت بندگانِ عالی متعالی ہز اگزالٹڈ
ہائنس آصف جاہ مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ
نوّاب میر سر عثمان علی خاں بہادر
فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ ملکہ
وسلطانہ وادام اقبالہ کے نامِ نامی و اسمِ سامی
کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے

مثنوی

قران السعدین

مختصر فہرستِ مضامین

متن

تمہید

مثنوی قرانُ السعدینِ خسرو

نوشتۂ

سیّد حسن برنی بی اے

ایں سخنِ چند کہ بیخواست ست
شاعری نیست ہمہ راست ست

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

تمہید

قِران السعدین

صفحہ	مضمون
۵-۱	(۱) یادِ رفتگاں، اعتراف و شکریہ
۱	یادِ رفتگاں بسلسلۂ خسروی
۲	مولانا اسمٰعیل مرحوم کی خدمات متعلق سلسلۂ خسروی
″	مولانا کی ادبی خدمات
۳	مولانا کے مختصر حالات
″	مولانا کی تعلیمی خدمات
″	اعتراف و شکریہ بسلسلۂ ترتیبِ کلیات خسرو
۵	راقم کی مولانا سے ملاقات بسلسلۂ مذکورہ
″	قران السعدین کی تنقید مولانا کی اخیر تصنیف ہے
۴۰-۶	(۲) خسرو کی طبعزاد مثنویوں بالخصوص قران السعدین کی خصوصیات
۶	مثنویات خسرو کی دو قسمیں "اتباعی" اور "طبعزاد"
″	"اتباع" کے صحیح معنی
۷	طبعزاد مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی

مضمون	صفحہ
(ا) پہلی خصوصیت "تاریخی اہمیت"	
خسرو کی مثنویوں سے تاریخ ہند کے پنجاہ سالہ معتبر حالات دستیاب ہوتے ہیں	۸
قران السعدین کے تمام واقعات خسرو کے چشم دید ہیں	۹
اِن واقعات کے عینی مشاہدہ کے متعلق خسرو کے بیانات	″
(۱) خط از غرۃ الکمال مشتمل بر حالات روانگی و رسیدن بادوہ و کیفیت ہجر و مفارقت	۱۰
(۲) خط از اعجاز خسروی مشتمل بر حالات ملاقات کیقباد با پدر خود و ملاقات خسرو و شمس	۱۳
دبیر و اثیر در رفتن خسرو با ودھ	
مختصر حالات شمس دبیر و اثیر الدین	۲۰
(ب) دوسری خصوصیت "واقعیت"	
واقعیت کے معنی اور اُس کے دو پہلو، انتخاب جزئیات اور تفصیل کوائف	۲۲
قران السعدین میں واقعیت کا کمال	″
وصف نگاری کا واقعہ نگاری سے تعلق	۲۳
انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف کی مثال قران السعدین سے	″
مناظرِ فطرت کی مصوّری اسی خصوصیت کے تحت میں داخل ہے	۲۴
مثنوی قران السعدین میں مناظرِ فطرت کا بیان	″
(ج) تیسری خصوصیت "ادراکِ نفسانیات و حفظ و تفریق شخصیات"	
تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کو پورا کرنے کی آسانی اور دقت	۲۵
"وصف نگاری" اور "ادراکِ نفسانیات" درصل واقعیت کے خارجی اور داخلی پہلو ہیں	″
داخلی پہلو کو پورا کرنے کی دشواری اور خسرو کو اُس کا احساس	۲۶
قران السعدین کے اشخاصِ قصّہ	″

مضمون	صفحہ
کیقباد	۲۷
خسرو کی مثنویاں اس عہد کی تاریخ کا آئینہ ہیں	؍؍
قران السعدین کی غزلیات تیسری خصوصیت کے تحت میں داخل ہیں	؍؍
یہ غزلیات مجرد جذبات کے لباس میں تمام قصہ کو بیان کردیتی ہیں	۲۸
غزل پر لفظِ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہوسکتا ہے	۳۰
شاعری کی معیار پر قران السعدین کی غزلیات پوری اُترتی ہیں	؍؍
خسرو کی غزل سرائی خاص رنگ رکھتی ہے	؍؍
قران السعدین کی غزلیات اس مثنوی میں ایک پُرلطف تنوّع پیدا کردیتی ہیں	۳۱
(د) چوتھی خصوصیت "جدت"	
خسرو کی طبیعت جدت پسند اور طُرفہ آفرین تھی اور تقلید میں بھی حریتِ ذہنی کو برقرار رکھا گیا ہے	۳۱
مثنوی قران السعدین جدت کا نمونہ ہے	۳۲
جدتِ شاعری کا تعلق تخیل سے اور تخیل کی اہمیت	۳۳
خسرو کے تخیل کی کیفیت	؍؍
تخیل کی مثال مغلوں کی ہجو سے	؍؍
(ہ) پانچویں خصوصیت "تناسب"	
فنونِ لطیفہ میں تناسب کے معنی	۳۸
مثنوی میں تناسب قایم رکھنے کی دشواری	۳۹
قران السعدین اور تناسب	؍؍
(۳) **قران السعدین میں دہلی قدیم کے متعلق تاریخی معلومات**	۴۰-۵۱

مضمون	صفحہ
قران السعدین کے بعض نسخوں میں اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" کیوں لکھا پایا جاتا ہے	۴۰
دہلی کے متعلق معلومات	"
اس کا لقب "قبۃ الاسلام" تھا	"
شہر پہاڑی پر آباد تھا	"
دہلی کے تین حصار تھے	۴۱
قصر معزی واقع کیلوکھڑی	"
"شہرِ نو" (کیلوکھڑی) کی بنیاد کیقباد سے بہت پہلے پڑ چکی تھی	۴۴
دہلی کی عمارات	۴۵
مسجد جامع میں نو گنبد تھے اور "درون" کا سلسلہ غیر مسقف تھا	۴۶
منارۂ ماذنہ اور اس کے اوپر کے درجے کی کیفیت	۴۷
حوض سلطاں	"
مضافات دہلی	۴۹
سیری اس وقت سبزہ زار تھا	"
اندپت	"
تلپت	۵۰
بہاپور	"
افغان پور	"
دہلی اور مضافات دہلی کا نقشہ	مقابل صفحہ ۵۰
(۴) قران السعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین	۵۱-۵۵
قران السعدین میں کن تواریخ کا صراحت سے ذکر پایا جاتا ہے	۵۱

مضمون	صفحہ

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

اللہ اللہ! آج سے چار برس پہلے جب کلیات امیر خسروؒ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو ملک میں ابھی تک وہ بزرگ موجود تھے جو ماضی کو سمجھتے اور اُسے حال و مستقبل سے روشناس کر سکتے تھے۔ حالیؔ، شبلیؔ اور اسمٰعیلؔ اسی کاروانِ قدیم کے سالارِ راہ تھے۔ لیکن یہ قافلہ مرحلہ پیمائی کر چکا تھا، اور اُن کے نقوشِ قدم بہت جلد اُس منزل تک پہنچنے والے تھے جس سے آگے گم شدگانِ عدم کا سراغ نہیں لگتا۔ اُس زمانے میں مولٰنا حالی پیرانہ سالی سے معذور اور پا برکاب تھے۔ مولٰنا شبلی کا قلم ابھی تک ہاتھ سے نہ چھوٹا تھا، لیکن سیافِ اجل کمیں لگائے بیٹھا تھا۔ مولٰنا اسمٰعیل بھی اپنے دوسرے معاصرین کی طرح آفتابِ لبِ بام تھے۔ لیکن کمرِ ہمّت چست باندھکر منزلِ مقصود کی رہ پیمائی کے لیے آمادہ ہو گئے۔ گردشِ ارضی کے دو دو تین دَور وہ اس وادی میں مرحلہ پیما رہے۔ جب کہ منزلِ مقصود کے دُھندلے نشان

دکھائی دینے لگے تھے اور اُمید کی شعاعیں کوشش کے راستہ کو منوّر کر رہی تھیں، یکایک داعیِ اجل نمودار ہوا، اور مولانا لبّیک کہکر اپنے ساتھیوں سے، جو کسی قدر پہلے روانہ ہو چکے تھے، جا ملے ؎

مجلسِ یاراں پریشاں شد زبادِ تُندِ دہر ✿ برگ ریزی گوئی اندر گلستاں آمدپدید

سلسلۂ خسروی میں "حیات" کا قرعہ مولانا کے نام ڈالا گیا تھا، بعد میں مثنوی قران السّعدین بھی اُن کے سپرد ہوئی۔ اُن کی عمر کی آخری ڈھائی برس اسی علمی مشغلہ میں گذرے۔ اِس مدّت میں قران السّعدین پر مکمّل تنقید لکھی، حیاتِ خسروی کے لیے بہت سا مواد جمع کیا اور سوانح عمری کے چند اجزا ترتیب دے لیے جن میں معزالدین کیقباد کے اخیر عہد (۶۸۹ھ) تک خسرو کے حالات درج ہیں۔ افسوس قضا نے اتنی مہلت نہ دی کہ یہ عظیم الشان علمی منصوبہ مولانا کے ہاتھوں سر انجام پا جاتا۔ یکم نومبر ۱۹۱۷ء کو سہ پہر کے وقت پچھتر برس کی عمر میں چند روزہ علالت کے بعد اُن کا انتقال ہو گیا۔

مولانا اسمٰعیل ہمارے لٹریچر کے اُن معدودے چند مربیوں میں سے ہیں جن کا نام شہرتِ عام حاصل کر چکا ہے، اور کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ وہ نثر و نظم دونوں میں ملک کے چند بہترین اہلِ قلم میں شمار ہوتے تھے۔ بچّوں کے لیے اُن کا تصنیف کیا ہوا درسیات کا سلسلہ آج تک بے مثل مانا جاتا ہے، اور اُن کی اخلاقی اور نیچرل نظمیں قبولیتِ عامّہ حاصل کر چکی ہیں، اور گھر گھر پھیلی ہوئی ہیں۔

مولٰنا کی زندگی ملک کے سامنے ایک قابلِ قدر نمونہ پیش کرتی ہے۔ وہ ۱۲ نومبر ۱۸۴۴ء کو میرٹھ کے ایک گاؤں میں جس کا "لاوڑ" نام تھا پیدا ہوئے تھے۔ ۱۶ برس کی عمر میں ہی فکرِ معاش دامنگیر ہو گئی۔ سر رشتہ تعلیم میں نہایت قلیل تنخواہ پر نوکری اختیار کی۔ لیکن خداداد قابلیت نے اپنے لیے راستہ نکال لیا۔ اواخر ۱۸۹۹ء میں جب اُنھوں نے پنشن لی تو وہ نارمل اسکول آگرہ میں ہیڈ مولوی تھے۔ اپنے قلم کی بدولت اُنھوں نے دنیا کی ثروت اور عزت حاصل کی۔ اُن کی کتبِ درسیہ جو اُردو مدارس میں عرصہ تک داخلِ نصاب رہیں، لاکھوں کی تعداد میں نکلیں، اور اب تک رائج ہیں۔ گورنمنٹ نے اُن کے تعلیمی خدمات کے اعتراف میں "خاں صاحب" کا خطاب دیا جس سے زیادہ مناسب اُن کے لیے "شمس العلما" کا خطاب ہو سکتا تھا۔

وہ تعلیم کے خاص طور پر دلدادہ تھے، اور "قلمے، قدمے، درمے" ہر طرح اپنی زندگی علم اور اشاعتِ تعلیم کے لیے وقف کر دی تھی۔ اُن کی یہ تعلیمی خدمت بھی خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مسلمانانِ میرٹھ میں (جہاں اُنھوں نے سکونت اختیار کر لی تھی) تعلیم نسواں نے اُنھیں کی مساعیِ جمیلہ سے ترقی حاصل کی۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں اُن کی تحریک سے مدارسِ نسواں کا افتتاح ہوا، جن کی نگرانی اُنھوں نے اپنے ذمے لی، اور اخیر تک نہایت تندہی سے اُسے انجام دیتے رہے۔ علاوہ ازیں وہ ہر قسم کی مفیدِ عام تحریکوں میں حصہ لینے کی کوشش کرتے تھے۔

وابستگانِ سلسلۂ خسروی پر اُن کا بہت بڑا احسان ہے، اور اُن کی خدمات

پورے طور پر اعترافِ خاص اور اظہارِ شکریہ کی مستحق ہیں۔ اُنھوں نے ابتداءً یہ علمی کام، فخرِ ملک و ملت اور شیدائے علم و فن نواب حاجی محمد اسحٰق خاں صاحب بہادر آنریری سکریٹری مدرسۃ العلوم کی فرمایش سے مخلصانہ تعلقات کی بنا پر قبول فرمایا تھا۔ آغازِ کار کے بعد مولٰنا کو اس مشغلہ سے ایسا عشق پیدا ہو گیا تھا کہ اخیر تک وہ اسی میں منہمک رہے۔

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ فرمایشی کام (خواہ اُس کی کوئی نوعیت ہو) لوگوں پر بار ہوتا ہے لیکن مولٰنا کی حالت اس کے بالکل برعکس تھی۔ اُن کے شغف کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اکثر ایّامِ علالت میں بھی وہ بستر پر لیٹے لیٹے کچھ نہ کچھ خسرو کا کام کرتے رہتے تھے۔ سلسلۂ خسروی میں اُنھوں نے اپنا تمام قیمتی وقت بغیر کسی قسم کا معاوضہ قبول کیے صرف کیا، اور جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دُنیا میں بہت کم لوگ ایسا استغنا دکھا سکتے ہیں تو مولٰنا کا ایثار خاص طور پر ہمارے دل میں اُن کی وقعت پیدا کر دیتا ہے۔

راقمِ آثم کو کئی دفعہ "خسرو" کے سلسلہ میں مولٰنا مرحوم کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ اُن سے مل کر سچی روحانی خوشی ہوتی تھی، اور اُن کے بزرگانہ اخلاق اور علم و فضل کا دل پر گہرا اثر پڑتا تھا۔ خسرو کے ساتھ تعلقِ خاطر بہت بڑھ گیا تھا۔ خسرو کا کلام نہایت ذوق و شوق کے ساتھ سناتے تھے۔ ایک مرتبہ فرماتے تھے "خسرو عجیب و غریب شخص تھے۔ سچ یہ ہے کہ اِس سے پہلے ہم اُنھیں اتنا بڑا نہ جانتے تھے، لیکن اب جو تفصیل کے ساتھ اُن کے کلام کو دیکھنے کا موقع ملا تو معلوم ہوا کہ وہ کیا تھے"۔ ایک دفعہ وسط الحیٰوۃ سے "خان شہید" کے مرثیہ کے کچھ بند سنائے اور اس بے مثل ترجیع بند کی

خاص تعریف کی۔ مرثیہ کا ایک بیت بہت پسند تھا جسے کئی کئی دفعہ پڑھکر سنایا ؎

"کشتگاں اُفتادہ در اطرافِ آں صحرای سبز   ہمچو صورتہا کہ در دیباے اخضر بافتند"

ایک مرتبہ فرماتے تھے کہ" امیر کے کلام میں صنایع بدایع بہت ہیں۔ اس میں شبہہ نہیں کہ ان تکلفات سے دوسروں کی شاعری پر بُرا اثر پڑجاتا ہی، لیکن خسرو کے یہاں اکثر اسقدر بے تکلّف اور بامزہ ہیں کہ اُن کی وجہ سے لطفِ شاعری بڑھ جاتا ہی" مثال کے طور پر قِران السّعدین سے یہ شعر پڑھا اور کئی دفعہ دُہرایا ؎

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر   (صفحہ ۸۴)

قران السّعدین کی تنقید جو مثنوی مذکور کے ساتھ اس وقت ناظرین کی خدمت میں پیش ہی مولٰنا اسمٰعیل مرحوم کی اخیر مکمّل تصنیف ہی۔ اس کے لکھنے میں مولٰنا نے پوری جانکاہی سے کام لیا ہی۔ اُن کی تحریر سلیس اور خالص اُردو کا بہترین نمونہ ہوتی ہے۔ زبان شستہ اور خیالات سلجھے ہوئے ہوتے ہیں۔ طول کلام سے وہ ہمیشہ بچتے ہیں لیکن اختصار کے ساتھ کہنے کے قابل جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ سب بیان کردیتے ہیں یہ سب خوبیاں اس تنقید میں موجود ہیں جو ناظرین کے سامنے ہی۔

اس تنقید کے بعد قِران السّعدین پر کسی مزید تبصرہ کی گنجایش نہیں ہی۔ البتہ اِس مثنوی کے متعلق محض ضمناً چند متفرق امور بیان کیے جاتے ہیں جن سے یا تو تنقید کے بعض ضروری نکات کی توضیح و تنقیح مقصود ہی یا اس مثنوی کے بعض تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالنا مرکوز ہی۔

(۲)

خسرو نے جس قدر مثنویاں لکھی ہیں ان کی دو جداگانہ قسمیں قرار دی جاسکتی ہیں اوّل وہ مثنویاں جو اتباعاً لکھی گئی ہیں۔ دوم وہ مثنویاں جو طبع زاد ہیں۔ پہلی قسم میں خمسہ کی پانچوں مثنویاں ہیں جن میں خمسۂ نظامی کا تتبع کیا ہے۔ دوسری قسم میں متعدد چھوٹی چھوٹی مثنویاں اور قران السعدین، عشیقہ، نہ سپہر، اور تغلقنامہ داخل ہیں۔

مثنوی نگاری میں خسرو نے جابجا اپنے آپ کو نظامی کا متّبع بتایا ہے۔ اس اتباع کی دو حیثیتیں ہیں جن میں فرق کرنا ضروری ہے۔ ایک اتباع وہ ہے جو خمسے میں کیا ہے۔ یعنی نظامی کی پانچوں مثنویوں کے جواب لکھے ہیں۔ دوسرا اتباع اس سے بالکل جدا ہے جو محض زمانی حیثیت سے اُن پر عاید ہوتا ہے۔ ارتقائے تمدّن کے دوسرے شعبوں کی طرح لٹریچر کی تاریخ میں ہر پیچھے آنے والا پہلے آنے والوں کا پیرو ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے مثنوی میں خسرو نظامی کے ایسے ہی تبع ہیں جیسے نظامی فردوسی کے یا فردوسی دقیقی کے متبع تھے۔ اس اتباع سے خسرو کی "شخصیّت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثنوی نگاری میں اُن کی ذاتی خصوصیات کافی طور پر نمایاں ہیں اور غور کرنے سے صاف نظر آجاتی ہیں اور اُن کی شاعری کو نظامی (یا کسی دوسرے مثنوی نگار) سے اسی طرح بیّن طور پر متمائز کر دیتی ہیں جس طرح نظامی کی خصوصیات اُن کی شاعری کو فردوسی یا سعدی سے جدا کرتی ہیں۔ یہ خصوصیات خسرو کی طبع زاد مثنویوں میں بدرجہ غایت غالب ہیں۔ اسی وجہ سے طبع زاد مثنویوں کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ یہاں پر ان کا اتباع

فی الحقیقت محض اُس قسم کا اتباع ہی جو متقدمین کے مقابلہ میں متاخرین پر تاریخی حیثیت سے ہمیشہ عاید کیا جاتا ہی۔

اِس بحث کو زیادہ پھیلانے کا موقع نہیں ہی۔ قران السعدین (جو بڑی مثنویوں میں سب سے پہلی طبعزاد مثنوی ہی اور جو خمسے سے دس بارہ برس پہلے لکھی گئی تھی) اس وقت ہمارے سامنے موجود ہی۔ یہ مثنوی فارسی لٹریچر میں اپنا جواب نہیں رکھتی اور اپنے رنگ میں بالکل انوکھی کتاب ہی۔ اس مثنوی کے لیے خسرو کے سامنے کوئی نمونہ موجود نہ تھا، اور ہمارے علم میں خسرو کے بعد اس کا جواب نہیں لکھا گیا۔ اگر لکھا گیا ہو تو وہ ایسا ہی جسے کوئی نہیں جانتا۔

---

۵ منیر نے ایک چھوٹی سی مثنوی درصفت بنگالہ لکھی ہی جس میں وصف نگاری کا التزام کیا ہی جو بلاشبہ خسرو کا اتباع ہی۔ لیکن یہ مثنوی قران السعدین کے جواب میں نہیں لکھی گئی ہی، اور نہ بجز وصف نگاری کے خسرو کی مثنوی کے ساتھ اس میں کوئی مشابہت پائی جاتی ہی۔ مثلاً کشتی کی تعریف میں منیر نے بھی چند اشعار لکھے ہیں جو بغرض دلچسپی ناظرین درج ذیل کئے جاتے ہیں:

نہ کشتی بل کمانِ دل نشینے + بہر گوشہ در وچلہ گزینے + ندانم تیر او چوں می کند کار + کہ نے پیکانش کس دیدہ نہ سوفار + کمانش گفتم والحق ہمانست + سیہ ملاح او زاغ کمانست + اگر سہراب باشد ور بہیمن + نیارد ایں کماں تنہا کشیدن + نہ آنست ایں کماں تنہا ایں کماں ہے + ولی ہرگز نہ شد شایستہ زہ + گراندیشہ امن و امان ست + کہ طوفاں چاشنی ایں کمان ست + بود چنگے کنارِ آب جایش + زفیض رود ہا سازِ نوایش + مگر زیں چنگ رہا گشتہ خوشحال + کہ کف برکف زند ہر دم چو قوال + ازاں مانند بچنگِ نغمہ پرداز + کہ باشد باد بانش پردہ ساز + شبیہہِ او ہمہ از چنگ جویند + ولیکن اہلِ ہندش ناؤ گویند + بود پیرِ کہن سالیش زیاست + زشوقِ آب جانش ناشکیباست + محاسن از قطاس گشتہ پیدا + بر وہم پیر وہم برناست شیدا + بروں آورد ریشِ دلپسندی + بچندیں گوسہ ادر ریش خندی + کند با موج بحر آہنگِ آشوب + ترا شد دست و پای خویش از چوب + بیاید تا سراغِ آشنا ئی + زند ہر دم بدریا دست و پائے + گزارش تا سوِ آب اوفتادہ + عنانِ خود بدست باد داد ن + دمادم علمِ دریا کردہ تکرار + معلم تختہ او شستہ صد بار + پرستارش برغمِ چرخِ پیر + پزد ہر لحظہ سودائے ہریسہ + نمیدانم چہ بیماریش دیدند + کہ آلش از شکم بیروں کشیدند + بود او را سبک رفتاری ازمن + رود درہ با ہزاراں پائے چوبیں + سبک پا نیست بارِ او گرانست + ولی پایش بدستِ دیگرانست + ازاں دریا بہ او سر کردہ آشوب + کہ دریا را گرفتہ در تہ چوب

ہم یہاں مختصر طور پر خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی خصوصیات بیان کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کے ضمن میں قران السّعدین پر بالتخصیص نظر ڈالینگے۔ اس کو پڑھتے وقت یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ان خصوصیات میں سے بعض جُدا جُدا دوسرے شاعروں کے یہاں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن ان کا اجتماع جس طرح خسرو کے یہاں ہوا ہے دوسری جگہ نہیں ہے۔

سب سے پہلی خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ تقریباً تمام تاریخی مثنویاں ہیں۔ اِن مثنویوں کی بنیاد واقعات پر ہی۔ محض شاعرانہ خیال آفرینی پر نہیں ہی۔ عشیقہ حُسن و عشق کی ایک سچّی اور دردناک داستان ہی جس میں عہد علائی اور مابعد کے مُستند تاریخی حالات درج ہیں۔ نہ سپہر میں علاء الدین کے رنگیلے جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تخت نشینی کے بعد کے مُفصّل واقعات ہیں جو اُس عہد کی کسی دوسری تاریخ میں نہیں ملسکتے تغلقنامہ میں خلجیوں کی بربادی اور تغلقوں کی سریر آرائی کی پوری داستان ہی۔ وسط الحیوٰۃ میں بلبن کے عہد کی مثنویاں ہیں جن میں طغرل پر فوج کشی اور بلبن کے بڑے بیٹے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷)

بگلاے دو سوئے او سیاہاں
نشستہ چوں دو سوے چشم مژگاں

قران السّعدین میں صفتِ کشتی کے اشعار صفحہ ۱۴۰ تا صفحہ ۱۴۸ کو ان اشعار سے مقابلہ کر کے دیکھو زمین آسمان کا فرق نظر آے گا۔ . . . . ہندوستان میں کشتی سال کی لکڑی سے بنائی جاتی ہی۔ اس کو خسرو نے کس خوبی کے ساتھ بیان کیا ہی ؎ ماہِ نوے کاصلِ وے از سال خاست + گشت یکے ماہ بدہ سال راست۔ اس کے مقابل ہیر کا شعر ہی ؎ بود پیرہن سالیش زیباست + زشوقِ آب جانش ناشکیباست۔ اس شعر میں مصرعِ اولی اور مصرعۂ ثانی میں کوئی خاص ربط نظر نہیں آتا علاوہ ازیں سال کا لفظ بالکل بھرتی معلوم ہوتا ہی وہ لطافت و موزونیت کہاں جو خسرو کے شعر میں اس لفظ سے پیدا ہو گئی ہی جس کے لطف نے جامی کو عرصہ تک سرگرداں رکھا تھا۔ اس کا ذکر آگے آتا ہی۔

سلطان محمد (سلطان شہید) کے غزوات درج ہیں۔ غرۃ الکمال میں جلال الدین خلجی کی فتوحات کی تاریخ ہے۔

چھوٹی مثنویوں کو بھی اگر شمار کیا جائے تو عہد بلبنی سے لے کر خاندانِ تغلق کے آغاز تک تقریباً پچاس برس کی ہندوستان کی مسلسل تاریخ امیر خسرو کی مثنویوں سے مرتب ہو سکتی ہے جو سند اور اعتبار کے لحاظ سے اس عہد کے متعلق قطعاً بے مثل ہے۔ یہ مثنویاں اُنھیں ایام میں تصنیف ہوئی ہیں جب کہ وہ واقعات پیش آئے جو ان مثنویوں میں درج ہیں، اور بیشتر واقعات خود خسرو کی چشم دید ہیں، جن کے دربارِ دہلی سے ذاتی اور خاندانی تعلقات ابتدا ہی سے اسقدر گہرے تھے۔

قران السعدین میں جو واقعات درج ہیں وہ تمامتر خسرو کے چشم دید ہیں۔ جس وقت کیقباد کا لشکر دہلی سے چلا ہے خسرو بھی اُس کے ہمراہ تھے اور باپ اور بیٹے کی ملاقات کے وقت بھی وہ موجود تھے۔

مولٰنا اسمٰعیل صاحب مرحوم نے بدایونی کی طرح خسرو کے ایک قصیدے سے کیقباد اور ناصر الدین کی ملاقات کے وقت خسرو کی موجودگی کا قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس بالکل صحیح ہے، اور اس کے متعلق خسرو کے دوسرے بیانات صراحت کے ساتھ موجود ہیں۔ دیوان غرۃ الکمال میں اپنے بھائی تاج الدین کے نام ایک خط ہے جس میں اُنھوں نے لشکرِ شاہی کے ساتھ دہلی سے روانہ ہونے اور اپنے اَوَدھ پہنچنے کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ اعجازِ خسروی میں ایک اور خط ہے جس میں کیقباد اور ناصر الدین محمود کی

ملاقات اور اس موقع کے متعلق اپنے ذاتی حالات لکھے ہیں۔ چونکہ ان دونوں خطوں کا قران السّعدین سے براہِ راست تعلّق ہے اور بعض جزئیات پر ان سے روشنی پڑتی ہے اس لیے ان دونوں خطوں سے ضروری مقامات نقل کیے جاتے ہیں۔

تاج الدین زاہد کے نام

(از غرۃ الکمال)

خوانند ز من خراب سینہ　　خسرو نہ کہ بندۂ کمینہ

می گوید و می نہد شغبناک　　چوں قطرۂ اشک روے بر خاک

کان روز کہ گشتم از برت دور　　ق　محروم شدم چو سایہ از نور

بر عزمِ سفر عناں کشادم　　خونابہ ز دیدگاں کشادم

با لشکرِ شاہ کوچ بر کوچ　　در گریہ ہمی شدم بہر کوچ

تا بعد دو ماہ از رہِ دور　　آمد باودھ سپاہِ منصور

سلطاں نظرے بلطف بکشاد　　و اقطاعِ اودھ بخانِ ما داد

شد شہر اَوَدھ حوالۂ خاں　　شد دہرِ ابد نوالۂ جاں

با آں کہ نداشتم صبوری　　اُفتاد سکونتم ضروری

اس کے بعد شہر اَوَدھ کی تعریف اور ملک امتیاز الدین علی بن ایبک (حاتم خاں)، کی توجہات کا ذکر ہے۔

ہر دم نظرے تربیت نو　　از چشم کرم بکارِ خسرو

آخر میں دردِ فراق کا اظہار اور عزیزوں دوستوں اور دارالسلطنت کی یاد ہے۔

لیک از غمِ دوریت چنانم　　کز تن بلب آمدست جانم

شبہا من و دل بغم نوازی　　با یادِ تو در خیال بازی

دل سوختہ چون چراغ گشتہ　　صد جائے درونہ داغ گشتہ

دردے و ہزار آہِ جانسوز　　آہے و ہزار تیرِ دلدوز

دل رفتہ و تن بخاک ماندہ　　جاں بر شرفِ ہلاک ماندہ

با آں کہ ازیں ولایت خوش　　یارے دو سہ اند نغز و دلکش

*

از حالتِ من در آرزویت　　عاشق شدہ ہمچو من بر ویت

با من ہمہ انست شب و روز　　دل سوختہ را قناعت آموز

نے قاصدِ تو رسد بسویم　　نے باد رساند از تو بویم

کو آں بوفا ہم نشستن　　دل در طرب و نشاط بستن

گہ دادنِ درِّ نظم چوں نوش　　از درجِ دہن بحلقۂ گوش

گاہے بدیہۂ دل آویز　　سفتن گہرے بخامۂ تیز

گاہے غزلے جواب گفتن　　گاہے سخنِ شراب گفتن

گہ جام نشاط نوش کردن　　گہ زخمۂ تر بگوش کردن

گہ کردن گشت سوے بستان　　گاہے بطوافِ حوضِ سلطان

ہر شب منم و دلے و دردے　　غم را بدو چشم آب خوردے

شب روز کنم ز آهِ جانسوز — زین گونه بود شبِ مرا روز

یکشب من و دل چراغ در پیش — جانے بهزار داغ در پیش

بودیم بهم بگفت و گویت — محرم نه کسے جز آرزویت

گفتم که ازین اسیر بیداد — یاد آیدت یا نیایدت یاد

تا حال بدانیم که چونم — وز دیده چگونه غرقِ خونم

روشن کندت زبانِ خامه — حالِ من ازین فراق نامه

ماهِ رجب و شبِ سه شنبه — یک هفته حساب رفته بر نه

تاریخ ز هجرت ار کنم یاد — بر ششصد و هفت بود و هشتاد

غدار شبے ز ابر تاریک — بارنده بقطرهاے باریک

عین برشگال وقتِ باران — خیمه زده ابر را سواران

بکشاده بناله رعد را کام — بُرده دهلِ خروش بر بام

می گفت ترانه ابرِ سرمست — بود آب برقص و برق می جست

باران بهوا بقطره سازی — قطره بزمین بحلقه بازی

گریه ز من و ز ابر هم یاد — بیرون و درون خانه نم باد

تا وقتِ سحر قلم در انگشت — در تاریکی همی زده مشت

چون نیست تکلفے بدردم — در نامه تکلفے نکردم

صنعت بسخن نکردم آغاز — تا قصه نماند از غرض باز

چوں رنگ پذیر شد مقالت صنعت بود آں نہ حسب حالت

یک بیت ز گفتۂ نظامی تضمین کنم اندریں تمامی

کارائش کردنی ز حد بیش رخسارۂ قصہ را کند ریش

یہ خط سہ شنبہ ۱۶ رجب ۶۸۷ھ کا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لشکر شاہی دو مہینے کے سفر کے بعد اودھ پہنچا۔ جس وقت بادشاہ اپنے باپ سے مل کر دہلی کو واپس ہوا ہے، برسات کا موسم تھا، اودھ پہنچنے پر اغلباً اپنے بھائی کے نام ان کا یہ پہلا خط ہے۔ خسرو محبت و الفت کا مجسمہ تھے قدرت نے انھیں درد و سوز کی غیر معمولی مقدار عطا فرمائی تھی۔ عزیزوں اور وطن کی محبت نے انھیں زیادہ دن اودھ میں نہیں رہنے دیا اور اس خط کے لکھنے سے تین چار مہینے بعد ہی وہ اودھ سے روانہ ہو کر ذوالقعدہ ۶۸۷ھ میں دہلی پہنچ گئے۔ اس کی تفصیل آگے آئیگی۔

بنام "خداوند و برادرم..... نجم الملۃ والدین"

(از اعجازِ خسروی رسالۂ خامس)

دوستدارِ یگانہ خسروِ سلطانی . . . . برآں رائے انور . . . . مصوّر می گرداند کہ . . . . . خداوند ملک ملوک الشرق و قطب ارکان الممالک اختیار الحق والدین . . . . . علی ایبک سلطانی..... از اوجِ ارتفاع بچشم سعادت درکارِ بندہ ناظر ست ولیکن دلِ بندہ کہ از تافتگیِ آفتابِ فراق در ہوائے

دوستان ذرّہ ذرّہ شدہ است۔ نہ در آسمان ستستے در زمیں۔

..... مقرو، آں ضمیر مستنیر می گرداند کہ اندرانچہ سلطان مشرق ناصرالدین

والدنیا... ازمقامِ محمود چوں نیرِاعظم برعزمِ کشورکشائی تیغ زناں راہ قطع

کردہ باقطاعِ اَوَدھ در رسید ہلالِ رایتش در آبِ سرو چوں ماہ از برجِ سرطان

رویت نمود...... وازیں جانب سایۂ عنایت پروردگار جہانگیر مشرق و مغرب

معزالدنیا والدین کیقباد..... چترِ خورشید تابِ ظلِ الٰہی راہم برلبِ آب

مذکور چوں آفتاب در خانۂ ماہی مستقیم گردانید۔

آں چہ لشکر بود کز جنبیدنش | زلزلہ در چار ارکان در گرفت
لرزۂ بیرق زبندِ نیزہا | گوئی آتش در نیستاں در گرفت
پائے در گِل ماند خیل آسماں | گرد کاندر چرخِ گرداں در گرفت

روزِ اوّل ایں دو بحر زاخر بوجہِ توجہ اگرچہ آئینۂ آب درمیان بود مواجہہ نمودند۔

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔ روزِ دیگر قران السعدین و اجتماع

نیرین گردشِ دوراں را ارزانی داشتند، و برہان جمع الشمس و القمر بر عالمیاں

مبرہن و مبین گردانیدند۔ شبہ نیست کہ بواسطۂ مباینت بینہما دیدار قیامتے افتادہ

بود۔ و قیامت ایں بود کہ رویتِ آخرت ہم بلقیہ اولی درحساب آمد۔ مگر یوم النشور

بود کہ آں دو آسمانِ رفعت آیتِ اذا الکواکب انتثرت باقلامِ جاریۂ مژگاں بر

صفحات وجنات می نگاشتند و جمہور خلایق بدیں باعثہ دراں محشر حشر کردہ دراں

عرصات می گشتند۔

ناگاہ ذاتِ منورِ شمس الدین دبیر نور اللہ الی یوم الدین چون آفتاب قیامت بر سرِ این ذرہ آمد طلعت الشمس کشمس الطلعہ از گرمی آں مہر بر خود بسوختم و خونم از حرارتِ درونی بیروں جوشید۔ از احتراق طاقتِ آن نداشتم کہ سوئے او توانم دید۔ مع ہذا چشم بجالش تیز کردم۔ آب در چشم من بگشت۔

آب در چشم بگرد د چو بینی خورشید خاصہ خورشیدے کش خانہ بود اندر چشم

دیدم کہ از عفونتِ ہوائے ہندوستان آں چشم بر آب خود نماندہ بود، بلکہ آفتاب مرا بدید و از جائے خود برفت۔ بحیلہ بسیار بجالش آوردم۔ لحتی ثبکایت از دورانِ روزگار در میان آوردم کہ شیوۂ آبای علوی و امہات سفلی است کہ ابنائے جنس اخوانِ انس را چوں بنات النعش از ہمدیگر متفرق و متغرب می دارد۔ قدرے از قدرِ اقتدارِ خویشن بزبانِ حال لا بلسان المقال بلبابے ہر چہ پوشیدہ تر کشف می کرد کہ در چہ از انچہ بود عالی شدہ بود، و از برآمدِ دولتِ خویش الشمس لا یخفٰی فی کلِّ مکان گشتہ رفعہ اللہ فی مشارق الارض و مغاربہا۔ ہر یک از اصحاب را یاد کرد، علی العموم می کرد، علی الخصوص آں نجم ثاقب را۔

بگریہ گفت کہ آمد بسے ستارہ بچشم
ستارہ کہ مرا باید آں بچشم نیامد

آں روز بوقتِ غروب بمقامِ خویش باز گشت۔

روز دیگر ہوائے اثیر الدین محمد محمد آثاره از بس کہ اثیر حرقت در باطن
ایں سوختہ ظاہر شدہ بود خویشتن را در آب زدم دگذانہ عزم گذارا کردم
حالے کہ ایں خاکے از آب بگذشت سراسیمہ وار در ہوائے اثیرِ مُعلّق بَیْنَ
السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ می رفت تا باثیر رسید۔ چوں باراں محیط آتش طبیعت
گرم ہنگامِ نمازِ خفتن نبود، بہ تعجب می گفت ؎

ایں توئی یا بخواب می بینم
کہ بشب آفتاب می بینم

شبا روزے بدیدار آں عزیز شب را بروز و روز را بشب آوردہ شد ؎

خجستہ روزے کاید بشب بدی عزیزاں
پس از ہزار شب و سہ ہزار روز جدائی

الغرض روز سوم ہم از بامداد ملک الآفاق شمس الدین عزیمت کشتی کرد و
بندہ خسرو کہ قایم مقام تیر ست دراں کشتی با قامت بندگی راست بایستاد ؎

گرد بر چشم خیالِ یار من کشتی رواں
آفتابے بود کاں بر روئے دریا می گزشت

شک نیست کہ آں فراتِ جیحوں موج از بحر بالاتر بود، بلکہ از بحر می گزشت و بحر را
کہ خراج گذارِ جود اوست از جود او غیرت بحاصل می آمد۔ فی الحاصل نزدیک

چو تره تابشی که در رفعت سر بفلکِ فلک می رسانید، برسید و پرسید تا کشتی را بر لبِ آب بر کنار اُمیدِ آشنایان با یستانند - تا مگر آشنائے بر روئے آب می آید که آشنائی آشنائے گزشته بر آب خویش باز آورد - و بیشتر سے راندن کشتی از برائے آں نجم علا بود - چوں زمانے بر آمد و بعد از زمانے چوں ستارۂ مقصود بر نیامد می گفت ؎

چگونه رانم کشتی ستاره پیدا نیست
مگر ستاره نهاں شد درابرِ دیدۂ من

از هنگامِ طلوعِ آفتاب تا زوالِ نهار بر کرانۂ نهر آں مردم دیده را چشم می داشت و از کواکبِ مراد عکسے هم در آب نمی دید ؎

آرے نتواں ستاره دیدن در روز

بر روئے من بارقه از مهر بارقتِ تمام روشن می کرد و در معاینۂ ایں سرودِ معاینه می گفت ؎

من که شمسم همه تن مهر شدم از سرِ سوز
ذوقِ آں دست نهاں مانده چو سیارۂ مهر

بعد از انتظارِ بسیار بنده را وداع کرد و آیت العود خیر برخواند - و دیوانِ خاص که نظمش از نثره و شعرے سخن میگوید یادگار بکاتب سپرد، و خود بمقر دولت رسانید، و نادیدنِ آں عزیز را بر تقدیر خدائے علیم حواله کرد -

وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ، بنده باتقلبِ کبیر

وقلبِ بے سکون ازاں میثاق بوثاق آمد.......

تمامت روز دریں تحیّری بودم کہ یارب اگر مجلسِ شمسی آں نجم علا بچشم آمدی نوراً علیٰ نور بودے۔

روزِ دیگر بدرِ منیر مملکت را از حضیضِ مشرق باوجِ ارتفاع رجعت افتاده داه اعلامِ اعلیٰ بر سمتِ دار الملکِ جلال منزل بمنزل بر طریقے سریع السیر گشت کہ در ہیچ منزل با آں نجم مقابلہ سعادت میسر نگشت کہ سوختگیِ شمس وانیر دیدہ بر روئے آب آوردے ؎

سوزے کہ بسینہ دارم آخر روزے
در خدمتِ تو بروئے آب آرد چشم

ہم در اثنای راه مخدومِ بنده بمنزلتِ اقطاعِ اوده شرفِ دست بوسی یافت بنده کہ چوں عطارد در شعاعِ آں آفتاب ست نتوانست کہ بخانہ خویش راجع شود ضرورت باستقامت آں طرف رضا داد۔ ملکِ بے مثال بطلبِ مثالِ ولایت بر موافقت رکابِ فرقد سائے اعلیٰ منطقۂ جوزا بر میان بست و در ظلِ ظلیل ہمائے ہمایونِ چتر کہ نسرِ طائر سایہ نشینِ اوست، طیراں نمود۔ و بنده را کہ بلبلِ حدیقۂ حداثت ست باز گردانید۔ باشارت رائے مختار اختیارے از اتصالات کوکبۂ اصحاب لشکر نقلِ ضروری اختیارے افتاد و بہ ظلمتِ ہندوستان کہ اقلیمِ زحل ست ہبوط کرده شد۔

موسمِ باراں بود وچشمۂ خورشید با سرطان آشنائی درآمد و سرطان منقلب آبی گشتہ۔ درعینِ باران و بارانِ عین چوں آبِ سرو بجانب اودھ واں گردہ شد

ابری بارد و من می شوم از یار جدا + چوں کنم دل بچنیں وقت ز دلدار جدا
ابر و باران و من و یار ستادہ بوداع + من جدا گریہ کناں ابر جدا یار جدا

باران آیتِ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بآہنگِ بلند می خواند، و بادو اضح فِیۡھِمَا عَیۡنٰنِ تَجۡرِیٰنِ بر صحیفۂ آب مسلسل رواں نقش می کرد و سبزہ بخطِ ترتفسیر لِنُخۡرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا بر تختۂ خاک ثبت می فرمود، و آب پیرامنِ خطِ مسلسلِ سبزہ جدولِ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ می کشید باچنداں آب ز رسوادِ بستاں

ترگشت خطِ سبزہ و لے پاک نہ شد

مردمِ چشم از شرحِ فراقِ دوستاں رشحے میترا و ید و ابر چوں ہوا خواہاں می گریست پائے مرکبم در آبِ چشمہا می لغزید، و برق چوں مسخرگاں می خندید

چگونہ برق نخندد کہ ژالہ سنگ انداز
حبابِ شیشہ گری را کشادہ کردہ دکاں

تقاطرِ قطرات از عبراتِ من عبارتی می نمود، و بارقہ برق از احتراقِ من حرقتے..... تا بریں طریق ایں خراب از معمورۂ اودھ آمد تا ایں قصۂ غصہ را بداں جناب رفیع رفع کرد فی العزۃ من شھر رجب المرجب عظم اللہ ترجیبہ سنہ سبع وثمانین وستمائۃ۔ انتظارِ قطرہ از ان دوات آں کہ قلمِ شہاب

۶۸۷ھ

سیرِ مجاریِ احوال جاری دارد، واخبارِ متواتر راکہ موجبِ علمِ قطعی ست
چوں کتابی کہ از بالا آید فرد فرستد، داز درجۂ محبت دقیقۂ فرو نگزارد۔ مدارجِ
ارتفاع بعتبۂ علیا مدرّج باد۔ آمین۔

یہ خط قران السعدین کے اصل واقعہ سے تعلق رکھتا ہی۔ مضمون سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ کیقباد اور محمود کی ملاقات کے موقع پر مکتوب الیہ کے آنے کی توقع تھی لیکن وہ کسی وجہ سے وہاں نہیں پہنچ سکا۔ یہ خط یکم رجب ۶۸۷ھ اور پچھلے خط سے پندرہ روز پہلے کا لکھا ہوا ہی جس میں خسرو نے خاص طور پر اپنے دوستوں شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر الدین سے ملاقات کے واقعات بیان کیے ہیں۔

نانا کے مرنے کے بعد جس وقت خسرو کا ملک چھجو کے یہاں تعلق ہوا ہی ان دونوں سے اُسی زمانے میں دوستانہ تعلقات پیدا ہوئے تھے۔ شمس الدین اور اثیر الدین سلطان ناصر الدین (بغرا خاں) کے مصاحب تھے اور اکثر اس کے ہمراہ ملک چھجو کے یہاں جو سلطان مذکور کا چچازاد بھائی تھا آتے اور شعر و سخن میں خسرو کے حریفِ مجلس بنتے تھے۔ اس کے بعد جب خسرو نے سلطان ناصر الدین کے یہاں ملازمت اختیار کی تو دونوں سے تعلقات اور زیادہ ہوگئے۔ جس وقت مہم طغرل کے بعد سلطان بلبن نے بغرا خاں کو لکھنوتی (بنگال) کا حکمراں مقرر کیا تو خسرو اور اثیر الدین اور شمس الدین شاہزادہ مذکور کے ہمراہ تھے۔ وطن اور عزیزوں کی محبت میں خسرو تو دہلی چلے آئے، لیکن اُن کے دونوں دوست شاہزادہ مذکور کے ساتھ لکھنوتی رہ گئے۔ خسرو کا دہلی پہنچنے کے بعد

شہزادہ سلطان محمد (سلطان شہید) کے دربار سے تعلق ہوگیا اور اس کے ہمراہ پانچ برس تک ملتان رہے۔ شہزادۂ مذکور کی شہادت کے بعد کوئی دو سال گوشہ نشینی میں گذارے اب اس موقع پر جب دہلی اور لکھنوتی کے لشکر اَوَدھ میں ملے تو برسوں کے بچھڑے ہوئے دوست آپس میں بغلگیر ہوئے۔ اس دوران میں شمس الدین دبیر کا تقرب سلطان محمود کے یہاں بہت کچھ بڑھ گیا تھا چنانچہ سلطان محمود نے جس وقت باربک کے پاس (جو لشکر کیقباد کے ہراول کا سپہ سالار تھا) پیغام بھیجا ہی تو شمس الدین دبیر کو اسی پر متعیّن کیا تھا۔

قران السعدین میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہی۔

تیغ زنِ مشرق از آنسوی آب　　تیغ بروں آختہ چوں آفتاب

جُست رسولے کہ گزارد پیام　　ہرچہ بگویند بگوید تمام

گر سخن از صلح بود یا نبرد　　کم نکند ہیچ زنیروے مرد

دید کہ کس نیست ز برنا و پیر　　درخورِ ایں کار چوں شمس دبیر

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خسرو کے معاصرین میں شمس دبیر کا مشہور اُدبا اور شعرا میں شمار ہوتا تھا۔ چنانچہ اس موقع پر رخصت کے وقت شمسِ دبیر نے اپنے عزیز دوست کو اپنا دیوان بطور یادگار دیا ہی بدایونی نے منتخب التواریخ میں شمس دبیر کا کچھ کلام نمونۃً درج کیا ہی۔

(دیکھو صفحہ ۲۶۰ منتخب التواریخ مطبوعہ نولکشور)

دوسری خصوصیت خسرو کی طبعزاد مثنویوں کی یہ ہی کہ اُن میں واقعیت

کا سر رشتہ کمال احتیاط کے ساتھ برقرار رکھا گیا ہے۔ امیر داستان کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ شاعری کے ساغر میں حقیقت ہمیشہ عُریاں نظر آتی ہے۔ اس خصوصیت کا خود اُنھیں بھی پورا احساس تھا اور اس کی طرف اُنھوں نے فخر کے طور پر جابجا اشارہ کیا ہے۔

اس خصوصیت کے دو پہلو ہیں اوّل یہ کہ واقعات صحت کے ساتھ بیان کیے جائیں، دوسرے یہ کہ بیانِ واقعات میں انتخابِ جزئیات اور تفصیل کو اُفت پر کامل دستگاہ ہو۔ خسرو کی مثنوی نگاری میں یہ دونوں پہلو بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اُن کی معلوماتِ عامّہ غیر معمولی ہیں اور اِن معلومات سے شاعرانہ مصوّری میں پوری طور سے کام لینا آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو شاعرانہ سحر کاری کے باوجود اُن کا کلام حقیقت سے متجاوز نہیں ہوتا اور دوسری طرف اُس میں وہ تمام جزئیات موجود ہوتے ہیں جو شاعرانہ مصوّری میں تصویر کشی کے خطوط اور رنگ آمیزی کے قایم مقام ہوتے ہیں۔

پہلی خصوصیت اور دوسری خصوصیت کی اجتماع کی وجہ سے خسرو کی مثنوی نگاری کو "تاریخی نقاشی" سے تعبیر کرنا بے جا نہ ہوگا۔

واقعیت کی خوبی ان دونوں لحاظ سے قران السّعدین میں کامل طور پر پائی جاتی ہے۔ کُل قصّے کی کائنات صرف اسقدر ہے کہ بلبن کے انتقال کے بعد اس کا پوتا کیقباد تختِ دہلی پر متمکّن ہوتا ہے۔ کیقباد کا باپ ناصرالدین محمود لکھنوتی میں حکمراں ہے۔ وہ اپنے باپ

بلبن کے انتقال اور اپنے بیٹے کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر اور اپنے آپ کو تختِ دہلی کا وارثِ حقیقی سمجھکر ہندوستان پر لشکر کشی کرتا ہے۔ باپ کی لشکر کشی کی خبر سُنکر بیٹا بھی اپنی فوج لیکر دہلی سے بڑھتا ہے۔ شہر اَوَدھ کے قریب سرجو ندی کے کناروں پر دونوں لشکر صف آرا ہوتے ہیں لیکن باہم نامہ و پیام کے بعد صلح ہو جاتی ہے اور باپ بیٹے سے آکر ملتا اور اُسے اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھا دیتا ہے۔ یہ بظاہر کوئی اہم یا مہتم بالشان واقعہ نہیں ہے، لیکن شاعر کی سحر کاری دیکھو، مواد کی کمی اور واقعہ کی قلیل النتاجی کو "وصف نگاری" کے پردے میں اس طرح چھپایا ہے کہ قصّے کی بے مائیگی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس چیز کو خسرو نے "وصف نگاری" کے لفظ سے تعبیر کیا ہے وہ حقیقت میں واقعہ نگاری ہے جس کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے۔ انتخابِ جزئیات اور تفصیلِ کوائف یہ دونوں اجزا وصف نگاری کی جان ہیں اور فارسی میں اس مثنوی سے بڑھکر شاید کہیں موجود ہوں۔

جس وقت ناصر الدین کی فوج کشی کی اطلاع دہلی پہنچتی ہے، سردی کا موسم ہے، کیقباد دار السّلطنت سے شکار کے لیے باہر آتا اور فوج کا معائنہ کرتا ہوا قصر کلو کھری پہنچ جاتا ہے اور وہاں جشنِ شاہی مناتا ہے۔ یہ اُس داستان کے ابتدائی واقعات تھے، لیکن یہاں تک پہنچتے ہوئے مثنوی کا پڑھنے والا دار السّلطنت کی سیر کر چکا ہے، اُسے موسم کی پوری کیفیت معلوم ہو چکی ہے، بادشاہ کے جلوس اور شکار گاہ کا نظارہ دیکھ چکا ہے اور رنگیلے بادشاہ کی محفلِ نشاط کا پورا سین اس کی آنکھوں میں پھر گیا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دہلی جمنا کے قریب

واقع ہے۔ اُس میں تین حصار ہیں وہاں پر مسجدِ جامع، منارہ، ماذنہ اور حوضِ شمسی دلچسپ مقامات ہیں اور شہر نہایت آباد اور پُر رونق ہے۔ سردی کے زمانے میں جو خاص تبدیلیاں پیش آتی ہیں وہ سب اُس کے سامنے ہیں اور اس طرح کہ وہ گویا موسم کی کیفیت کو محسوس کرنے لگتا ہے۔ لمبی راتیں، چھوٹے دن، برف باری اور آگ کی گرم بازاری گرم اور موٹے کپڑوں کا استعمال، مُنہ سے بھاپ نکلنا وغیرہ یہ سب وہ کیفیات ہیں جنکا خیال آتے ہی جاڑے کا موسم محسوس ہونے لگتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ایک ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس مثنوی کا پڑھنے والا کسی ملک کا رہنے والا کیوں نہو وہ واقعات کے ساتھ حالاتِ ماحول اور مناظر کا پورا سماں اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوا جاتا ہے۔ اس واقعہ نگاری کی بدولت اُس عہد کے تمدن کی جزئیات پر ایسی روشنی پڑتی ہے جو دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ دربار، جلوس، مجلسِ شاہی اور فوجی نظام کی گویا چلتی پھرتی تصویریں دکھائی دینے لگتی ہیں۔

مناظرِ فطرت کی مصوّری بھی (اگرچہ ایک جداگانہ خصوصیت قرار دی جاسکتی ہے) اسی خصوصیت کے جس سے ہم بحث کر رہے ہیں تحت میں داخل ہے۔ اس میں خسرو کو امتیازِ خاص حاصل ہے اور اس لحاظ سے میرے خیال میں دنیا کے بہت تھوڑے شاعر اُن کے پہلو بہ پہلو ہیں۔ یہ بحث بہت زیادہ تفصیل کی محتاج ہے، لیکن یہاں محض اس کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہے۔

مثنوی قران السعدین میں تمام موسموں کی کیفیات اور مختلف اشیا کے اوصاف

میں جس کمال کا اظہار کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔

تیسری خصوصیت جو خسرو کی شاعری کا مابہ الامتیاز ہے اور جو مثنوی نگاری کی جان ہے وہ نفسانیات کا صحیح ادراک ہے۔ جس طرح ایک ڈراما نگار یا ناول نویس کے لیے ضرورت ہے کہ وہ اشخاصِ قصہ کی شخصیتیں قایم کرے انھیں شروع سے اخیر تک برقرار رکھے، اور حالات و واقعات سے ہر موقع پر ان کی داخلی کیفیات مترشح ہوتی اور اُن کو ایک دوسرے سے متاثر کرتی ہوں، اسی طرح مثنوی نگاری میں جہاں موقع پیش آئے یہ حفظ و تفریق اشخاص لابدہے اس کے بغیر مثنوی میں روح پیدا نہیں ہو سکتی۔ فارسی لٹریچر میں بہت کم مثنویاں ہیں جو اس معیار پر پوری اُترتی ہیں۔

خسرو کو تاریخی مثنویوں میں اس خصوصیت کے پورا کرنے کے لیے یہ موقع حاصل تھا کہ اشخاصِ قصہ اُن کے پیشِ نظر تھے اور وہ ان کو نہایت اچھی طرح جانتے تھے، لیکن اس سے اگرچہ یہ فائدہ ہوا کہ انھیں تخیل کی مدد سے اشخاصِ قصہ کو پیدا کرنا نہیں پڑا جیسا کہ افسانی میں کرنا پڑتا ہے، لیکن تحفظِ شخصیت کوئی سہل کام نہیں ہے، اور جب تک ادراکِ نفسانیات کے ساتھ شاعر کی قوتِ مصوّرہ نہایت تیز نہو یہ میدان بے سپر نہیں ہو سکتا۔

دوسری اور تیسری خصوصیت دراصل "واقعیت" کے دو پہلو ہیں، خارجی اور داخلی۔ خارجی حالات کا احساس اور ادراک بہ نسبت نفسِ انسان کے پیچیدہ اور مخفی کیفیات کے بہت زیادہ سہل ہے، لیکن جس طرح کسی شخص کی صورت دیکھ لینا اس کو واقعی طور پر جان لینے کے لیے کافی نہیں ہے اسی طرح کسی قصہ یا داستان میں محض باہر کی اور اوپری چیزیں اشخاصِ قصہ

سے حقیقی واقفیت کے لیے کافی نہیں۔

قصہ کا پڑھنے والا کتاب ختم کرنے کے بعد قدرتاً یہ خیال کرتا ہے کہ اشخاصِ قصہ کس حد تک اس کے ذہن میں مرتسم ہیں اور وہ اُن کے باطنی حالات، اخلاق و عادات اور رجحانات اور خیالات سے کس حد تک آگاہ ہے۔ مصور اور شاعر میں ایک بڑا فرق ہے کہ اوّل الذکر تمامتر خارجی اور محسوس مناظر سے باطنی کیفیات کی جھلک دکھاتا ہے، برخلاف اس کے شاعر بیشتر داخلی پہلو کو لے کر چلتی پھرتی اور جیتی جاگتی ہستیاں ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔

واقعیت کے دونوں پہلو کو ملحوظ رکھنا اور اُن کو کامیابی کے ساتھ شاعرانہ نقاشی میں کام میں لانا چنداں آسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ خسرو شاعری کی اس دشواری سے خوب واقف تھے۔

ایک جگہ قران السّعدین میں لکھتے ہیں۔

ایں سخنِ چند کہ بیخو است ست	شاعری نیست کہ ہم راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت	"راست بسے ہست کہ نتوانش گفت"

اگرچہ قران السعدین میں اشخاصِ قصہ کی تعداد نہایت ہی قلیل ہے، کیقباد، محمود اور چند دیگر اشخاص لیکن حفظِ شخصیات کا اس میں پورا التزام ہے۔ اس کا پورا لطف اس موقع پر آتا ہے جہاں باپ اور بیٹے کے مابین نامہ و پیام ہوتے ہیں اور اس کے بعد صلح ہو کر خلوت میں ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ یہاں گویا ڈراما کی (جس میں شخصیت کا کامل التزام ہوتا ہے)

جھلک نظر آنے لگتی ہے۔

اس مثنوی میں مرکزی شخصیت کیقباد ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ وہ ایک نوجوان بادشاہ تھا جو تمامتر عیش و عشرت کا دلدادہ تھا۔ خسرو نے اگرچہ ایک مورّخ کی طرح عیب جُو ئی کے نقطۂ نظر سے یہ نہیں کہا کہ بادشاہ ہوا و ہوس میں گرفتار اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھا، لیکن ساری مثنوی عشرت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی اور سراپا مرقعِ عیش بنی ہوئی ہے۔

جیسا کہ مولانا اسمٰعیل نے لکھا ہے "حضرت خسرو کو ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہے کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں بلکہ اس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہے۔"

حقیقتِ حال یہ ہے کہ خسرو کی تمام تصانیف بالخصوص مثنویوں کو اس عہد کا آئینہ کہا جا سکتا ہے جس میں وہ لکھی گئی ہیں۔ ایک سچّے شاعر کا قلب کیفیات دائرہ اور حالاتِ ماحول سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جذبات جلد مشتعل ہوتے اور معرضِ اظہار میں آجاتے ہیں۔ عہد علائی کی مثنویوں میں اُس عظیم الشان عہد کی ہر جگہ پر جھلک پڑتی ہے۔ اِسی طرح نُہ سپہر میں علاء الدین کے عیش پرست جانشین قطب الدین مبارک شاہ کی تفریح صید افگنی اور بزم آرائیوں کا فوٹو سامنے آجاتا ہے جو خلجیوں کی بربادی کی اِسی طرح پیشینگوئی کرتا ہے جس طرح کیقباد کی عیّاشیاں سلاطین غلامان کے خاندان کی تباہی کا پتہ دیتی ہیں۔

اِسی خصوصیت کے تحت میں جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ غزلیات داخل ہیں

جو قران السّعدین میں مختلف مقامات پر تضمین کی گئی ہیں۔ ان غزلوں کی خاص خوبی یہ ہی کہ سب حسبِ حال ہیں۔ جس داستان کے بعد آتی ہیں داخلی حیثیت سے پچھلے واقعات کا اعادہ کرتی اور اگلی داستان کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مثلاً موسمِ سرما ہی کیقباد لشکر کی تیاری کا حکم دیتا ہی:۔

شد ہوا سرد کنوں آتش و خرگاہ کجاست (صفحہ ۴۷)

مقطع میں اگلی داستان "جنبشِ شاہ ز دہلی زپے کینِ پدر" کی طرف ایک لطیف اشارہ ہی، جس کا مصرعۂ اولیٰ ساری داستان کا خلاصہ ہی ؎

عزم حج دار د خسرو ز پے توبہ عشق
توشہ اینک غمِ دل، بارگہِ شاہ کجاست (صفحہ ۴۸)

بادشاہ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر عازمِ شہر ہوا ہی۔

"سوارِ چابک من باز عزمِ لشکری دارد" (صفحہ ۵۷)

موسم بہار آتا ہی بادشاہ گل و بلبل کے ساتھ دادِ طرب گستری دیتا ہی ؎

(۱) آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش الخ (صفحہ ۶۲)

(۲) گل امروز آخریں شب مست خاست الخ (صفحہ ۸۶)

(۳) دوش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید الخ (صفحہ ۹۰)

لشکرِ شاہی فتحمند واپس آتا اور مغل قیدی پیل مال ہوتے ہیں۔

تیغ برگیر تا ز سر برھم
تیر بکشاے کز نظر برھم (صفحہ ۹۹)

باپ بیٹے میں صُلح ہو کر ملاقات کی سلسلہ جنبانی ہوتی ہے۔

بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ
از ین سپس من و جانان و خواب در سایہ
(صفحہ ۱۳۶)

باپ بیٹے میں ملاقات ہوتی ہے۔

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد
آرزومندِ نگارے بہ نگارے برسد
(صفحہ ۱۵۲)

*

وقتِ وداع ہے باپ اور بیٹا جُدا ہوتے ہیں۔

آرامِ جانم می رود۔ دل را صبوری چون بود الخ (صفحہ ۲۱۰)

مفارقت کے بعد کی بیقراری اور یاد۔

سخت دشوار ست تنہا ماندن از دلدارِ خویش
با کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوار خویش
(صفحہ ۲۱۶)

بادشاہ عازمِ دارالسّلطنت ہوتا ہے۔

باز ابر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند الخ (صفحہ ۲۲۳)

بادشاہ دارالسلطنت پہونچتا ہے۔

عمر نو گشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد الخ (صفحہ ۲۳۴)

کتاب ختم ہو گئی بادشاہ کی خدمت میں شرفِ قبول کی درخواست ہے۔

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می برد (صفحہ ۲۵۵)

الغرض مسلسل تمام داستان کی کیفیات جو واقعات کے لحاظ سے شاعر کے قلب پر وارد ہو سکتی ہیں، ان غزلیات کے ذریعہ بیان کر دی گئی ہیں۔ گویا شاعر نے مجرّد جذبات کے لباس میں تمام قصہ ہی کو بیان کر دیا ہی۔

حقیقت یہ ہی کہ جس چیز پر لفظ شاعری کا سب سے زیادہ اطلاق ہو سکتا ہی وہ صنف غزل ہی۔ مِل نے کیا خوب کہا ہی کہ شاعر کے بیان کا مابہ الامتیاز یہ ہی کہ وہ جذبات میں سرشار دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر نواسنج ہوتا ہی اور اس کا بیان دوسروں کی طرف خطاب نہیں ہوتا، وہ غم و غصہ شوق و مسرت سے بیتاب ہو کر ترنم کرتا ہی۔ جس طرح بلبل اپنے چہچہوں میں خود منہمک اور صحنِ باغ کے بسمل اور وارفتہ سامعین سے بے خبر ہوتی ہی اسی طرح شاعر اپنے جذبات اور واردات قلبی کا اس طرح اظہار کرتا ہی کہ گویا وہ سامعین سے بے نیاز اور بے خبر ہی۔

اس معیار کو پیشِ نظر رکھو اور قران السّعدین کی غزلیات کو جانچو۔ یہ غزلیات جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں مناسبِ موقع لکھی گئی ہیں گویا خارجی واقعات کو مجرّد جذبات کا جامہ پہنایا گیا ہی۔

شاعری کی صنف غزل میں خسرو کو جو امتیازِ خاص اور قبولِ خاطر حاصل ہے محتاجِ بیان نہیں۔ وہ غزلسرائی میں سعدی کے تتبع ہیں لیکن ان کا غزلیات میں ایک خاص رنگ پایا جاتا ہی۔ سعدی کے سامنے رکھنے سے معلوم ہو گا کہ کلام کی سلاست اور شیرینی اور جذباتِ کی پاکیزگی دونوں کے یہاں موجود ہے لیکن خسرو کی غزلیات میں جو طرفگی،

تخیل، واقعیت، سوز، رقت اور رقص پایا جاتا ہے وہ ہمیں کہیں نہیں ملتا۔ قران السعدین کی غزلیات وسط الحیوٰۃ کے اخیر زمانہ اور غرۃ الکمال کے ابتدائی ایام سے تعلق رکھتی ہیں یہ اُن کے انبساط اور جوش کا زمانہ ہے۔ قران السعدین کی غزلیات کے متعلق خود خسرو نے کیسی سچی تعریف کی ہے۔

ہر غزلے دشنۂ عشاق کُش (صفحہ ۲۳۶)

جیسا کہ مولنا اسمٰعیل نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے یہ غزلیں حالیہ ہیں۔ علاوہ ازیں مثنوی کی بحر ظاہر ہے کہ شروع سے اخیر تک ایک ہے۔ بیچ میں مختلف بحروں کی غزلیات شامل ہو جانے سے ایک خاص قسم کا تنوع پیدا ہو گیا ہے جس سے ''تازہ بتازہ نو بنو'' کی لذت حاصل ہوتی ہے۔

خسرو کی مثنوی نگاری کی چوتھی خصوصیت جدت اختراع اور طرفہ آفرینی ہے اُن کی طبیعت کا سب سے زیادہ میلان ایجاد کی طرف تھا۔ ہر صنف میں اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ اُنھوں نے خود بیان کیا ہے اُن کی نثر تمام تر اُن کی جدت آفرینی کا نتیجہ ہے۔[۱] رباعیات و قطعات میں وہ کسی کے مقلد نہیں[۲]۔ قصائد، مثنوی اور غزل میں وہ اپنے آپ کو دوسروں کا پیرو بتاتے ہیں، لیکن اس تقلید میں بھی اُنھوں نے اپنی حریت ذہنی اور اختراعات کے لیے پورا میدان پیدا کر لیا ہے۔ صنایع اور بدایع میں اُن کی جدت پسند طبیعت نے ایجادات کے انبار لگا دیئے ہیں[۳]۔

[۱] دیکھو اعجاز خسروی [۲] دیکھو دیباچہ غرۃ الکمال [۳] دیکھو اعجاز خسروی دیباچہ تحفۃ الصغر دیباچہ وسط الحیوٰۃ اور دیباچہ غرۃ الکمال وغیرہ ۱۲

مثنوی قران السعدین میں جو خود جدّت کا نمونہ ہی وہ فرماتے ہیں۔

چند گهم بود بدل این خیال | تازه کنم هر صفتے را جمال
بود در اندیشهٔ من چند گاه | کز دلِ دانندهٔ حکمت پناه
چند صفت گویم و آلِش دهم | مجمعِ اوصاف خطا لش دهم
طرزِ سخن را روشِ نو دهم | سکّهٔ ایں ملک بخسرو دهم
نو کنم انداز رسمِ کهن | پس روی پیشِ روانِ کهن (صفحہ ۲۲-۲۳۸)

آنچه ز سر جوشِ دلِ نقشبند | ق | معنیِ نو بود و خیالِ بلند
موئے بموئیش به هنر بیختم | پخته و سنجیده در و ریختم
وصف نه زاں گونه شد از دل برون | کاں دیگرے را بدل آید که چون
هر صفتے را که بر انگیختم | شعبدهٔ تازه در و ریختم
نیست زکس لولوے لالاے من | ژرف به بیں در ته دریاے من
نکتهٔ من گوهرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست
دزد نیم خانه بُرِ دیگرے | خانه کشاده ز درِ دیگرے
مایهٔ هر دزد که در عالم ست | گرچه فزون ست بقیمت کم ست (صفحہ ۲۳۸-۲۳۹)

آن که شناسندهٔ ایں گوهر ست | گر همه نفریں کند م درخور ست

داں کہ بہ تقلید نشست اندریں   نشنوم از خود کند م آفریں (صفحہ ۲۴۲)

حقیقت یہ ہی کہ یوں تو انسان کی تمام ذہنی قوتیں وہبی ہوتی ہیں اور کوشش سے اُن میں صرف محدود ترقی ہو سکتی ہی، لیکن غالباً قوائے دماغی میں سب سے زیادہ غیر اکتسابی وہ قوت ہی جسے "تخیل" کہتے ہیں اور جو شاعری کے لیے خاص طور پر بمنزلہ روح رواں ہی۔ شاعر اسے ماں کے پیٹ سے لیکر آتا اور اُسی طرح اپنے ساتھ لے جاتا ہی۔ دوسرے لحاظ سے ممکن ہی کہ اس کے کلام میں روز بروز ترقی ہوتی جائے۔ مثلاً اس کا الفاظ زیادہ شستہ اور بندشیں زیادہ چست ہو جائیں لیکن تخیل کی مقدار تقریباً ہمیشہ معیّن رہتی ہی۔ یہی وجہ ہے کہ ایک بڑے شاعر کے کلام میں عہدِ طفولیت میں پیرانہ پختگی اور عہدِ پیری میں طفلانہ تازگی پائی جاتی ہی۔

خسرو کے کلام پر ایک غائر تاریخی نظر ڈالنے سے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہی خوش قسمتی سے اُن کا تمام کلام ہر ہر دور کا جُدا جُدا محفوظ ہی۔ بڑی مثنویوں میں قران السعدین پہلی مثنوی ہی لیکن چند چھوٹی مثنویاں بھی جو اُنھوں نے اس سے پہلے لکھی تھیں محفوظ ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کی دو ابتدائی مثنویوں سے ایک ہی مضمون کے متعلق انتخابات پیش کرکے قران السعدین سے مقابلہ کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ابتدا ہی سے خسرو کے تخیل کی کیا حالت تھی۔

مضمون مغلوں کی ہجو ہے جس میں خسرو نے قران السعدین میں بڑا زورِ قلم دکھایا ہی (دیکھو صفحہ ۹۳-۹۵)، یہ مثنوی اُن کے مربّی سلطان محمّد کی شہادت اور خود امیر کے

مغلوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جانے کے کوئی چار پانچ برس بعد کی ہے۔ اس کے لکھتے وقت اُن کا غم و غصہ جس قدر جوش میں ہوگا ظاہر ہے۔ دوسری مثنوی ۶۸۲ھ یعنی قران السعدین سے کوئی چھ برس پہلے اور حوادثِ مذکورۂ بالا سے ایک سال قبل کی تصنیف ہے۔ تیسری مثنوی سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت غالباً دوسری مثنوی سے تین چار برس پہلے کی ہے۔

قران السعدین	مثنوی	مثنوی
(۶۸۸ھ)	(۱۱ رمضان ۶۸۲ھ)	(جو غالباً سلطان محمدؒ کی ملازمت اختیار کرتے وقت لکھی تھی)
کافرِ تاتار بروں از ہزار	در تگاپو چوں سگِ لقمہ ربا	قومے ہمہ گربہ چشم سگسار
کردہ دگرگونہ باشتر سوار	آفتِ نان و بلائے شوربا	چوں گرگ درندہ آدمی خوار
سخت سرانے بوغا سخت کوش	ہر نانے گر ہمہ باشند سیر	ہمہ بوزنہ وار زنا و فاجوے
ہر ہمہ پولادتن و پنبہ پوش	سرنگوں افتند از بالا بزیر	ہم پوست سگے کشیدہ بر روے
اصل زسنگ لیک نہ رگ استخواں[1]		چوں سگ ہمہ در دوال مانده
گربہ بخی شدہ بر روے خواں		چوں بوزنہ در جوال مانده
		تا چند رہ سگی سپردن
		یا بوزنہ را انگشت بردن
	دو گلہ بر لیک[2] بر پشت دگل	مشتے دگلاں دو گلہ پوشاں
	گندگی را جائے کردہ در بغل	قربوقر بوزناں دجوشاں

[1] لہ لفظ نسخۂ منقول عنہ میں مشکوک ہے ۱۲

پوستیں پوشیدہ و بے پوست روے
در گریز از غازیانِ دوست روے

گشت یلے گو ہمہ بر بانگِ نی
ہمچو زناں نوحہ کناں پے بہ پے

نالۂ ناخوش ہمی بر داشتہ
مست و آوازِ یلے بر داشتہ
زیں یلہ گردانِ نا فرخندہ پے
جاں یلہ کردہ بآوازِ یلے

گویاں سخنے بسگ نے بانی
لافش زبزرگ استخوانی

سر تراشیدہ زبہرِ قلم
زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

بستہ پرِّ بوم را بالاے سر
سر تراشیدہ چو بیضہ زیر پر

از سنگ و سپش خراش خوردہ
ہم از سرِ خود تراشش کردہ
مشتے پرِ بوم کردہ در سر
بسیار ز بوم شوم رو تر

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ
دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

چشم شاں در روے ناپیدا شدہ
ہر کہ دیدہ روے شاں شیدا شدہ
دیدہ ہاے در شدہ اندر مغاک
گوئی بنشستہ ست اندر گردہ باک

چوں شیشہ دو چشمِ ازرق و تنگ
در سختی ہا اگر صفت کنم سنگ

از رخ تا رخ شدہ بینی پہن
وز کلہ تا کلہ لب تا لب دہن
بینی پر رخنہ چو گورِ خراب
یا چو تنورے کہ ز طوفان آب

بینی پست و خیش از دو دوال
ہمچو غوکے بر سرِ آبے رواں

موئے زمینی شدہ برلب فراز
سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز
ریش نہ پیرامنِ چاہِ زنخ
سبزہ کجا بر دمد از روئے سنخ
گرد زنخ شاں ز محاسن کنار
اہلِ زنخ را بمحاسن چہ کار
سبلتِ چوں سیخ چو تماج روے
رشتہ ہمیں نعمتِ شاں در گلوے
زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں
پست تر از پشت شدہ روئے شاں
چہرۂ شاں دبۂ نم یافتہ
جائے بجا کنجلک وخم یافتہ
روئے چو آتش کلہ از پشم میش
آتشِ سوزان شدہ با پشم خویش

ریش نے در روئے شاں حملہ زنخ
آمدہ ہبرِ زدن از کوہ و شخ
گر نہادہ سبلتانِ کندہ را
دام دادہ ریش اہلِ خندہ را

چہرۂ شاں اسپرِ غوری پہن
ہم بہ پہنائے سپر دورِ دہن

روے ہمچوں آتش و سر ہمچو دیگ
ماندہ از مردار خواراں مردہ ریگ

یک مو نہ بر ریش تا بخندند
گوئی کہ یگاں یگاں بکندند
سبلت عیان و ریش کندہ
مخصوص برائے ریش خندہ

تفسیدہ ز خشم ہمچو تابہ
رخِ سرخ چو پشتِ آفتابہ
آتش زدیانِ سرد چوں آب
سوزان وجہاں چو کرم شبتاب
رو سرخ و حدیث زشت در کام
چوں طشت کہ آں بفید از بام

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد | روترش چوں سرکہ تمتاج شوے
ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد | وز ترش خوئی ہمہ تمتاج روے

(صفحہ ۶۳-۶۵)

موش خوارانِ دوندہ موش وار
گشتہ صحرائے ز مشتے موش خوار

گندہ دہنان و گندگی دوست | ہر کہ با ایشاں معاذ اللہ نشست | مائدہ شاں از خورشِ زشت قے
خوکی و سگی کشیدہ در پوست | قے کند در ساعتے از بوے زشت | واں کہ ببیند قیش آید بہ پے

تینوں جگہ ایک ہی قوم کی ہجو ہے۔ شاعرانہ تخیّل نے ایک نفرت انگیز تصویر کے خط و خال ہر جگہ یکساں طور پر کھینچے ہیں۔ جس طرح ایک ظریف مصور کسی شخص کی مضحکہ انگیز تصویر بناتے وقت اُس شخص کی مشابہتِ تامّہ قایم رکھتا ہے، اسی طرح ایک باکمال شاعر محبت و نفرت کے جذبات سے متاثر ہو کر جو تصویر پیش کرتا ہے وہ اصلیت سے متغائر نہیں ہوتی البتہ اس کے وارداتِ قلبی کے لحاظ سے یہ تصویر کبھی دلکش اور کبھی نفرت انگیز ہوتی ہے۔

خسرو نے مغلوں کی تصویر جس طرح کھینچی ہے اس سے شاعر کی انتہائی دلی نفرت کا اظہار ہوتا ہے۔ لیکن دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ اُن کی جن جن چیزوں کو استہزا کے لیے منتخب کیا ہے وہ واقعی ہیں محض قیاسی نہیں ہیں اور اُن جزئیات کو ملا کر جو اس غرض کے لیے انتخاب کی گئی ہیں ہمارے ذہن میں مُغلوں کی ایک ایسی تصویر پیدا ہو جاتی ہے جو جذبات کا حجاب اُٹھا دینے کے بعد بھی مغلوں کی واقعی ہیئت سے مشابہت تامّہ رکھتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی نیلی آنکھیں، چپٹی ناک، پھیلے نتھنے، چوڑا تمتماتا چہرہ، ڈاڑھی کے دو چار بال

ٹھوڑی سے لٹکے ہوئے، لمبی لمبی موچھیں، گھٹا سر، کلہ پشم سر پر رکھی، پرِ بوم بطور کلغی لگائے، دگلہ پہنے، نے بجاتے اور تاتاری زبان میں نعرے لگاتے۔ غرض یہ ساری باتیں واقعی ہیں البتہ شاعر نے ان سب کو اس طرح بیان کیا ہی کہ پڑھکر ان کی ریشخند کی لیے خواہ مخواہ ہر ایک کی طبیعت چاہتی ہی۔

سب سے اخیر میں ہم جس خصوصیت کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں وہ "تناسب" ہی فنونِ لطیفہ میں (جس کے اندر شاعری بھی داخل ہی) "حسن" سب سے زیادہ تناسب کا نتیجہ ہوتا ہی۔ جس طرح "تاج گنج" یا "الحمرا" کی دلکشی کا اندازہ محض ان کی پیمایشیں دیدینے سے نہیں ہو سکتا بلکہ اُن کے حسن کا تصور نظارے کے ایک مجموعی اثر کا ماحصل ہوتا ہی، اِسی طرح کسی کتاب کے تناسب کا خیال کتاب کے مجموعی اثر پر موقوف ہی۔ یہ تناسب ایک طرف الفاظ کی موزونیت سے شروع ہوتا اور دوسری طرف خیالات کی مناسبت اور تمام اجزاے کتاب کی انفرادی اور اجتماعی خارجی اور داخلی موزونیت پر ختم ہوتا ہی۔ مصوّر اور نقاش تصویر یا نقوش بناتے وقت ایک طرف ہر ہر خط اور ہر ہر جزو کی موزونیت اور دوسری طرف اجزا کی باہمی تناسب کا خیال رکھتا ہی۔ بت تراش مجسّمہ تیار کرتے وقت چوٹی سے ایڑی تک پتھر کے ہر ہر مقام پر نظر رکھتا اور تمام حصص میں توازن و تناسب قایم کرتا ہی۔ معمار عمارت کی ہر ہر اینٹ موزونیت کے ساتھ رکھتا اور تمام عمارات کے حصوں میں ایک مجموعی مناسبت قایم کرتا ہی۔ موسیقی کا ماہر ایک ایک سُر کو تول کر نکالتا اور نغمے کے مختلف اجزا میں پستی و بلندی قایم کرکے ایک مجموعی موزونیت پیدا کرتا ہی۔ اسی طرح

ادب کے شعبہاے لطیفہ میں مصنف اپنی کتاب کے ہر ہر لفظ اور ہر ہر خیال کو تولتا اور کتاب کے تمام اجزا میں توازن و تناسب پیدا کرتا ہے۔ کتاب کا حسن اسی تناسب کا نتیجہ ہے اور اسی تناسب میں فرق آجانے سے کتاب کے حسن میں بھی فرق آجاتا ہے۔

مثنوی میں اس حسن کا قایم رکھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شاعری کے جملہ اصناف میں یہی صنف ایسی ہے جس میں ضخیم سے ضخیم کتابیں لکھی جاسکتی ہیں۔ لیکن جسقدر اس کا میدان وسیع ہے اُسی قدر اس کی مرحلہ پیمائی دشوار ہے۔ ہر قسم کے خیالات، جذبات اور واقعات پر قلم اُٹھانا پڑتا ہے اور شاعری کی تمام خصوصیات اور محاسن اس کی تکمیل اور آرایش میں صرف کرنے پڑتے ہیں۔ شاعری کا جو کمال ہومر اور شکسپیر کے یہاں نظر آتا ہے اُس کا عکس ہماری شاعری میں سب سے زیادہ اسی صنف یعنی مثنوی میں ہوسکتا ہے۔ لیکن ذرا غور کرو کہ بے شمار مثنوی نگاروں میں کتنے ہیں جو اس معیار پر پورے اُترتے اور فردوسی و نظامی اور خسرو کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔

اگرچہ ہمارا یہ کہنا کسی دوسرے کے لیے بُرہان نہیں ہوسکتا کہ خسرو کی طبعزاد مثنویاں تناسب کے معیار پر پوری اُترتی اور ہمارے ذہن میں حسن کا تصور پیدا کرتی ہیں، لیکن ہمیں یقین ہے کہ مذاقِ سلیم اور وجدانِ صحیح اس کتاب کے پڑھنے والوں کو خود اس نتیجہ کی طرف راہبری کریگا۔ ناظرین اس مثنوی کے پڑھتے وقت ان خیالات کو پیشِ نظر رکھیں اور خود اندازہ کریں کہ شاعر نے مختلف داستانوں کے باہمی ربط اور مختلف اجزا کے باہمی تناسب میں کس حد تک کامیابی حاصل کی ہے۔ جو عمارت اس نے ایک ایک لفظ چُنکر بنائی جو نقش و نگار

اس نے ایک ایک خیال لیکر کھینچے اور جو راگ اس نے ایک ایک حرف جوڑ کر پیدا کیا ہی اُن سے کہاں تک خسرو فنونِ لطیفہ کے بڑے اُستادوں کی صف میں جگہ پانے کا مستحق قرار پاتا ہی۔

(۳)

قران السعدین کے بعض نسخوں پر اس مثنوی کا نام "مثنوی در صفتِ دہلی" لکھا ہوا پایا گیا ہی۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہی کہ مثنوی مذکور میں خسرو نے جہاں مختلف اشیاء کے "صفات" لکھے ہیں، وہاں دارالسلطنت اور اس کی مشہور عمارات وغیرہ کی توصیف بھی کی ہی۔

قران السعدین سے محققینِ آثارِ قدیمہ کو کیقباد کے عہد میں دہلی کے متعلق بعض مستند حالات معلوم ہو سکتے ہیں جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

دہلی کو اس عہد میں قبۃ الاسلام کے لقب سے نامزد کیا جاتا تھا ؎

"قبۂ اسلام شدہ در جہاں
بستہ او قبۂ ہفت آسماں" (صفحہ ۲۹)

شہر پہاڑی پر آباد تھا اس کے گرد دو میل تک باغ تھے اور دریائے جمنا اُس کے قریب آبیاری کرتا تھا ؎

شہر نہ بل بحر عجائب نما — بحر وے گشت بکوہ آشنا
زاں بدلِ کوہ گرفتہ قرار — تا کند اقلیمِ عدو سنگسار (صفحہ ۳۳)

تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش ۔۔۔ روضۂ باغ و چمن گلشنش
(صفحہ ۳۴)

تا فلک از جون بدو دادہ آب

دجلہ رواں بر دبغداد آب (صفحہ ۳۳)

دہلی میں اس زمانہ میں تین حصار تھے، دو پرانے، ایک نیا ؎

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام

وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام (صفحہ ۲۸)

(۱) حصنِ بر دنیش ز عالم بروں ۔۔۔ عالمِ بیرونش حصن اندر دل

(۲) حصنِ درونیش تو گوئی مگر ۔۔۔ چرخ بزیر ست و حصارش زبر

(۳) گفت حصارِ نو او را سپہر ۔۔۔ کاے فلکِ نو بکہن دار مہر

ملک ز دروازۂ او فتح باب ۔۔۔ سیزدہ دروازہ و صد فتح باب

ہر دم از اں قلعۂ مینو سرشت ۔۔۔ قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت (صفحہ ۲۸-۲۹)

پہلے دو حصار میں ایک جو باہر کی طرف تھا غالباً قدیم دہلی کی شہر پناہ ہے اور حصار اندرونی شہر کا شاہی قلعہ۔ حصارِ نو سے غالباً حصار شہرِ نو واقع کیلوکھری مراد ہے۔ کیلوکھری کا محل وقوع دہلِی کہنہ سے تقریباً تین میل کے فاصلے پر شمال مشرق کی جانب جمنا کے غربی کنارے پر ہے۔ یہیں پر کیقباد نے ایک قصر تعمیر کیا تھا جس کی مفصل کیفیت قران السعدین میں بدیں عنوان لکھی ہے ؎

صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب

کہ بود عرصۂ رفرف چو رفِ آں ایواں (صفحہ ۵۴)

ضروری اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں ؎

رفت بکلوکھری و داد عون — از مددِ دست چو دریای جون

قصر شد از فرشِ ارجمند — چوں فلک از منزلتِ خود بلند

قصر نگویم کہ بہشتی فراخ — روفتہ طوبیٰ درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سودہ سر — کرد بخورشید سفیدیِ ابر

آئینہ گشتہ ز گچِ صاف خشت — دید درا و صورتِ خود را بہشت

شکلِ ستونش بمقام ستاد — قصرِ ارم را شدہ ذات العماد

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چون گرہ گشت حبابے عیاں — قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب — آب درو عکس نما او در آب

طاقِ بلندش بفلک گشت جفت — حاصلِ او شد فلک اندر نہفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز — پیشِ فلک گفت سخنہای راز

سنگِ سفیدش کہ شدہ بر سپہر — آمدہ از مہر و شدہ ہم بمہر

یک طرفش آب و دگر سوی باغ — باغ و آبے زدہ و سوسن بباغ

شاخ بہر بار گہِ کردہ راہ — جا نگہِ بار شدہ بارگاہ

(صفحہ ۵۴-۵۶)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ شہرِ نوجمنا کے قریب واقع تھا اور قصرِ نو دریا کے عین کنارے پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اور اس کا عکس دریا میں پڑتا تھا۔ نیچے کا حصّہ اینٹوں سے بنا تھا، جس پر چونہ اور سفیدی ہو رہی تھی۔ اوپر کے حصّہ میں سنگِ سفید لگا تھا اس قصر کے ایک طرف جمنا تھی، اور دوسری طرف باغ تھا، جو بارگاہ سے اسقدر قریب تھا کہ درختوں کی شاخیں بارگہ کے اندر داخل ہوتی تھیں۔ ع

جائگہِ بار شدہ بارگاہ

اس مصرع میں لفظ بار میں لطیف ایہام ہے معنی مقصود یہ ہے کہ بارگاہ قُربِ باغ کے باعث شاخوں کے داخل ہونے کی وجہ سے پھلوں کے رکھنے کی جگہ ہو گئی ہے۔ معنی قریب جن کی طرف پہلی نظر میں ذہن منتقل ہوتا ہے یہ ہیں کہ "بارگاہ" دربار کی جگہ ہے۔ غرّۃ الکمال میں بھی قصرِ معزی کی تعریف میں ایک چھوٹی سی مثنوی ہے جس کے چند اشعار درج ذیل کیے جاتے ہیں ؎

زہے فرخندہ قصرِ آسماں سائے	کہ ہست از رفعتش بر آسماں جائے
بروے آب فردوسِ جہاں تاب	کجا فردوس خود باشد بریں آب
بآبِ جون دادہ صنعت دلون	زمیں پوشیدہ در پیشش لبِ جون
خیالِ قصر کاندر آب زد تاب	فلک را سرنگوں افگند در آب
نظیرے ایں چنیں قصرے محالست	مگر در آب بینی واں خیالست
زمینش مہ بلندی آسماں گیر	مبارک باد بر شاہِ جہاں گیر

معز الدیں کہ دنیا را بیاراست | زباطش دین و دنیا را بیاراست
شہنشاہ کیقباد آں افسر ملک | کہ چوں افسر برآمد بر سر ملک
خدا دادت در ایام جوانی | بہیں ملکے چو ملک جاودانی

بعض گزشتہ اور موجودہ مورخین نے "شہر نو" کی تعمیر کو بھی غلطی سے معز الدین کیقباد کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ "شہر نو" اس نام سے کیلوکھری میں پہلے ہی سے آباد تھا۔ چنانچہ جلوس ناصری کے پندرھویں برس ۶۵۸ھ میں جس وقت ہلاکو خاں کے سفیر ناصر الدین محمود کے دربار میں پیش ہوئے اُس وقت (بقول صاحب طبقات ناصری جس نے یہ حالات چشم دید بیان کیے ہیں) دو لاکھ پیادہ اور پچاس ہزار سوار اور اہالیان دہلی کی بیس بیس صفیں دو طرفہ "شہر نو" واقع کیلوکھری سے لیکر قصر شاہی واقع دہلی تک پھیلی ہوئی تھیں۔ سفرا شہر نو سے جانب دار السلطنت روانہ ہوئے۔

"بقدر دو لک پیادہ تمام بحضرت آمد، و بقدر پنجاہ ہزار سوار آمادہ برگستوال و بیرق و تعبیہ ساختہ و خلق و عوام شہر از معارف و اوساط و ارذال چندال مرد از سوار و پیادہ بیروں رفت کہ از "شہر نو" کیلوکھری تا درون شہر کہ قصر سلطنت بود بیست صف مرد پشت بہ پشت چوں باغ فراہم یافتہ کتف بر کتف نہادہ صف در صف ایستادہ ...... چوں رسل ترکستاں از در "شہر نو" برنشستند الخ"

اس کا بہترین ثبوت کہ شہر نو کی بنیاد کیقباد نے نہیں ڈالی خود خسرو کے بیان سے

مترشح ہی۔ "صفتِ قصرِ نو و شہرِ نو اندر لبِ آب" میں اُنھوں نے صرف قصر کی تعریف کی
ہی اور اسی کو کیقباد کی طرف منسوب کیا ہی۔ "شہرِ نو" کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ یہ امر
بیّن ہی کہ اگر شہرِ نو میں قصر کے علاوہ کوئی حصّہ معزالدین کا تعمیر کیا ہوا ہوتا تو اس کا ذکر
وہ ضرور کرتے۔ علاوہ ازیں کیقباد ۶۸۶ھ میں تخت پر بیٹھا اور اگر یہ مان لیا جائے کہ
اُس کا جلوس اوائل سال میں وقوع میں آیا (اور قرائن کا یہی تقاضا ہی) تو ذو الحجہ ۶۸۶ھ
تک جبکہ بادشاہ دارالسّلطنت سے روانہ ہو کر کیلوکھری قصر معزی کو گیا ہی کسی طرح
نیا شہر بنا قیاس میں نہیں آسکتا۔ اسقدر قلیل مدّت صرف ایک عالی شان محل کی تعمیر کے
لیے کافی ہی۔

قصر کی تعمیر کے بعد کیقباد کا اس کو اپنا دارالسّلطنت قرار دینے لینا خود ظاہر
کرتا ہی کہ شہرِ نو اس کے زمانہ میں اسقدر آباد تھا کہ فوراً دارالسّلطنت بنا لینے میں کوئی
دقّت نہیں ہوئی چنانچہ جب کیقباد کے بعد جلال الدین خلجی تخت پر بیٹھا تو اس نے اس
مقام کو اپنا دارالسّلطنت منتخب کر لینے میں کوئی دقت نہیں دیکھی۔ البتہ اس کے
زمانے میں اس شہر کو ترقی حاصل ہوئی۔

دہلی کی عمارات اور آثار میں اس زمانے میں تین چیزیں امتیازِ خاص رکھتی تھیں
مسجد جامع، منارۂ ماذنہ، اور حوضِ سلطانی۔ خسرو نے اور بھی جہاں کہیں دارالسلطنت
کی یاد کی ہی انھیں تین چیزوں کو خصوصیت کے ساتھ شمار کیا ہی[۱]

[۱] مثلاً دیکھو مثنوی تحفۂ خط غرۃ الکمال بنام تاج الدین زاہد از آزاد دہ ۱۲

مسجد جامع کے متعلق حسبِ ذیل اشعار قابلِ غور ہیں ؎

غلغلِ تسبیح بگنبد درون　　رفتہ زنہ گنبدِ والا برون

گنبدِ او سلسلہ پیوند راز　　سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

در تہ سقفش ز سما تا زمیں　　نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں (صفحہ ۳۰)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں مسجد مذکورہ میں نو گنبد تھے مسجد کی چھت کے نیچے جا بجا ستون قایم تھے ؎

در تہ سقفش ز سما تا زمیں　　نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

یہ وہی ستون تھے جو مسجد مذکورہ کی تعمیر سے پہلے رائے پتھورا کے مندر میں لگے ہوئے تھے ان میں سے کچھ ستون اس وقت بھی موجود ہیں اور مسجد مذکور کا محلِ وقوع بتاتے ہیں

منارہ کے متعلق ؎

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ　　از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

آں کہ ز زر بر سرش افسر شدہ است　　سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود　　زد زرِ خورشید عیارے نمود

سنجر سنگیں کہ ستونِ سپہر　　آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں　　کرد زمیں تا بفلک نردبان

گرد سرش کرد موذن چو گشت　　قامتش از مسجدِ عیسےٰ گذشت

موذنش آں جا کہ اقامت کشید　　قامتِ موذن نتواند رسید (صفحہ ۳۰-۳۱)

اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ منارہ ماذنہ تھا۔

بعض محققینِ آثار کو (جن کی نظر سے غالباً یہ اشعار نہیں گزرے) اس سے انکار ہی۔ لیکن خسرو کا بیان سندِ قطعی ہی۔ اور اس میں کوئی شبہ کی گنجایش نہیں۔ فیروز شاہ تغلق کے زمانے میں منارۂ مذکور میں بجلی گرنے سے خلل آگیا تھا اور اُس نے اوپر کے حصّہ میں بہت کچھ اضافہ اور ترمیم کی، لیکن خسرو کے زمانے میں یہ منارہ اصلی حالت میں موجود تھا۔ اور ابن بطوطہ نے بھی ترمیم مذکور سے کچھ ہی دن پہلے محمد تغلق کے عہد میں اس منارہ کو دیکھا تھا۔ خسرو کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور کے اوپر چتر (یا قبّہ) بنا ہوا تھا جس کا اوپر کا حصّہ سونے کا تھا۔ ابن بطوطہ کی اس مینار اور چتر کے متعلق حسبِ ذیل عبارت ہی:

"یہ مینار سُرخ پتّھر کا بنا ہوا ہی۔ حالانکہ مسجد سفید پتّھر کی ہی۔ مینار کے پتّھروں پر نقش کندہ ہیں اور اُن کا اوپر کا چتر خالص مرمر کا ہی اور لٹّو زرِ خالص کے ہیں۔"

خسرو اور ابن بطوطہ کے بیانات پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہی کہ منارۂ مذکور بحالتِ اصلی محض سُرخ پتھر کا تھا جس کے اوپر ایک سنگِ مرمر کا چتر تھا اور چتر کے لٹّو اور کلس (غالباً) سونے کے تھے۔ افسوس ہی کہ جہاں تک ہمیں معلوم ہی خسرو نے کہیں اسکے متعلق کنایتہً بھی ذکر نہیں کیا کہ اُس زمانے میں مینار مذکور کے کتنے درجے تھے۔

حوضِ سُلطانی کے متعلق ۵

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آبِ گہر صفوت و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ آئینۂ زآبِ حیات
شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آب خوش
در تہِ آں بس ز صفا ریگِ خرد — کور تواند بدلِ شب شمرد
سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوہ تبر دامنے اقرار کرد
چوں مد و جزرش ز نشیب و فراز — زآب ز کوہ آمدہ و رفتہ باز
چوترہ و قصر بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب
رود بسے زو شدہ تا آبِ جوں — جوں ز پئے آب ازو جستہ عون
گرد وے از اہلِ تماشا گروہ — دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ (صفحہ ۳۲-۳۳)

اِن اشعار سے ثابت ہوتا ہی کہ یہ حوض جس کو سلطان التمش نے (سنہ ۶۲۷ھ سنہ ۱۲۲۹ء میں) تعمیر کیا تھا دو پہاڑوں کے بیچ میں واقع تھا اور اس کی موجیں دامان کوہ سے ٹکراتی تھیں یہ تمام شہر کو میٹھا پانی یہیں سے دستیاب ہوتا تھا۔ دریائے جمنا سے اُس حوض تک بہت سے نالے نکالے گئے تھے۔ پانی ایسا صاف شفاف تھا کہ تہ کی ریگ دکھائی دیتی تھی۔ بیچ حوض میں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا جس پر ایک عمارت بھی قایم تھی۔ شہر کے لوگ تفریح طبع کے لیے یہاں آتے اور دامنِ کوہ پر خیمہ زن ہوتے تھے۔

علاء الدین کے زمانہ میں اس حوض کی مرمّت ہوئی تھی اور بیچ میں ایک خوشنما گنبد تعمیر کرا دیا گیا تھا۔ قران السعدین کے بیان سے یہ امر ثابت ہوتا ہی کہ اس گنبد سے پہلے

التمش کا چبوترہ موجود تھا۔

اس مثنوی میں خسرو نے علاوہ دہلی کے خاص اُس کے مضافات و حوالی کا بھی ذکر کیا ہے۔

کیقباد اپنے لشکر کے ساتھ دار السّلطنت سے روانہ ہو کر سیری میں خیمہ زن ہوا

کوکبۂ زیں نمط انجم شمار / رفت بروں با علمِ شہریار

نصب شد اعلامِ مبارک اصول / کرد سراپردہ بسیری نزول

بارگہ شاہ دراں بوستاں / روے ظفر داشت بہندوستاں (صفحہ ۵۱)

بارگہ خاص بسیری رسید / سبزۂ تر بر سرِ سبزی رسید

دائرہ خیمہ بسیری قطار / ابر فرود آمدہ در مرغزار

بس کہ دراں گلشنِ مینونشاں / شاہ شد از ابرِ کرم دُر فشاں

ہر کہ دریں سبزہ نظر در گرفت / قطرہ طلب کرد و گہر بر گرفت (صفحہ ۵۲)

ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں "سیری" سبزہ زار تھا۔ کوئی تیرہ یا چودہ برس بعد علاء الدین نے حملۂ مغل کے وقت دہلی سے نکلکر اسی میدان میں جنگ کی تھی اور فتحمند ہونے پر بطور فالِ نیک اپنے دار السلطنت کے لیے اس موقع کو انتخاب کیا تھا۔ اس کے جانشین ~~کیقباد~~ مبارک نے حصار و عماراتِ سیری کی تکمیل کی۔ اور اس کا نام "دار الخلافہ" رکھا۔ یہ حالات مفصّل طور پر امیر خسرو نے مثنوی نہ سپہر میں لکھے ہیں۔

حوالی شہر میں تلپیٹ، اندپٹ اور افغان پور کا بھی ذکر کیا ہے۔

میمنہ بر تلپتہ زد یکسرہ — بود میان اندپتہ میسرہ
پیل گراں سنگ بہ بہاپور بود — قلب چو دریاش درآمد بجود
پیش بہاپور بلبت درسہ میل — سنگ گراں سرشدہ از پای پیل (صفحہ ۵۲)

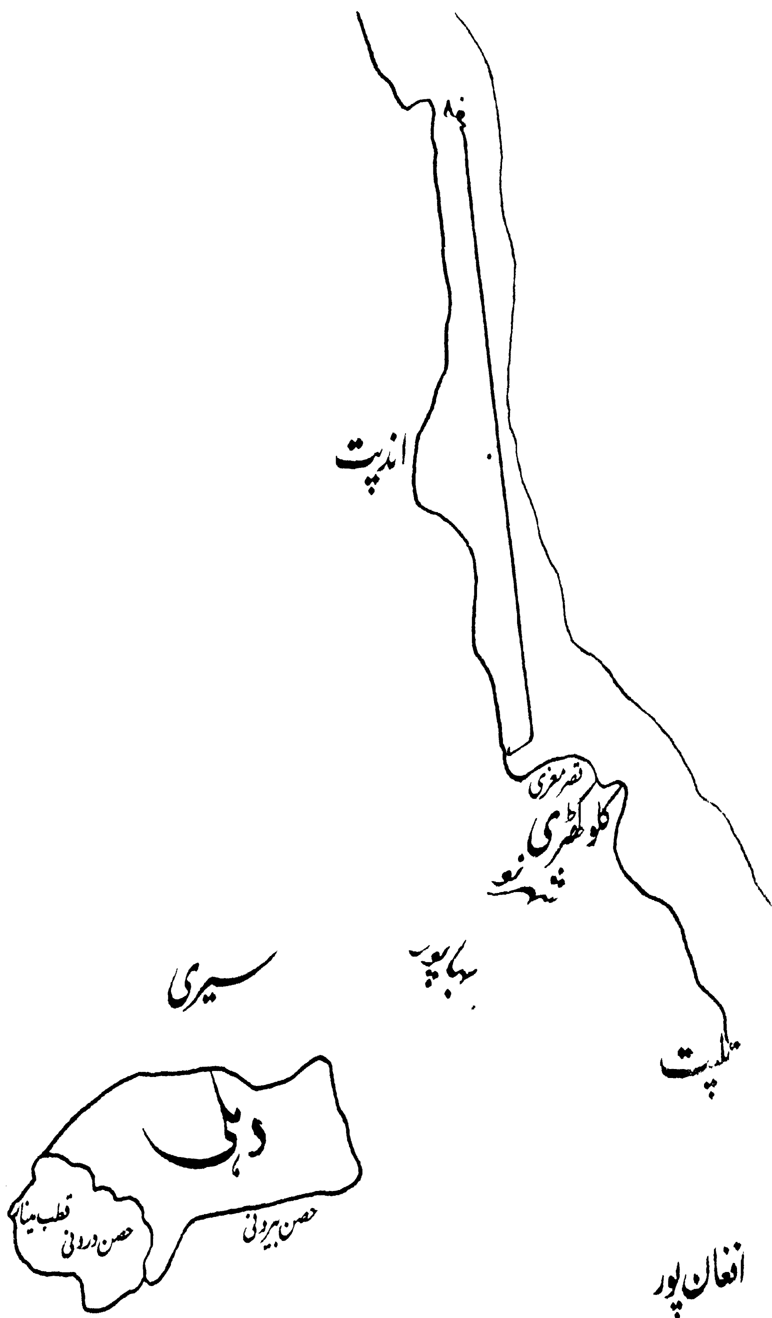
لشکر شاہی کا سیدھا بازو تلپت میں، الٹا اندپت میں اور بہاپور میں قلب لشکر تھا۔ اندپت (اندرپت یا اندر پرست) کا محل وقوع دہلی کہنہ سے ساڑھے ۴ میل شمال مشرق کی طرف ہے جہاں فی زمانا پرانا قلعہ یا قلعہ دین پناہ ہمایوں بنا ہوا ہے۔

تلپت کا ذکر ابن بطوطہ نے بھی کیا ہے وہ لکھتا ہے کہ "تلپت دہلی سے سات آٹھ میل کے فاصلے پر ہے" اب بھی اس نام کا ایک پرانا گاؤں متھرا کی سڑک کے پاس ضلع دہلی میں دہلی سے کوئی تیرہ میل جنوب مشرق کی طرف واقع ہے۔ اس زمانے کی تاریخوں میں اس کا ذکر کثرت سے پایا جاتا ہے۔ دہلی سے پورب کو آتے جاتے جمنا کو پار کرتے وقت یہ مقام ملتا ہے۔

بہاپور، اس کا محل وقوع خسرو کے بیان سے اس طرح تحقیق ہوتا ہے کہ وہ اندپت اور تلپت کے بیچ میں تھا۔ بدایونی نے دو جگہ اس کا ذکر کیا ہے۔ ایک تو اس موقع پر جب کیقباد کے مرنے سے پہلے جلال الدین خلجی نے شمس الدین کیکاؤس کو (جسے اہالی دہلی نے تخت نشین کر دیا تھا) بہارپور میں جہاں جلال الدین خود مقیم تھا نظربند کر لیا۔ اور دوسرے اس موقع پر جب کیقباد کے قتل ہونے کے بعد بہاپور میں کیکاؤس کو تخت نشین کیا گیا۔

"شہر نو" (کلوکھری) روانہ ہو کر بادشاہ نے پہلی منزل حدود تلپت و افغان پور

نقشہ دہلی قدیم مع مضافات بعہد معزالدین کیقباد (سنہ ۶۸۶-۶۸۹ھ)



میں کی ہے

کوچ سپہ کردشہ از شہرِ نو — داد جہاں را ز ظفر بہرِ نو

منزلِ اوّل کہ شد از شہر دُر — بود حدِ تلپت و افغان پور

یافت سراپردہ در آن جا مقام — دشت در آمد ز رسنہا بدام (صفحہ ۸۹)

افغان پور کا محلِ وقوع بدایونی نے تغلق آباد سے تین کوس بیان کیا ہے یہیں پر بنگال سے واپس ہوتے ہوئے محمد تغلق نے اپنے باپ غیاث الدین تغلق کا اُس محل میں استقبال کیا تھا جو غیاث الدین پر گر کر اُس کی موت کا موجب ہوا۔

(دیکھو ابن بطوطہ اور بدایونی)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ افغان پور تغلق آباد سے تین کوس مشرق کی طرف واقع تھا جو جمنا کو عبور کرنے کے بعد تغلق آباد کے راستہ میں پڑتا تھا۔

اِن مضافات کے محلّ وقوع کو سمجھنے کے لیے ہم جداگانہ ایک سرسری خاکہ اُس وقت کی دہلی کا دیتے ہیں۔ (دیکھو نقشہ مقابل صفحہ ہٰذا)

(۴)

قران السّعدین کا سلسلۂ تواریخ و شہور و سنین

خسرو نے قران السّعدین میں کیقباد کی تخت نشینی کا سال ۶۸۶ھ بیان کیا ہے۔ لیکن خلافِ عادت جا بجا تاریخ اور مہینہ نہیں دیا۔ دوسری مثنویوں مثلاً نہ سپہر، فتح الفتوح تغلق نامہ وغیرہ میں وہ نہ صرف تاریخ اور دن دیتے ہیں بلکہ ساعت اور زائچہ

تک بیان کر دیتے ہیں ۔ مثنوی کے واقعات کے متعلق بجز د و مقامات کے اُنھوں نے
کہیں پر سنہ نہیں دیا۔ حالانکہ بعض جگہ مہینوں کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ واقعات کے ساتھ
موسموں اور فصلوں کی کیفیت بیان کی ہے۔

سال جلوس کے علاوہ جو دوسرا سنہ اُنھوں نے بیان کیا ہے وہ مثنوی کے
ختم ہونے کی تاریخ یعنی رمضان ۶۸۶ھ ہے ؎

ساختہ گشت از روشِ خامہ ۔۔۔ از پسِ شش ماہ چنیں نامہ

در رمضاں شد بسعادت تمام ۔۔۔ یافت قراں نامہ سعدین نام

آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت ۔۔۔ بود سنہ شش صد ہشتاد ہشت ۶۸۸ (صفحہ ۲۴۰)

دوسرے واقعات کی تاریخ کا سلسلہ اسی تاریخ کے ذریعہ سے اس طرح قایم
ہوتا ہے۔

(۱) خسرو نے یہ مثنوی اَودھ سے لوٹ کر رمضان ۶۸۶ھ میں چھ مہینے کی محنت
کے بعد لکھی۔

(۲) اُن کا دھلی پہنچنا ماہِ ذیقعدہ میں ہوا ؎

ہمچو مہ عید خوش و شاد بہر
(صفحہ ۲۲۲)
در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

مثنوی کی تصنیف میں جو چھ مہینے صرف ہوئے اُن کا لحاظ رکھتے ہوئے اس
مہینے سے ذو القعدہ ۶۸۵ھ مقصود ہے۔

(۳) بنابریں باقی مثنوی کے تمام واقعات ذوالقعدہ ۶۸۵ھ اور جلوس کیقباد ۶۸۶ھ کے مابین ہوئے۔

(۴) بادشاہ اخیر ذی الحجہ میں دہلی سے کلوکھری گیا تھا، اور وسط ربیع الاوّل میں لشکر کی روانگی جانبِ اودھ ہوئی تھی۔

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالسلطنت سے کیقباد ذی الحجہ ۶۸۶ھ میں اور لشکر وسط ربیع الاوّل ۶۸۷ھ میں روانہ ہوا۔

(۵) جیسا کہ اُنھوں نے منظوم خط میں بیان کیا ہے دو مہینے کے سفر کے بعد لشکر اودھ پہنچا۔ اس حساب سے لشکر کا پہنچنا وسط جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں ہوا یہی مہینہ قِران السّعدین کے خاص واقعہ یعنی ملاقات کا سمجھنا چاہیئے۔

قران السعدین میں ملاقات کے طالع و وقت وغیرہ کے بیان میں (دیکھو صفحہ ۶۷) حسبِ ذیل شعر بھی درج ہے۔

تیرہ شبے و مہِ گردوں بخواب

ماہِ زمیں منتظرِ آفتاب (صفحہ ۱۶۸)

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اخیر جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ میں وقوع میں آیا۔

(۶) میں جلوسِ کیقباد کی تاریخ ۶۸۶ھ کے نصف اوّل میں قرار دیتا ہوں اس لیے کہ ذی الحجہ ۶۸۶ھ سے پہلے قصرِ شاہی کلوکھری میں تعمیر ہو چکا تھا اور ناصر الدین محمود بلبن کی وفات اور کیقباد کی تخت نشینی کی خبر پاکر لکھنوتی (بنگال) سے

چلکر اَوَدھ پر لشکر کشی کر چکا تھا۔ ان واقعات کے لیے میرے خیال میں کئی مہینے درکار ہیں۔

اس مثنوی میں خود اپنے متعلق امیر خسرو کا بیان غور طلب ہی وہ لکھتے ہیں کہ وہ دربار معزی میں باریاب ہونے سے پیشتر اَوَدھ میں چھ مہینے رہے ؎

با عَلَمِ فتح دراں راہِ دور	سایہ فشاں شد بجدِ کیتبور
خان جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اَوَدھ سرفراز
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم زانچہ کہ بد بیش ازاں
در اَوَدھم برد بہ لطفے چناں	کیست کہ از لطف تبابد عناں
غربت از احسانش چنانم گزشت	رکم وطنِ اصل فراموش گشت
در اَوَدھ از بخششِ او تا دو سال	ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپئے شرمِ خداوند خویش	رفتہ زجاے خود و پیوند خویش (صفحہ ۲۲۱)

اس بیان سے ظاہر ایسا مترشح ہوتا ہی کہ وہ دو برس تک مسلسل دہلی سے جدا اَوَدھ میں خان جہاں کے ساتھ رہے لیکن یہ قیاس صحیح نہیں ہی۔ اس لیے کہ جیسا کہ اُس منظوم خط سے جس کے اشعار اوپر نقل کیے جا چکے ہیں معلوم ہوگا وہ ربیع الاوّل ۶۸۶ھ میں لشکر شاہی کے ہمراہ دہلی سے روانہ ہوئے تھے اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہی ذی الحجہ ۶۸۷ھ میں دہلی واپس آگئے تھے۔ لشکر شاہی دو مہینے کی مسافت کے بعد وسط جمادی الاولی ۶۸۶ھ میں اَوَدھ پہنچا اور جیسا کہ قران السعدین سے معلوم ہوتا ہے

ایک ماہ کے سفر کے بعد خسرو اَوَدھ سے دہلی واپس ہوئے ؎

یک مہِ کامل بہ کشیدم عناں
راہ چنیں بود و کشش آں چناں
(صفحہ ۲۲۲)

اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ جمادی الاولیٰ ۶۸۷ھ ہی میں اَوَدھ پہنچ گئے تھے اور اخیر شوال ۶۸۷ھ میں وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو ان کے قیام اَوَدھ کی مدت زیادہ سے زیادہ پانچ مہینے ہوتی ہی۔

اس اختلاف کے رفع کرنے کی صورت حسب ذیل ہی۔

جیسا کہ خسرو نے دیباچہ غرۃ الکمال میں بیان کیا ہی کیقباد کی تخت نشینی کے وقت انھوں نے عزلت نشینی ترک کر کے حاتم خاں خان جہاں کی ملازمت اختیار کر لی تھی۔ ایک اور جگہ لکھا ہی کہ جس وقت کیقباد نے اَوَدھ سے مراجعت کرتے ہوئے خان جہاں کو اقطاع اَوَدھ حوالہ کئے تو خسرو خان جہاں کے ساتھ سابق تعلق کی بنا پر اَوَدھ جانے پر مجبور ہو گئے۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ جلوس معزی اوائل ۶۸۶ھ کے وقت سے خان جہاں اَوَدھ میں تھا، تو خسرو کا تقریباً دو سال تک اَوَدھ رہنا ثابت ہو جاتا ہی۔ اگرچہ یہ امر مسلّم ہی کہ وہ اخیر دفعہ دہلی واپس آنے سے آٹھ مہینے پہلے (ممکن ہی کہ محض چند روز کے لئے) دہلی آئے ہوئے تھے۔

(۵)

خسرو کی اکثر مثنویوں میں حمد و نعت کے بعد اپنے مرشد سلطان المشایخ حضرت شیخ نظام الدینؒ کی تعریف ہوتی ہے۔ خمسہ کی تمام مثنویوں اور عشیقہ اور نہ سپہر میں یہ التزام ہے۔ تغلق نامے کا ابتدائی حصّہ موجود نہیں ہے۔ اُس میں بھی اغلباً مدح شیخ ہوگی۔ خمسہ سے پہلے کی مثنویوں میں البتہ یہ التزام نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ قرآن السّعدین میں شیخ کی مدح موجود نہیں ہے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ قران السعدین اور اُس سے پہلی مثنویوں کی تصنیف کے وقت خسرو کے تعلقات شیخ رحمہ اللہ سے پیدا نہیں ہوئے تھے؟

یہ قیاس واقعات کے قطعاً خلاف ہے۔ تحفۃ الصغر میں جو امیر کا پہلا دیوان ہے اور جس میں بیس برس تک کا کلام پایا جاتا ہے، شیخ کی تعریف میں ایک نہایت عمدہ ترکیب بند اور رباعیات اور قطعات موجود ہیں۔ وسط الحیوٰۃ میں بھی مدحِ شیخ میں قصائد وغیرہ ہیں۔

علاوہ اس داخلی سند کے معتبر ترین تاریخی شواہد سے بھی یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ شیخ کے ساتھ امیر خسرو کے تعلقات کی ابتدا عنفوانِ شباب سے ہوئی اس بارے میں سب سے زیادہ قابلِ وثوق بیانات سیر الاولیاء کے مصنف سید محمد مبارک کرمانی (المعروف بہ امیر خورد) کے ہیں جو تقریباً معاصر مورخ کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن کے آباؤ اجداد کے حضرت شیخ اور امیر خسرو کے ساتھ نہایت گہرے مخلصانہ اور معتقدانہ تعلقات تھے۔

امیر خورد اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ جس وقت حضرت شیخ نظام الدین حضرت شیخ فریدالدین کے مرید ہوکر دہلی تشریف لائے ہیں وہ امیر خسرو کے نانا راوت عرض (عماد الملک) کے مکان میں دو برس تک مقیم رہے ہے (سیر الاولیا صفحہ ۱۰۸)۔
یہ زمانہ امیر خسرو کی آغازِ شاعری کا تھا۔ جو نظم لکھتے تھے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے چنانچہ خسرو نے "طرز صفاہانیان" پر غزلسرائی شیخ کی فرمایش سے شروع کی تھی (سیر الاولیا صفحہ ۳۰۱)

الغرض یہ گمان تو صحیح نہیں ہوسکتا کہ اس مثنوی یا اس پہلی مثنویوں میں مدح شیخ کا موجود نہ ہونا عدمِ تعلقات کا اظہار کرتا ہی لیکن اس فرد گزاشت کی کوئی نہایت قوی وجہ ہمارے سمجھ میں نہیں آتی۔ یہ ہوسکتا ہی کہ چونکہ خمسہ کا آغاز شیخ کی بشارتِ روحانی سے ہوا تھا (دیکھو مطلع الانوار خلوت سوم) سب سے پہلے منقبت شیخ کا التزام کرنے کا خیال اُسی وقت سے پیدا ہوا اور چونکہ خسرو کا وفورِ عقیدت اور رُسوخ روز افزوں ترقی کرتا رہا اس لیے یہ التزام اخیر تک قایم رہا۔

(۶)

مثنوی قران السعدین کا ایک شعر تاریخی دلچسپی رکھتا ہی۔ خسرو نے کشتی کی تعریف میں لکھا ہی ؎

ماہِ نوی کاصلِ وے از سال خاست
گشت یکے ماہ بدہ سال راست (صفحہ ۱۴۵)

کہتے ہیں کہ جس وقت مولنا جامی نے اس شعر کو دیکھا تو انھیں سال اور ماہ کے معنی سمجھنے میں بہت کچھ تردد ہوا۔ بالآخر اُنھوں نے اس شعر کی تفسیر میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا اور بحث کا خاتمہ اس پر کیا کہ:۔

"چیزے خواستہ کہ بزبانِ ہند مخصوص باشد"

نفائس المآثر کا مصنّف کہتا ہی کہ جب سلطان حسین مرزا کے زمانے میں شیخ جمالی دہلوی خراسان گئے تو اُن کی ملاقات مولانا جامی سے بھی ہوئی۔ مولانا نے اس شعر کے معنی شیخ سے دریافت کیے تو شیخ نے کہا کہ "سال" دراصل ایک لکڑی کا نام ہی جس سے ہندوستان میں کشتی بنائی جاتی ہی[1]۔

خسرو نے اور بھی جابجا ہندی الفاظ کا آزادی سے اپنے یہاں استعمال کیا ہی اور اُن سے طرح طرح کے لطایف اور صنایع و بدایع پیدا کیے ہیں بالخصوص اس قسم کے الفاظ سے بکثرت مُفید ایہام نکالے ہیں[2]۔

یہ قصّہ ہمیں خسرو کی شاعری کی ایک اہم اور سبق آموز خصوصیت یاد دلاتا ہی جس کو یہاں مختصر طور پر بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہی۔

دنیا کے بڑے آدمیوں کے حالات کا مُطالعہ کرتے وقت (خواہ وہ زندگی کے کسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں) یہ دیکھا جاتا ہی کہ کہاں تک وہ اپنے حالات ماحول کا ماحصل تھے اور کس حد تک اُنھوں نے بذاتِ خود گرد و پیش کے حالات پر اثر ڈالا اور

[1] یہ تمام قصّہ ہفت آسمان میں لکھا ہی (دیکھو صفحہ ۲) [2] مثلاً خزائن الفتوح میں ہندی اسماء اور اعلام کو تحریف سے محفوظ رکھنے کے لیے اس قسم کی پُر لطف صنعتوں کا استعمال کیا ہی۔ ۱۲

اُن کو تبدیل کرنے میں حصہ لیا۔ تاریخ جہاں ایک طرف بڑے آدمی بناتی ہے وہاں دوسری طرف بڑے آدمی تاریخ بناتے ہیں۔

خسرو دونوں لحاظ سے ہندوستان کی تاریخ میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک طرف وہ اس دور کے صحیح نمایندہ ہیں اور دوسری طرف ہندوستان کی تاریخ پر اُن کا گہرا اثر پڑا ہے۔

دنیا کے بڑے آدمی اچھے ستاروں کے اجتماع کے وقت پیدا ہوتے ہیں۔ خسرو نے بھی کسی ایسی ہی گھڑی جنم لیا تھا۔ جس عہد میں پیدا ہوئے اُس کی "ترکیب ثلاثہ" اپنے ساتھ لیے ہوئے آئے اور اُن کی شاعری تمام آبائی، قومی اور ملکی اثرات سے مل کر پیدا ہوئی۔ اُن کے باپ خالص ترک تھے، لیکن اُن کی ماں عماد الملک "راوت" کی بیٹی اور نسلاً ہندی تھیں۔ اُن کے باپ کا سایہ صغر سنی ہی میں اُن کے سر سے اُٹھ گیا اور اُنھوں نے اپنی ماں کی گود اور نانا کی سرپرستی میں نشو و نما پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کی شاعری سراسر ایسے جذبات اور خیالات سے معمور ہے جنھیں وطن اور گھر کے اثرات کے علاوہ ماں کی جانب سے ورثۂ طبعی قرار دیا جا سکتا ہے۔ اُنکی آبائی زبان ترکی تھی اور قومی اور علمی زبان فارسی۔ جو اُس عہد میں ہندوستان کے مسلمانوں میں مشترک زبان کے طور پر بولی اور لکھی جاتی تھی، لیکن خسروؒ کی مادری زبان ہندوستانی تھی، جسے وہ اسقدر عزیز رکھتے اور وقتاً فوقتاً اپنے شاعرانہ جذبات کے اظہار کا آلہ بناتے تھے۔ اسی وجہ سے اُن کی شاعری بحیثیتِ مجموعی ہندوستان کے اُس دلچسپ دور کا آئینہ ہے جس وقت

ملک کے مختلف عناصر میں امتزاج و اختلاط ہو رہا تھا اور اہلِ ملک کے لیے زبان، جذبات، اور خیالات کی آمیزش اور موافقت کی شاہراہ تیار ہو رہی تھی۔

ملک کی اس مشترک تہذیب کی ترقی میں خسرو کا خاص حصہ ہے۔ وہ وطن کی محبت کو ایمان سمجھتے تھے اس حق کو انھوں نے خوب ادا کیا ہے اور حب الوطنی کے جذبات کو ہر طرح مضبوط کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح خیالات اور زبان کی آمیزش سے مشترک زبان کی بنیادیں جمانے اور اتحادِ خیالات پیدا کرنے میں جو حصہ لیا ہے وہ کسی تفصیل کا محتاج نہیں ہے۔

جو سوت آج سے سات سو برس پہلے پہیلیاں اور گیت ہو کر چھوٹا تھا وہ آج سمندر ہو گیا ہے اور اس برِ اعظم کی تسخیر کے لیے موجیں مار رہا ہے۔ جو سُریلے راگ مسعود سعد سلمان اور خسرو نے ملکی زبان میں نکالے تھے وہ میر اور غالب، درد اور سودا، انیس اور میر حسن کے چہچہے بن گئے ہیں۔ جو آواز اس ہندوستانی شاعر نے ملک کی حمایت اور محبت میں بلند کی تھی وہ آج تمام ملک کی صدا ہو گئی ہے اور آوازِ بازگشت کے طور پر حالی اور اقبال کے دلکش نغموں میں سنائی دیتی ہے۔ مبارک ہے وہ شخص جو تاریخ کے صحیح رجحانات کو پہچانتا اور ان کی تائید اور ترقی میں ساعی ہو کر بعد کی نسلوں میں اپنا نام ہمیشہ کے لیے نیکی اور محبت کے ساتھ یاد کیے جانے کے واسطے چھوڑ جاتا ہے۔

آؤ اس تمہید کو ختم کرنے سے پہلے مثنوی قران السعدین کے اخلاقی نتیجہ پر غور کریں۔ جس طرح باپ اور بیٹے میں اختلاف کے بعد صُلح ہو گئی جسے شاعر نے مبارک

سمجھ کر "قران السعدین" قرار دیا اسی طرح ملک کا پریشان شیرازہ آپس کی محبّت سے یکجا ہو سکتا ہے۔ اُس وقت کے لیے قران السّعدین سے خسرو کی یہ غزل بطور "پیامِ اُمّید" سن رکھنی چاہیئے۔ جن سچّے اور پاکیزہ انسانی جذبات کی ان اشعار میں ترجمانی کی گئی ہے اُن کی صحیح قدر اُسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اُن سے اخوّت و یگانگت کو مضبوط کرنے اور محبّت و رواداری کو ترقی دینے میں مدد لیں، جس کے ساتھ مستقبل وطن کی اُمیّدیں وابستہ ہیں ؎

خرّم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد	آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد
دیدہ بر رہ کہ چو گل بندد و بوئے خبرش	گرچہ در دیدہ زنوکِ مژہ خارے برسد
لذّتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند	جانِ بیکار شدہ باز بکارے برسد
گرچہ در دیدہ کشد ہیچ غبارش نبود	ہر کجا از قدمِ دوست غبارے برسد
لذّتِ وصل نداند مگر آں سوختۂ	کہ پس از دُوریِ بسیار بیارے برسد
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مُرغِ اسیر	کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا یارِ تو گر می نرسد خود می پوے
بہرِ تسکینِ دلِ خویش کہ آرے برسد (صفحہ ۱۹۲)

سیّد حسن برنی

(کاتب: سید محمد اعظم علی ترمذی)

مقدمہ

مثنوی قران السعدین خسرو

نوشتہ

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم

نقطۂ ہر حرف بزیب تریں
مردمک چشم معانی نقیں
اوج معانی نہ بمقدار طبع
لیک گزشتہ ز سمٰوات سبع

(از مثنوی قران السعدین)

فہرست مضامین

مقدمہ

قران السعدین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقدّمہ

ترتیبِ نظم و وجہ تسمیہ

امیر خسروؒ دہلوی کی مثنویات میں یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جس میں سلطان معزالدین کیقباد اور اُس کے باپ کی ملاقات کا قصّہ خود سلطانِ موصوف کے حکم سے ۶۸۸ھ میں امیر صاحب نے نظم کیا۔ اور مضمون کی مناسبت سے اس کا نام قرآن السعدین رکھا۔

لفظ قِران کے لُغوی معنی تو اِتّصال یا ملاپ کے ہیں مگر نجوم کی اصطلاح میں آفتاب کے سوا باقی سیّاروں میں سے دو سیاروں کا ایک جا نظر آنا اُن کا قِران کہلاتا ہے اور مشتری و زہرہ کو اہلِ تنجیم سعدِ اکبر و سعدِ اصغر سمجھتے ہیں اس لیے اِن دونوں کے قِران کو قِران السّعدین کہتے ہیں۔ تو شاعر نے دو بادشاہوں کی ملاقات کو کہ مُلک و ملّت کے لیے موجبِ سعادت تھی تشبیہاً قِران السعدین

سے موسوم کیا۔ پس یہ نام کنایہ ہے اصل قصہ سے۔

کچھ ابتدائی کیفیت امیر صاحب نے معزالدین کی تخت نشینی اور موسم سرما کے عیش و عشرت کا ذکر کر کے قصہ یوں شروع کیا ہے کہ:-

"یکایک شاہِ شرق کی فوج کشی کا غلغلہ بلند ہوا"

اُس زمانہ میں جب کہ یہ مثنوی لکھی گئی تھی اتنا ہی اشارہ کافی تھا۔ لیکن آج ساڑھے چھ سو برس کے بعد تاریخ داں کے سوا کس کو معلوم ہے کہ معزالدین اور شاہِ شرق کون تھے؟ کب تھے؟ کہاں تھے؟ کس خاندان سے تھے؟ لہذا کچھ ابتدائی کیفیت بھی یاد رکھنی چاہیئے تاکہ اس قصہ کا سر و بُن سمجھ میں آ جائے

سلطان شہاب الدین غوری نے ہندوستان فتح کر کے دہلی کو دارالملک بنایا۔ اور قطب الدین ایبک کو دلّی میں اپنا نائب سپہ سالار مقرر کیا۔ سلطان غوری کی وفات کے بعد قطب الدین ایبک یہاں کا خود مختار سلطان ہو گیا۔ قطب الدین کی وفات کے بعد اُس کا داماد شمس الدین التمش تخت و تاج کا وارث ہوا۔ التمش کی وفات کے بعد اُس کی اولاد میں تیس سال تک سلطنت رہی۔ اور اس قلیل مدّت میں پانچ بادشاہ تخت نشین ہوئے:-

(۱) سلطان رُکن الدین فیروز بن التمش ۶۳۳ھ

(۲) سلطان رضیہ بیگم بنت التمش ۶۳۴ھ

(۳) سلطان معزالدین۔ بہرام شاہ بن التمش ۶۳۷ھ

(۴) سلطان علاء الدین بن مسعود بن رکن الدین فیروز ۶۴۲ھ

(۵) سلطان ناصر الدین محمود بن التمش ۶۴۴ھ

سلطان غیاث الدین بلبن بلبن بندگانِ شمسی میں سے تھا۔ اس نے اپنی قابلیت سے اعلیٰ مناصب پائے۔ اور سلطان شمس الدین کی دامادی[1] کا فخر بھی حاصل تھا۔ اصل و نسب کے لحاظ سے وہ ترکِ افراسیانی تھا۔ سلطان ناصر الدین محمود بن التمش کے عہد میں بیس سال تک وزیرِ سلطنت رہا۔ اور اس سلطان کی وفات کے بعد ۶۶۴ھ میں وہی ملک و سلطنت کا وارث ہوا۔

غیاث الدین کے دو بیٹے تھے :-

بڑا سلطان محمود خاں المخاطب بہ قاآن ملک یہ ولی عہد سلطنت بھی تھا اور مغول چنگیزی کی یورش روکنے لیے اقطاع ملتان و سندھ کی حکمرانی اُس کے سپرد کی گئی تھی۔

چھوٹا بیٹا بغرا خاں تھا جو اقطاع سامانہ[2] و سنام کی حکومت پر متعیّن تھا۔

قِران السعدین کے دو سیّاروں میں سے ایک بغرا خاں ہے۔ لہٰذا اس کا حال کسی قدر تفصیل سے بیان کرنا مناسب ہے۔

سلطان ناصر الدین بغرا خاں عہدِ بلبنی میں لکھنوتی[3] دار الصّدر بنگال کا حاکم طغرل باغی ہو کر خود مختار بن بیٹھا تو سلطان بلبن ایک

---

[1] سلطان غیاث الدین بلبن کی اولاد کا سلسلہ ماں کی طرف سے سلطان شمس الدین التمش و قطب الدین ایبک تک پہنچتا ہے ۱۲

[2] فی الحال ریاست پٹیالہ ملک پنجاب کے علاقہ تشریح صدر شامل ہیں ۱۲ [3] مشرقی بنگال میں ایک شہر تھا جو مدت تک حکام و سلاطین بنگال کا دار السلطنت رہا

بڑا لشکر اُس کی سرکوبی کے لیے جمع کر کے دلّی سے چلا۔ اور سامانہ سے شہزادہ بغرا خاں کو بھی مع اُس کی افواجِ خاصہ کے اس مہم پر اپنے ہمراہ لے گیا۔ طغرل باغی کے قتل اور اُس کے اعوان و انصار کے استیصال کے بعد بلبن نے شہزادہ بغرا خاں کو لوازمِ سلطنت عطا فرما کر ناصر الدین محمود کے لقب سے لکھنوتی کا مستقل سلطان بنا دیا۔ اور تین سال میں اس مہم سے فارغ ہو کر دلّی واپس چلا آیا۔

اس وقت سلطان بلبن کے دونوں بیٹے تو دلّی سے باہر غربی و شرقی حدود میں برسرِ حکومت تھے مگر دو پوتے یعنی کیخسرو فرزند سلطان محمد خاں اور کیقباد پسر ناصر الدین بغرا خاں سلطان کی زیرِ نظر دلّی میں تعلیم و تربیت پا رہے تھے۔ چند سال کے بعد ۶۸۳ھ کی آخر تاریخ کو یہ حادثۂ عظیم پیش آیا کہ ولی عہد سلطنت سلطان محمد خاں والیِ ملتان لشکرِ مغل کے مقابلے میں شہید ہو گیا۔ اس لائق شہزادے کی موت نے بوڑھے باپ کا دِل بٹھا دیا اور صاحب فراش بنا دیا۔ یہاں تک کہ اُمیدِ زیست منقطع ہونے لگی تو ناچار چھوٹے بیٹے ناصر الدین بغرا خاں کو لکھنوتی سے طلب فرمایا کہ اُس کے دیدار سے خان شہید کا غم غلط کرے اور جب سفرِ ناگزیر پیش آئے تو تاج و تخت کا وارث پاس موجود ہو۔ مگر شہزادہ بغرا خاں بنگالہ کی خود مختار حکومت اور وہاں کی حشمت و دولت پر ایسا فریفتہ تھا کہ عرصہ تک باپ کے حکم ٹالتا رہا اور تاکیدِ مزید کے

بعد آیا تو دلّی کی درباداری اور باپ کی خدمت گزاری میں جی نہ لگا۔ ان دنوں سلطان کی حالت بھی علاج معالجہ سے کچھ سنبھل گئی تھی اور تخت کا جلد خالی ہوجانا مشتبہ نظر آتا تھا۔ لہذا بغرا خاں ایک روز شکار کے بہانے سے نکلا اور بے اذن شاہی لکھنوتی کی راہ لی۔ شہزادے کی اس کج ادائی اور بے مہری نے اُس پیرِ غم زدہ کے دل پر ایک چرکا لگایا جس کا درد خانِ شہیدؔ کے داغ سے بھی زیادہ پُر الم تھا۔

گو بغرا خاں پر لگا کر بنگال کے شوق میں اُڑا چلا گیا لیکن تقدیر کا فتویٰ لگ چکا ہی کہ وہ عن قریب بنگالہ سے واپس آئیگا اور اسی قسم کے صدمات اُس کو بھی اپنے بیٹے کے سلوک سے اُٹھانے پڑینگے۔

بعد ازیں سلطان بلبن نے شہزادہ کیخسرو کو جو اپنے باپ کی بجائے اقطاع مُلتان کا حاکم بنا دیا گیا تھا دلّی میں طلب کرلیا۔ اور مرنے سے تین روز پہلے اپنے مُعتمد اعیانِ دولت کو خلوت میں بُلا کر وصیّت فرمائی کہ "میرے بعد کیخسرو تخت نشین کیا جائے" اور دوسرے پوتے کیقباد کی نسبت حکم دیا کہ "وہ اپنے باپ بغرا خاں کے پاس لکھنوتی پہنچا دیا جائے"۔

اب ہم قِران السعدین کے دوسرے سیّارے کیقباد کے احوال کی تصویر پیش کرتے ہیں:-

---

ؔ لقب ہی شہزادہ سلطان محمد خاں کا جو اُس کی شہادت کے بعد مشہور ہوا ۱۲

کیقباد کی تخت نشینی سلطان بلبن کے مرتے ہی اعیان و ملوک نے اُس کی وصیّت کو طاقِ نسیان پر رکھدیا اور اپنی اغراض کے لحاظ سے بادشاہ کا انتخاب کرنے لگے۔ زمرۂ اعیان و ارکان میں ملک الامرا فخر الدین کوتوال شہر نہایت با اثر شخص تھا اور خان شہید سے کدورت رکھتا تھا۔ اس لیے اُس کے بیٹے کیخسرو کی تخت نشینی میں مزاحم ہوا۔ اور اُس کی تند مزاجی سے لوگوں کو ڈرایا اور کیخسرو کو مجبور کیا کہ اپنے اقطاع ملتان و سندھ کی حکومت پر فوراً روانہ ہو جائے اور کیقباد کو جو ایک حلیم و سلیم شہزادہ ۱۷-۱۸ سال کا ناتجربہ کار نوجوان تھا اس کے سر پر تاجِ سلطنت رکھا گیا اور سلطان معز الدین اُس کا لقب ہوا۔ چنانچہ خسرو فرماتے ہیں:-

برسرِ شاں شاہِ جواں بخت زاد | تاجورِ پاک گہر کیقباد
گرد چو در شش صد و ہشتاد و شش | ق | بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش
گنج بر آں گونہ بصحرا فگند | کز کرم آوازہ بدریا فگند

اور کیقباد کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہی کہ:-

شمسِ جہانگیر جدِ باورش | اظہرِ من شمس جدِ دیگرش
ناصرِ حق شاہِ فرشتہ سرشت | خوئے خوشش نسخۂ باغِ بہشت
جدِ سوم شاہِ غیاثِ اُمم | حاکمِ فرماں ز عرب تا عجم

یعنی شمس الدین التمش کیقباد کے باپ کا نانا اور ناصر الدین محمود بن التمش کیقباد

کا نانا اور غیاث الدین کیقباد کا دادا تھا۔

کیقباد کی عیّاشی

بلبن جیسے دیندار سپاہی منش بادشاہ کے زمانہ میں تو کیقباد کی مجال نہ تھی کہ حدِ اعتدال سے قدم باہر رکھتا مگر مکتب سے اُٹھتے ہی ایک زبردست سلطنت زیرِ فرمان پائی تو جذباتِ نفسانی کو قابو میں نہ رکھ سکا عیش و عشرت اور بدمستی و ہواپرستی میں ایسا مستغرق ہوا کہ پھر کبھی ہوش میں نہ آیا۔

اُس کی مجالسِ عیش و طرب کے لیے کیلو کھڑی میں جمنا کے کنارے ایک نیا قصر تعمیر کیا گیا۔ اُس قصر کے گرداگرد شاہد و ساقی، مُطرب، نقال لطیفہ گو، مسخرے، بازی گر، دور دست ممالک سے آ آ کر آباد ہو گئے۔ اور شاہی مجالس کو اندرسبھا کا نمونہ بنا دیا۔

کیقباد کی بے اعتدالیوں کا سیلاب اتنا بڑھا کہ جماعتِ مُلوک و امرا سے گذر کر طبقاتِ عوام تک سرایت کر گیا۔ اس زمانہ میں دِلّی کے در و دیوار نے رندی و بے قیدی کا ایسا تماشا دیکھا جس کا خیال باندھنا بھی سلاطینِ ماضی کے عہد میں دشوار تھا۔ حضرتِ خسروؒ نے اُس کا اظہار اس غزل میں کیا ہے

غزل

اے دہلی! ولے بتانِ سادہ   پگ[1] بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] یہ دوسرا مصرعہ بعض ثقات سے یوں سُنا گیا ہے ع پگ بستہ و کج کلہ نہادہ ۱۲

خوں خوردنِ شاں نآشکارست | گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند زاں کہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دَمدِ گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش | دستار چہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خونابہ ز دیدگاں کشادہ
ایشاں ہمہ با دِ حُسن در سر | و ینہا ہمہ سر بباد دادہ
خورشید پرست شد مُسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ وسادہ

بر بستہ شاں بموئے مرغول
خسرو چو سگے ست در قلادہ

امیر خسروؔ نے مقطعِ غزل میں ابناے روزگار کی حقیقتِ حال کو اپنے نفس کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ عینِ بلاغت ہے۔

ملک نظام الدین کا اقتدار

کیقباد کی عیش پسند طبیعت سے بہت بعید تھا کہ وہ مشاغلِ کامرانی کو چھوڑ کر ملک رانی کی طرف توجہ کرتا۔ یہ دردِ سر اُس نے ملک الامرا کوتوال کے داماد ملک نظام الدین بک دار کو سپرد کر دیا تھا وہ جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

اِس میں شک نہیں کہ وہ مُدبّر و منتظم سردار تھا۔ مگر خود غرض و بدباطن بھی تھا۔

---

[۱] وہ پھول جن کی ڈنڈیاں اونچی نہیں ہوتی ہیں۔ اونچے ڈنڈے والے پھول گلِ سوار کہلاتے ہیں ۱۲

بادشاہ کی غفلت شعاری نے اُس کے دل میں یہ طمعِ خام پیدا کردی کہ اِس مست بد نوجوان کا کام تمام کرکے تاج و تخت کا مالک خود بن جائے۔

بغرا خاں کی طرف سے مُلک نظام الدین کو کچھ اندیشہ نہ تھا۔ وہ دلّی سے کالے کوسوں دور تھا۔ مگر کیخسرو (جو بلبن کی آخری وصیّت کے لحاظ سے حق دارِ سلطنت بھی تھا) اُس کی نظر میں کھٹکتا تھا۔ چنانچہ اوّل اُس نے اِسی بیچارہ پر ہاتھ صاف کیا۔ بادشاہ کی طرف سے ایک دوستانہ فرمان طلب اُس کے نام بھجوایا۔ کیخسرو نے اس حکم کی تعمیل کی اور ملتان سے چل کر رہتک تک پہونچا تھا کہ ملک نظام الدین نے قاتل بھیجکر اُس کو قتل کرا دیا۔

بعد ازاں بندگانِ بلبنی جو مناصبِ اعلےٰ پر ممتاز تھے اُن میں سے بعض کو قتل اور بعض کو ذلیل و خوار کیا۔ اور مقیّد کرکے دور دور کے قلعوں میں بھیج دیا نومسلم مغل کہ بندگانِ بلبنی سے قرابت رکھتے تھے اُن کو تہ تیغ کیا۔ یہ تمام مظالم ملک نظام الدین نے کیقباد کو اغوا کرکے اس غرض سے کرائے کہ بلبنی خاندان کے خیر طلب اور کیقباد کے حامی و مددگار باقی نہ رہیں۔ مگر نادان بادشاہ اِن کھلّی بدخواہیوں کو بھی خیر خواہی سمجھتا رہا۔ بات یہ تھی کہ وہ کوتوال شہر اور اس کے گروہ کو اپنا معاون و محسن جانتا تھا۔

ناصر الدین کی فوج کشی

جب سلطان ناصر الدین کو لکھنوتی میں یہ افسوس ناک خبریں پہونچیں تو سخت صدمہ ہوا۔ اوّل اُس نے فرزند ناخلف کو مکتوبات

شفقت آمیز لکھے۔ اشارات و کنایات میں غفلت سے بیدار کرنا چاہا۔ مگر جہاں عیش و بدمستی کے بادل گرج رہے ہوں وہاں حضرتِ ناصح کی صدائے بے ہنگام کون سنتا ہے ؟

ناچار ناصرالدین نے ملاقات کی خواہش کی۔ طرفین سے قاصدوں کی معرفت یہ امر طے ہوگیا کہ دونوں باپ بیٹے اپنے اپنے دارالسلطنت سے جریدہ چل کر شہر اودھ میں ملاقات کریں۔ اس ملاقات سے ناصرالدین کا یہ مقصد تھا کہ بیٹے کو بررو نصیحت کرے۔ ممکن ہے کہ وہ راہ راست پر آجائے۔

لیکن ملک نظام الدین کے مشورے سے کیقباد کی جلو میں ایک بڑے لشکر کے چلنے کا سامان شروع ہوا تو ناصرالدین بھی لاؤلشکر لے کر آیا۔ یہ قول مؤرّخین کا ہے[۵]۔

حضرت خسرو نے مثنوی میں ابتدائی حالات کچھ نہیں لکھے اور نہ اُن کو ان قصّوں کے لکھنے کی چنداں ضرورت تھی۔ اُن کو تو کیقباد کی فرمایش پوری کرنی تھی۔

وہ مثنوی میں کیقباد کی تخت نشینی اور عیش و نشاط کا ذکر کر کے ناصرالدین کی لشکر کشی کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ :۔

ناصرالدین دلّی کے تخت و تاج کو اپنا حق سمجھتا تھا۔ اِس لئے لکھنوتی سے

---

۵ تاریخ برنی صفحہ ۱۴۱

ملک بہار میں آیا۔ اور بہار سے چل کر اودھ پر قبضہ کیا[۵]۔

یافت خبر خسروِ مشرق پناہ — ناصرِ حق۔ وارثِ این تخت گاہ
کافسرِ او را پسر انبار گشت — وین شرف از وے بہ پسر باز گشت
خشم بسر کرد و علم بر کشید — ساختۂ کین شد و لشکر کشید
تند چو باد آمد ازاں خارخا — از پئے گلگشت بسوے بہار
راند ازاں جا۔ بہ اودھ باد پائے — باد ہمی ماند زسیرش بجائے
شہر اودھ را ہمہ زاں دست برد — غارتِ ترکانش بہ یغما سپرد
وین طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ

جب ناصر الدین کا لشکر اودھ کی طرف آرہا تھا تو کیقباد دلّی میں بیٹھا حسب عادت رقص و سرود اور ساقی و شراب کے مزے اُڑا رہا تھا۔

شہ بچنیں وقت برآہنگِ مے — رخشِ طرب کرد رواں پَے بہ پَے
بادہ ہمی خورد و نمی خورد غم — عیش ہمی کرد و نمی کرد کم
ریختہ ساقی مئے رنگیں بجام — مے زلبِ شاہ رسیدہ بکام
ناگہ ازاں جا کہ جفای جہاں ست — ق — قاعدۂ دولتِ شاہنشہاں ست
گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق — تافتہ شد برخطِ مغرب چو برق
ناصرِ دین وشہ کشور کشائے — تیغ برآورد و بکیں کرد رائے

---

[۵] خسرو کے قول کی تائید تاریخ مبارک شاہی سے ہوتی ہے ۱۲

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند | تا سپہش گرد برآرد ز سند
بیں کہ سپہرش چہ تمنا نمود | کآبِ فرو میل بہ بالا نمود
قوتِ سیلے نبود تا برود | آب ببالا نرود از فرود
سوے سوادِ اودھ آمد چو باد | کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد
چند ہزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن و کینہ کش و نامدار
آمد اقصاے اودھ در گرفت | واں ہمہ اقلیم سراسر گرفت
نیست جزیں در شب و روزش سخن | کیں منم اسکندرِ دارا شکن
مردمکِ دیدۂ من کیقباد | کافسرِ جد فرّ ِ بزرگیش داد
گرچہ جہانگیر شد و تاجدار | نیست جہاندیدہ تر از من بکار
تختِ پدر گرنہ پئے پاے من ست | ہر ہمہ دانند کہ جاے من ست
حاصل ازیں حادثہ کآمد پدید | شاہِ جہاں یافت پیاپے خبر

دلّی میں ترتیب لشکر ناصرالدین کی آمد کا آوازہ بلند ہوا تو دلّی میں بھی کوچ کی تیاریاں اور ترتیبِ لشکر کا سامان ہونے لگا۔ شاہی جھنڈا کھولا گیا اور قصبہ سیری میں جو دلّی کے قریب تھا ڈیرے خیمے لگا دیے گئے اور لشکر کے دائیں بازو کا کیمپ قصبۂ تلپٹ میں اور بائیں بازو کا قصبہ اندپت میں ڈالا گیا اور شاہی ہاتھیوں کا پڑاؤ موضع بہاپور[۱] میں تھا۔

ایک روز سلطان معزالدین بھی برسم شکار باہر نکلا اور لشکر گاہ کو ملاحظہ

---

[۱] نواح دہلی میں ایک گانوں تھا (شرح نور العین) ۱۲

کرکے تیاری کی تکمیل تک قصر کیلوکھڑی میں واپس آگیا۔چنانچہ خسرو کہتے ہیں:-

کرد اشارت کہ دلیرانِ رزم — ساختہ دارند ہمہ سازِ عزم

جمع شدند از اُمرای دیار — از ملک وخان وشہ وشہریار

تیغ زنانِ ہمہ اقلیمِ ہند — نیزہ گذارانِ نواحیِ سند

روزِ دوشنبہ۔بگہِ چاشت گاہ — در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید — ماہِ علم[۵۱] سر بہ ثریا کشید

نصب شد اعلام مبارک وصول — کرد سراپردہ بہ سیری[۵۲] نزول

میمنہ بر تلپتہ[۵۳] نزدیک سرہ — بود میاں اندپتہ[۵۴] میسرہ

داورِ جمشید نسب کیقباد — تاجِ کیاں بر سرِ والا نہاد

رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر

عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں

بود چو خورشید ولایت فروز — گشت کناں تا بگہ نیمروز

رفت بکیلوکھڑی وداد عون — از مددِ دست چو دریاے جون[۵۵]

قصر شد از فرّ شہِ ارجمند — چوں فلک از منزلت خود بلند

---

۵۱ ماہ علم نشان ہلال جو پھریرے پر ہوتا ہے ۱۲ ۵۲ نواح دہلی میں ایک گاؤں تھا ۱۲

۵۳ دہلی سے پانچ چھ کوس پر ایک مشہور پرگنہ تھا ۱۲

۵۴ نواح دہلی میں ایک قصبہ تھا جو اب داخل ازک شہر دہلی ہے ۱۲

۵۵ دریاے جمن کو سنسکرت میں جون بولتے ہیں (بفتح واو) یہاں اس کے تلفظ میں تصرف کیا گیا ہے ۱۲

ملک پنجاب پر مغلوں کا حملہ

دلّی میں لشکر کے کوچ کا ساز و سامان مہیّا کیا جا رہا تھا کہ اسی اثنا میں ملک پنجاب پر حملۂ مغل کی خبر آئی۔ اس فتنے کے تدارک کی غرض سے تیس ہزار سوار کی جمعیت لے کر باربک[لہ] سلطانی نہایت سرعت سے لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ سامانہ سے لاہور تک تمام بستیاں مغلوں کی غارت گری نے برباد کر دی تھیں۔

مغلوں کو افواج شاہی کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو وہ پہاڑوں کی طرف بھاگ گئے۔ باربک نے کچھ دُور تک غنیم کا تعاقب کر کے بعض کو قتل کیا اور جو مغل زندہ گرفتار ہوئے اُن کو لے کر دلّی کی طرف مراجعت کی۔ اس واقعہ کی کیفیت حضرت خسرو نے اشعار ذیل میں بیان کی ہے:-

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں — آمد و بوسید چو پیکان زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم — سوے فرو راند بر آہنگِ رزم

لشکر انبوہ چو ذرّاتِ ریگ — جوش بر آورد چو آبے بدیگ

مردمِ آں خطّہ فرو شد بخاک — گرد برآورد از ایشاں ہلاک

شہ کہ ز گمراہی آں گمرہاں — یافت چنیں آگہی از آگہاں

گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار — نامزدِ مغل شود سی[۳۰۰۰۰] ہزار

بر سرِ شاں باربکِ تیغ زن — خانِ جہاں چابک و لشکر شکن

لہ باربک کا نام سلطان شاہ بک تھا اور اس مہم پر نامزد کرتے وقت خان جہاں خطاب عطا کیا تھا ۱۲

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوے مخالف سپاہ
ناحیہ بر ناحیہ راند ند تند | بود صبا پیشِ چنیں سیر کند
از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے زعمارت نداد
از حد سامانہ تا لاھنور | ہیچ عمارت نہ۔ مگر در قصور[۵]

(لاہور ۱۲)

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید | بود زمیں تشنہ۔کہ دریا رسید
یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز تراز تیر بروں شد زکیش
تن زغنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد
بار بک اندر پئے شاں کینہ خواہ | تیغ زناں قطع ہمی کرد راہ
لشکرِ اسلام کہ دنبالہ کرد | کوہ زخونریز پُر از لالہ کرد
خانِ جہانگیر کہ آں فتح یافت | فرخ و فیروز عناں باز تافت
بست اسیرانِ مغل را قطار | داد بداں چند شتر دل مہار

کیقباد کی بزم آرائیاں

لشکر کی تیاری کا کام سرداران لشکر کے ذمّے تھا جس کی تکمیل میں سردی کا موسم گذر گیا۔ مگر رنگیلے کیقباد کو اپنے مشاغل شوق کے لئے کافی فرصت تھی۔ اُس کے قصرِ عشرت میں موسم سرما کا ایک لمحہ بیکار نہیں گیا بدستور ہنگامۂ نشاط کی گرما گرمی رہی۔ یہاں تک کہ نوروز کا موسم آگیا۔ پھر تو قصرِ معزی میں اور بھی دھوم دھام کے

---

[۵] نواح لاہور میں ایک پرگنہ ہے۔ مگر یہاں قصور سے یہ مراد ہے کہ ہر ایک عمارت کو نقصان پہونچا تھا ۱۲

جشن ہوئے۔ اور بادہ پیمائی کا زور و شور رہا:۔

موسم نوروز و ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب
باده ہمی خورد و ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں راز داد
ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | برد بسے دامنِ پر سیم و زر
نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ زنی کرد بچندیں سپاس
یافتہ در گوشِ ہمایونش جاے | این غزل از نغمۂ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخرِ شب مست برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست
نشستہ سبزہ زیں سو در چپِ گل | ستادہ سرو زاں سو جانب راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفتہ بایار | بنام ایزد چو ماہے بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

خسرو نے گل و نرگس اور سبزہ و سرو کے تخیل میں کیقباد کی بزم مستانہ کا رنگ ڈھنگ خوب دکھایا ہے۔

کیقباد کے لشکر کا کوچ بجانب اودھ

جاڑا گذرا نوروز ہو چکا۔ اب گرمی کا موسم تھا کہ لشکر کیل کانٹے سے دُرست ہو کر کوچ کے لئے تیار ہوا۔ بادشاہ سلامت اپنا عشرت کدہ چھوڑتے ہوئے کسمساتے کہ خود بدولت

ہمراہِ لشکر چلیں یا نہ چلیں مگر مشیرِ دولت نے یہی صلاح دی کہ بادشاہ کا چلنا ضروری ہے۔

مصلحتِ ملک زرائے درست ۔۔۔ ہرچہ صواب ست ہمی باز جست
خود کمرِ کینہ کند استوار ۔۔۔ یا زپئے رزم فرستد سوار
کار شناسے کہ درآں راز بود ۔۔۔ پرن ز تدبیر بینداخت زود
گفت زچندیں سپہ کینہ خواہ ۔۔۔ آں نرود کز تنِ تنہائے شاہ

غرض وسط ماہ ربیع الاول میں کوچ کیا۔ اور پہلی منزل تلپٹ اور افغان پور کے حدود میں ہوئی۔

در وسطِ ماہِ ربیعِ نخست ۔۔۔ عزم سفر کرد بمشرق درست
کوسِ عزیمت زد شہریار ۔۔۔ لرزہ درآورد بروئیں حصار
کوچ سپہ کرد۔ شہ از شہرِ نو ۔۔۔ داد جہاں را زظفر بہرِ نو
منزلِ اوّل کہ شد از شہر دور ۔۔۔ بود حدِ تلپت و افغان پور
یافت سراپردہ دراں جا مقام ۔۔۔ دشت درآمد ز رسنہا بدام

مہم مغل سے باربک کی مراجعت

سلطانی لشکر کا پہلا ہی کوچ تھا کہ خان جہاں باربک جو مغلوں کی مہم سر کرکے آرہا تھا اس مقام پر حضور سلطانی میں حاضر ہوا۔ اِس فتح کا بڑا جشن منایا گیا۔

لشکر کا فرشِ بالا ورد ۔۔۔ از عقبِ کوچ درآمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل | بستہ گلو ہاے مغل را بہ غل
شاہ بر آں مژدۂ دولت کہ یافت | بادہ طلب کرد و بہ مجلس شتافت
خورد مے و گنج بہ محتاج داد | بس گہر و زر کہ بتاراج داد

اسیرانِ مغل کا قتل

دوسرے دن اسیرانِ مغل اور مالِ غنیمت سلطان کے روبرو پیش ہوا۔ قیدیوں میں سے امیرانِ صدہ[۵۱] کو ہاتھیوں سے کچلوا دیا۔ اور سپاہیوں کو شہر میں بھیجکر تشہیر کرایا۔ دن اس مشغلے میں کٹ گیا رات کو پھر وہی دورِ ساغر چلا:۔

چوں تنہ چند ز میرِ صدہ | دستِ اجل داد بدام و ددہ
آنچہ دگر ماند شہنشاہِ دہر | کرد رواں از پئے تشہیرِ شہر
چوں فلک از شیشۂ خود گاہِ شام | جام فرو برد ز دورِ مدام
نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ ز مے و مے ز لبش کام یافت

باربک کی روانگی بطور ہراول

دو روز بعد لشکر آگے بڑھا۔ اور دو کوچ کے بعد جمنا کو عبور کرکے جیور[۵۲] میں مقام ہوا اُس مقام سے باربک بحکم شاہی ایک دستہ فوج کا لے کر بطور ہراول لشکر کے آگے آگے روانہ ہوا اور گنگا پار اُتر کر قطع مراحل کرتا دریاے سرجو کے قریب جا پہونچا اور سلطانی لشکر کے انتظار میں وہاں ٹھیر گیا۔

---

[۵۱] امیر صدہ وہ سردار جس کے زیر حکم سو سپاہی ہوتے تھے ۱۲
[۵۲] جیور ایک قصبہ ہے مضافات ضلع بلند شہر میں جمنا کے قریب ۱۲

اُس نواح کے ملوک و اُمرا میں سے ملک چھجو خان کڑہ اور خان اودھ یہ دونوں اپنی اپنی جمعیت کے ساتھ باربک کے لشکر سے آملے۔

باربک و تیغ زنانِ سپاه	طبل زناں پیش گرفتند راه
کوچ بکوچ از شدنِ بی درنگ	لشکرِ شاں رفت گذارای گنگ
گرم بآبِ سرُو در رسید	در سرُو رفت و عناں درکشید
پیش درآمد ز بزرگانِ پیش	چند ملک با سپہ و سازِ خویش
خانِ کڑہ چھجوے کشورکشاے	کز لبِ خاناں کرہ بستے بپاے
خانِ اودھ نیز بفرمانِ شاہ	کرد بیک جاے فراواں سپاه
باربک و شاں ہمہ یک جا شدند	ساختۂ کار مہیا شدند
لشکرِ شاں پر ز صفِ باشکوه	برلبِ آبِ سرُو شد گروه

جلد۱۲ دریای سرجو۱۲

ناصرالدین کا پیام باربک کو

دریا کے اُس پار سلطان ناصرالدین کا لشکر پڑا تھا۔ اُس کو خبر ملی کہ فوجوں کا یہ جماؤ لڑائی کے ارادہ سے ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوا اور فوراً شمس الدین دبیر کو کہ اُس کا میر منشی تھا باربک کے پاس یہ پیام دے کر بھیجا کہ تو ہمارے خاندان کا نمک خوار قدیم ہے اس وقت ہمارے نمک سے کیوں دست کش ہوتا ہے؟ تو خود جانتا ہے کہ اس ملک کا وارث کون ہے؟ کوئی غیر میری جگہہ لیتا تو اُس کی گردن ہوتی اور میری تلوار۔ مگر میرا فرزند میری غیبت میں تخت نشین ہوا تو "دلِ ما شاد و چشمِ ما روشن"

اُس کا نوکر ہمارا نوکر ہے۔ اگر نوکر آقا سے لڑے تو خلقت کیا کہے گی؟ میں تجھ کو الزام نہیں دیتا۔ بلکہ ملزم وہ ہے جس نے تجھ کو بھیجا ہے۔ لیکن یاد رکھ اگر تو نے شکست کھائی تو صدمہ کس کو پہونچے گا؟ میرے بیٹے کو۔ اگر مجکو شکست ہوئی تو خود تیرا کالا مونہہ ہوگا۔ کیقباد کے آنے تک صبر کر وہ خود دیکھ لے گا کہ مجکو اس سے کس قدر محبّت ہے۔

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب — تیغ بروں آختہ چوں آفتاب
از غضب افگندہ با بروگرہ — وز پےَ کیں کرد کماں را بزہ
جست رسولے کہ گذارد پیام — ہر چہ بگویند۔ بگوید تمام
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر — در خورِ این کار چو شمسِ دبیر
پیش طلب کرد و پیامے کہ خواست — سوے مخالف ز کشری کرد راست

اے کہ بہ پیش آمدی از راہِ دو — کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردۂ از خوانِ ما — دست چہ داری ز نمکدانِ ما
ہست نمک در ہمہ مذہب حلال — ور تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت — روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کز یں راز ترا آگہی ست — وارثِ ایں ملک ندانی کہ کیست؟
گرد گرے در محلِ من بُدے — تیغِ منش بر سر و گردن بُدے

لیک چو ہم چشمِ من ایں نور بُرد | چشم خود از خود نتواں دور بُرد
ہر کہ فرستادۂ آں درگہ است | بندۂ موروثِ دریں شہ است
گر سپہ بر تو رساند گزند | جانِ من ست آنکہ بماند نژند
ورنہ تو در قلبِ من آید غبار | ہم تو شوی در رخِ من شرمسار
باش کہ تا در رسد آں کینہ کوش | مہرِ مرا بیند و ماند خموش

بار بک کا جواب سلطان ناصر الدین کو

اس پیام کا جواب بار بک نے یہ دیا کہ میں اپنے آقا کے حکم سے یہاں آیا ہوں اور اُس کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لئے مامور ہوں۔ اگر کوئی اور مقابل ہو گا تو تلوار سے جواب دوں گا۔ ہاں اگر حضور کو دیکھوں گا تو ڈر کے مارے نہیں بلکہ تعظیماً ہٹ جاؤں گا۔

یہ جواب سن کر ناصر الدین ٹھنڈا ہو گیا۔

خانِ سپہ باربکِ تیز ہوش | کرد چو زاں گونہ پیامے بگوش
درخورِ آں داد جوابے سرہ | سختہ بمیزانِ ادب یک سرہ
گفت کزیں بندۂ حضرت پناہ | سجدۂ تعظیم رساں پیشِ شاہ
من کہ فرستادۂ شاہِ خودم | بر خطِ اخلاص گواہِ خودم
نام زدم کرد کہ در ہر دیار | دشمن او راند ہم زینہار
گرد گرے پیشِ من آید بہ تیغ | تیغ خورد از من و از خود دریغ

درز تو از دور بہ بینم حضور | گر نہ گریزم ۔ شوم از راہ دُور
عطف کنم ۔ لیک نہ از بیم کس | از پئے تعظیم شکوہ تو بس
رفت فرستادہ زراہِ نہفت | ہرچہ کہ بشنید زشہ باز گفت
شہ چو خلافے زمخالف ندید | زانچہ ہمی گفت ۔ زباں درکشید

سلطان معزالدین کیقباد اودھ میں پہونچا

اب آفتاب جوزا میں آگیا ۔ تڑاقے کی گرمی پڑنے لگی ۔ دن بڑھ گیا رات چھوٹی ہوگئی ۔ نازپروردہ کیقباد گھوڑے پر سوار ہے ۔ سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہے ۔ پھر بھی بدن سے پسینہ ٹپکتا ہے ۔ مگر سنگ آمد وسخت آمد ۔ کڑی منزلیں طے کرتا اودھ میں آپہونچا حوالی شہر میں ڈیرے خیمے لگائے گئے ۔ ایک طرف گھاگرہ ندی ہے دوسری طرف سرجو ۔

اگلے دن کیقباد سیر وگشت کے لئے نکلا اور سرجو کے کنارے پہونچا جہاں سے سلطان ناصرالدین کی خیمہ گاہ نظر آتی تھی ۔ باپ کو بیٹے کے آنے کی خبر ملی تو وہ بھی لب دریا آکھڑا ہوا ۔ بیٹے کو دیکھ کر محبت کی گھٹا اُمڈی ۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپکنے لگے ۔ فوراً ایک کشتی میں سوار کرکے اپنا حاجب بھیجا کہ اشتیاق دیدار ظاہر کرے ۔ ادھر سے یہ مدارات ہوئی کہ کشتی کو ہدف تیر بنا کر ڈبو دیا ۔ حاجب بمشکل جان بچا کر بھاگا ۔

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت | رفت دراں خانہ دروں جا گرفت

تافته از گرمی خود آفتاب　　تابشِ او کرد جہاں را بتاب

شب شده چوں دزدی اندر گداز　　روز چو شب ہاے زمستاں دراز

خوں برگِ مرد زبوں آمده　　خوے شد واز پوست بروں آمده

شه بگهِ کوچ ہمی شد چو شیر　　چتر بسر کرده و توسن بزیر

لشکر ازیں گونه جہاں می نوشت　　ناحیه بر ناحیه بر روے دشت

تا علم شه با وده در رسید　　از پئے دہلی عوضے شد پدید

نصب شد اعلامِ شہنشاهِ دہر　　برلبِ گھگر بجوالی شہر

گھگر ازیں سوے سرو زاں طرف　　از تفِ لشکر بلب آورده کف

کیقباد کا لب دریا جانا اور کشتی کا ڈبونا

روزِ دگر شاه بر آئینِ گشت　　آمد وزاں سوے اوده بر گذشت

کرد صفے برلبِ آب رواں　　سوده بہم پہلوے ہر پہلواں

تیغ زنِ مشرق ازاں سوے آب　　ق　　کرد چو روشن که رسید آفتاب

برلبِ آب آمد و آراست صف　　تافت دو خورشید ز ہر دو طرف

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشه تر　　گوشهٔ ہر چشم شده پر جگر

دید چو شه سیلِ مژه بیکراں　　حاجبِ خود کرد بکشتی رواں

گفت بحاجب که ازیں چشمِ تر　　مردمکِ چشمِ مرا ده خبر

حاجبِ فرزانه ازآنجا شتاب　　شست بکشتی و رواں شد چو آب

چوں بمیانِ سرُو درر سید | پورِ معزّی زکرانش بدید
تیر برآوردہ زکیشِ خدنگ | از سرِکیں کرد کماں راَ بچنگ
تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد | از سرِ کشتی بہ تہ اُفتاد مرد
رفت بصد حیلہ فرستادہ باز | پیش شہِ شرق فرو گفت راز

ناصرالدین کی پریشانی کشتی کے واقعے سے

کشتی کے واقعہ کا سبب حضرت خسرو نے ظاہر نہیں کیا۔ غالباً یہ کیقباد کے بدخواہ مشیروں کی بد آموزی کا نتیجہ تھا۔ تاکہ ملاقات کی نوبت ہی نہ پہونچے بلکہ باپ بیٹوں میں لڑائی ٹھن جائے اِس فعلِ ناروا سے ناصرالدین کے دل پر چوٹ لگی اور غصہ بھی آیا۔ پھر سوچا کہ مبادا! یہ نادان لڑکا مفسدوں کے اغوا سے جنگ کر بیٹھا تو اُس کو گزند پہونچے گا یا مجکو۔ بہر نوع میرے لئے سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

رات بھر نیند نہ آئی۔ اسی سوچ بچار میں صبح کردی کہ کیا کرے کیا نہ کرے۔

شاہ کہ از خونِ خود آں زخم دید | نالہ چوں تیر ز دل برکشید
خشم ہمی گفت زکینش سخن | مہر ہمی گفت کہ ہے ہی امکن
آنکہ چنیں ست نویدم ازو | بہتر ازیں بود امیدم ازو
گر پسرم را ز جوانی و ناز | ق | عزم برآں شد کہ شود رزم ساز
حیلہ چہ سازم؟ بچنیں کارِ تنگ | باپسرِ خویش کہ کردہ است جنگ؟

چارہ ندانم کہ دریں کار چیست؟ | بخت کہ داند کہ دریں یار کیست؟
بود بحیرت کہ چو شب بگذرد | وز دگر چارہ چہ پیش آورد؟
تا بسحر بود بگفت و شنید | کز شبِ زایندہ چہ آید پدید؟

باپ بیٹوں کے سلام پیام

جب دن نکل آیا تو ایک معتمد کو زبانی پیام دیکر دریا پار بیٹے کے پاس بھیجا۔ اور اسی سلسلہ میں کئی بار پیامبروں کی آمد شد جاری رہی۔

پیام پدر

کز پدر اوّل برسانش سلام | و آخرش آئینِ دعا کن تمام
کاے خلف! از رہِ مخالف بتاب | تیغ بیفگن کہ منم آفتاب
از پدرم کے رسد این فن بتو؟ | از پدرِ من بمن۔ از من بتو
ور زبد آموز شد این رہ پدید | گفتِ بد آموز نباید شنید
گرچہ کنی دعویِ آتش ولیک | نیک بدانم کہ ندانی تو نیک
چوں تو شب و روز ادب افزوں کنی | بے ادبی با چو منے چوں کنی
بر سرِ خواں آے کہ ہم توشۂ | یاد نمک کن کہ جگر گوشۂ

جوابِ پسر

گفت بحاجب کہ بشہ باز پوے | خدمتِ من گوی و پس آنگہ بگوے
با منت از بہرِ تمناے ملک | خام بود پختنِ سوداے ملک

پختہ آخر! دمِ خاماں مزن | من ز تو زادم۔ نہ تو زادیٔ من
ملک بمیراث نیابد کسے | تا نزند تیغِ دو دستی بسے
نیستم آں طفل کہ دیدی نخست | بالغِ ملکم۔ ببلاغت درست
خرد مخوانم کہ ز دورِ زمن | داد خدا دَورِ بزرگی بمن
جز تو کسے گر دمِ ایں در زدے | سرزنشِ تیغِ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پئے ایں سریر | من ندہم۔ گر تو توانی بگیر

پیام پدر

اے سر از آئین وفا تافتہ! | وز تو دلم تافتگی یافتہ!
گرچہ بغیبت شدہ کینہ توز | رنجہ چہ داری بحضورم ہنوز
با چو منے دُور کن از سر منی | چوں بصفت من تو ام و تو منی
تیغ مکش۔ تا نشوی شرمسار | از من اگر نیست۔ ز خود شرم دار
تخت رہا کن کہ سزای تو نیست | تا منم۔ ایں پایہ بپای تو نیست
گر کمرِ کینہ کنی استوار | پیشِ تو بیش از تو در آیم بکار
در بدر ار گشتہ ایں گفت و گوی | نیز نتابم ز وفائے تو روے
لیک بشرطے کہ دریں رائے من | جائے پدر گیرم و تو جائے من

جواب پسر

داد جوابے ادب آمیختہ | تعبیہ ہائے عجب آمیختہ

آراستگی ۱۲

کاے بر خمِ چشمِ جفا کردہ باز! | دیدۂ مہر تو بر ویم فراز
با ہمہ ایں قوّت و جوشِ سپاہ | نیستم اندر پۓ آزارِ شاہ
گر گہر صلح پذیرد نظام | حلقہ بگوشم برضاے تمام
تیرِ تو گر خواست بجانم رسید | من نکشم۔ تا بتوانم کشید
گر بگہر تاج ستانِ توام | عیب مکن گو ہرِ کانِ توام
تخت جہاں بہرِ تو بر پای کرد | لیک برآں تخت مرا جای کرد
خواست یکی خواستہ لیکن نیافت | آنکہ نمی خواست۔ برِ خود شتافت
در یقیں در دلِ تو آں ہواست | بندۂ فرمانم و فرماں تراست
تاج زمن می طلبی چرخ ساے | بر سرم آ۔ تا کنمت زیر پاۓ

اِس مطیعانہ جواب کو سُن کر باپ نے بھی استمالت اختیار کی۔

پیامِ پدر

اے زنسب گشتہ سزاے سریر! | در پسرے ہمچو پدر بے نظیر
چشمِ منی! ہیچ غبارے میار | دیدہ نشاید کہ بود پُر غبار
تا تو ندانی کہ دریں جستجوے | از پۓ ملک ست مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ بُرد | از تو ستانم۔ بکہ خواہم سپرد
باش بنامم کہ بنامِ تو ام | زندہ و نا زندہ بنامِ توام
دیدہ کہ نا دیدۂ دیدارِ تست | دیدہ و نا دیدہ گرفتارِ تست

نیست بنزدیکِ من از بیش و کم | بیشتر از دورئے تو ہیچ غم
بہرِ خدا صورتِ خویشم نمائے | روے مگردان و بترس از خدائے

جواب پسر

ای شہ مشرق شدہ چوں آفتاب | وز تو جہاں در حدِ مغرب بتاب
گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم | ہم بتہِ پائے تو باشد سرم
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو چو خورشید ز مشرق برائے | من بسمِ اسکندرِ مغرب کشائے
تا تو بمشرق بوے و من بغرب | حربہ خورد ہر کہ درآید بحرب
در بملاقات رہی رائے تست | افسرِ من خدمتِ پائے تست
نیست مرا آن محل و آں شکوہ | کز سرِ خود سایہ فشانم بکوہ
در فگند رائے تو بر بندہ تاب | ذرہ شوم پیشِ چناں آفتاب

غرض ملاقات کا مژدہ سن کر ناصر الدین کی باچھیں کھل گئیں۔ بہت خوش ہوا مجلس طرب آراستہ کی اور متوسلین کو انعام واکرام دے کر شاد کیا۔

ناصر الدین کی طرف سے کیکاؤس کا جانا

پھر اپنے فرزند اصغر کیکاؤس کو بلایا اور بڑی شان و تزک سے بہت تحائف، اسلحہ اور ہاتھی دیگر کیقباد کی خدمت میں روانہ کیا۔

بادشہِ شرق کہ آں مژدہ یافت | روش (چو خورشید ز مشرق) بتافت

کرد نشاطے و رامش گراں — مجلسے آراست گراں تا گراں

ہر کہ درآں بزمِ سخن ساز گشت — دامنِ پُر گوہر و زر باز گشت

روی بہ کاؤسِ کے آورد و گفت — تا شود آں ماہ بخورشید جفت

سوے برادر شود آراستہ — با سپہ و کوکبۂ و خواستہ

جُست پئے ہدیہ نصیحت گراں — دیدہ فروز ہمہ قیمت گراں

جامۂ[۱] ہندی کہ ندانند نام — از تُنُکے تن بنماید تمام

مانند[۲] پیچیدہ بناخن نہاں — باز کشائیش بپوشد جہاں

عود بخور دار و قرنفل بمن — خرمنے از نافۂ مشکِ ختن

عنبر و کافورِ معنبر سرشت — صندلِ خالص چو درختِ بہشت

سر بفلک بردہ بسے زندہ پیل — کوہِ گراں را بقیامت دلیل

داد بشہزادہ و کردش رواں — ساختہ با کوکبۂ خسرواں

اور شہزادہ کیکاؤس کو سمجھا دیا کہ ہماری طرف سے بڑے بھائی جان کو دعا کے بعد یوں کہنا :-

اے غمِ تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالتِ من بے خبر

صبرِ من از دوریِ تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور

من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے! کہ محروم بمانم ز تو

---

[۱] ایک ہندوستانی کپڑا ہے جس کا نام نہیں معلوم۔ ایسا مہین ہے جس میں بدن نظر آتا ہے ۱۲

[۲] لپیٹو تو ذرا سا ہو جائے کھولو تو اتنا بڑا تھان کہ دنیا بھر کو ڈھانک لے۔ غالباً ململ ڈھاکہ ۱۲

آمدنم نز پئے ایں کار بود — کافسر و اقلیم توانم ربود
تشنۂ دیدارِ توام روز و شب — شربتِ خود باز نگیرم ز لب
شاد کن ایں جانِ غم اندیش را — روے نما منتظرِ خویش را
تختۂ حالِ دلِ ریشم بخواں — یا بمن آ۔ یا برِ خویشم بخواں

جب کاؤس کی سواری دریا سے پار اُتر چکی تو کیقباد کو اطلاع کی گئی کہ چھوٹا شہزادہ قدمبوسی کے لئے آتا ہے۔ اُس نے دربار آراستہ کیا۔ اور بہت سی فوج سرداروں کے ہمراہ بھیجکر بڑی دھوم سے اُس کا استقبال کرایا۔ دہلیز شاہی پر پہونچکر شہزادہ گھوڑے سے اوتر پڑا اور جو پیشکش لایا تھا پیش کیا اور جو باتیں شاہ بابا نے سمجھا دی تھیں بڑے بھائی سے عرض کر دیں۔ کیقباد بھائی سے ملکر بہت مسرور ہوا۔ اور اُس کی خاطر مُدارات میں بزمِ طرب آراستہ کی:۔

شاہ برویش چو نظر کرد چست — دید درآں آئینۂ خود را درست
گرم فروجست ز تختِ بلند — کرد باگوش تنِ ارجمند
داشت بآغوشِ خودش تا بدیر — سیر نشد۔ چوں شود از عمر سیر؟
باخودش از فرش براورنگ بُرد — تختِ کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رُخِ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پُرسش از اندازہ زغایت گزشت — حدِ نوازش ز نہایت گزشت

کیقباد کی طرف سے کیومرث کا آنا

دوسرے دن کیقباد نے اپنے فرزند کیومرث کو دادا جان کی خدمت میں تحف و ہدایا دے کر روانہ کیا۔ چونکہ یہ بچہ تھا عارض کو اُس کے ساتھ بھیجا۔

جب شہزادۂ کیومرث مع جلوس دریا پار پہونچا تو دادا جان کی طرف سے بڑی آؤبھگت ہوئی۔

کارگزاراں ہمہ رفتند پیش سجدہ کناں پیشِ خداوندِ خویش
پیشِ عناں بانگِ رواروزدند سکۂ نو بر درمِ نوزدند
رفت خراماں ملک ارجمند تا درِ دہلیز بہ پشتِ سمند
روے چو گل سود بہ پشتِ زمیں گشت زمیں پر سمن و یاسمیں
حرمتِ آں خسرو شہ دیں پناہ داشت برآئینِ بزرگاں نگاہ
کرد چو نورش بدل و دیدہ جای گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پای
عارض از آئینِ ادب پروری بود کمر بستہ بخدمت گری
تا نظرِ شاہ برآں سوے تافت خدمتِ عارض محلِ عرض یافت

جب تک ناصرالدین پوتے کو پیار کرتا رہا عارض سلطنت دست بستہ چپ کھڑا رہا۔ جب اُس کی طرف دیکھا تو اُس نے عرضِ معروض کا موقع پایا اور وہ شاہانہ تحفے جو نذر کے لئے ہمراہ لایا تھا پیش کئے۔ اور کیقباد نے پیام کے جواب میں جو کچھ عرض کیا تھا سنا دیا۔

جواب پسر (عارض کی زبانی)

آنچہ دلِ شاہ بداں مائل ست — رائے مرانیز ہماں در دل ست
آمدم اینک بہزاراں نیاز — تا کنم ایں دیدہ بروے تو باز
بود زمن پرسشِ شاہِ زمن — کآمدن از خود طلبی۔ یا زمن؟
من بدرِ شہ بسر آیم دواں ق — چوں پسراں بر پدرِ مہرباں
شرط چناں ست کہ در بحر و بر — چشمہ کند برلبِ دریا گذر
لیک سزد۔ گر شہِ دریا نشاں — برسرِ ایں چشمہ شود دُرفشاں

ناصر الدین کی طرف سے ملاقات کا وعدہ

ناصر الدین نے خوش ہوکر عارض کو خلعت و انعام عطا کیا۔ اور کیومرث کو بہت سے نادر تحفے اور ایک ہاتھی مع عماری زرّین دیا۔ اور وعدہ کیا کہ ہم کل صبح ضرور ملاقات کے لئے آئیں گے۔ اِس کے بعد کیومرث اور عارض اپنے خیمہ گاہ کو واپس گئے۔

وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ — جنبشِ خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برجِ تخت — مجمعِ بحرین شود روے تخت
خرّم و خوش عارض و فرزندِ شاہ — باز نوشتند سوے خانہ راہ

کیقباد کے ہاں دربار کی تیاریاں

عارض کی زبانی ناصر الدین کے آنے کی خبر سنتے ہی کیقباد کے دائرہ دولت میں دربار کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔

اب تک سراپردۂ سلطانی شہر اودھ سے اوپر کی جانب ایک تنگ میدان میں نصب تھا۔ اُس کا موقع فوراً شہر سے نیچے کی طرف تبدیل کر دیا جہاں میدان بھی وسیع تھا اور دریا کا پاٹ کم ہونے کی وجہ سے کشتی کی آمد و شد آسان تھی۔ اِس عمدہ موقع پر کارکنانِ دولت نے ایک شان دار دربار دونوں بادشاہوں کی ملاقات کے لئے لب دریا ترتیب دیا۔

ناصرالدین کا آنا اور ملاقات

چونکہ گرمی کے دن تھے، ناصرالدین دن ڈھلنے کے بعد جب کہ دھوپ کی تیزی کم ہو گئی تھی کشتی میں سوار ہو کر چلا۔ معزالدین کیقباد اپنے شاہانہ دربار میں اورنگ سلطنت پر بیٹھا باپ کی آمد کا منتظر تھا۔

جس وقت باپ کو آتے دیکھا بے اختیار تخت سے اُتر برہنہ پا دوڑا، اور قدمبوسی کے لئے جھکا۔ باپ نے فوراً گلے لگا لیا۔ اور دونوں بغل گیر ہو کر دیر تک زار زار روتے رہے:۔

روز چو آخر شد و گرما گذشت — چشمۂ خور[۱] خواست ز دریا گذشت

تاجورِ شرق بر آہنگِ آب — کرد طلب کشتیِ گردوں رکاب

کشتیِ شہ تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت

راست کہ شد بر لبِ دریا رسید — گوہرِ خود بر لبِ دریا بدید

---

[۱] چشمۂ خور = آفتاب۔ اور دریا کنایہ ہے آسمان سے ۱۲

خواست کہ از سوزِ دل بیقرار | بر جہد از کشتی و گیرد کنار
صبر ہمی خواست ۔ نمی آمدش | گریہ نمی خواست ۔ ہمی آمدش
بود بریں سوے معزِ جہاں | ساختہ بر جاے ادب چوں شہاں
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آوردہ میل | تشنہ واز دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ با آغوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ

رونے کے بعد ہوش آیا تو تخت پر اجلاس کرنے کے لئے ایک دوسرے سے اصرار کرنے لگے :۔

از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
باز پدر گفت کہ این ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالا خرام | کز تو بر د پایۂ تختِ تو نام
باز پدر گفت کہ اے تاجدار! | تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

ناصرالدین نے بیٹے کو تخت نشین کیا

الغرض بہت سی حیص بیص کے بعد باپ نے کہا کہ میں تیری تخت نشینی کے وقت موجود نہ تھا کہ اپنے ہاتھ سے تخت پر بٹھاتا۔ اب خدا نے وہ دن دکھایا ہے کہ یہ رسم خود ادا کروں۔ اتنا کہہ کر بیٹے کو تخت پر بٹھا ہی دیا۔ اور خود ہاتھ باندھ کر تخت

کے رو برو کھڑا ہو گیا۔

خسرو نے اِس کی تاویل یہ کی ہے کہ باپ کا یہ فعل اُمرا کے لئے ہدایت تھی کہ تم کو بادشاہ کی تعظیم و خدمت اِس طرح کرنی چاہیئے۔ باپ کے حکم کی تعمیل کر کے فوراً ہی کیقباد تخت سے اُترآیا اور اُمراے دربار نے دونوں بادشاہوں پر زر و گوہر نثار کیا اور جو خلقت باہر کھڑی تھی اُن میں لٹا دیا:-

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش | شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش
گفت کہ یک آرزویم در دل ست | ق منّتہ للہ! کہ کنوں حاصل ست
آنکہ بدستِ خودت اے نیکبخت! | دست بگیرم بنشانم بہ تخت
زانکہ بغیبت چو شدی بر سریر | من نہ بُدم تا شدمے دستگیر
با پسر ایں نکتہ چو لختے براند | دست گرفت و بسریرش نشاند
خود بنعال آمد و بربست دست | ماند از اں کار عجب ہر کہ ہست
داشت دریں زیر خیالے نہاں | آگہی داد بکار آگہاں
گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید | نشست و فرود آمد و پیشش دوید
چوں خلفاں شرطِ وفائی نمود | خواہشِ عذرے بسزا می نمود
دولتیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہاے جواہر بکف
لعل و زبرجد کہ در آویختند | بر دو سر افراز ہمی ریختند

رسم نثار و تصدّق کے بعد دربار ختم ہو گیا اور سلطان ناصر الدین جس کشتی

میں آیا تھا اُسی میں سوار ہوکر خوش وخرّم اپنی فرودگاہ پر واپس آگیا:۔

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد
گفت کہ امروز بس ست ایں قدر روزِ دگر جلوۂ ملکے دگر
زیں نمط از کام چو پدر مساز گشت فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

مراسم اتحاد اور خانگی ملاقاتیں

یہ درباری ملاقات تو آئین شاہانہ کے بموجب اس بات کا اعلان تھا کہ سلطان ناصر الدین نے معز الدین کیقباد کی تخت نشینی باضابطہ تسلیم کرلی اور دونوں بادشاہ متحد ہوگئے۔

دوسرے روز تحف وہدایا کا مبادلہ اور خانگی ملاقاتیں شروع ہوئیں کیقباد نے نہایت بیش بہا گھوڑے بطور پیشکش بھیجے اور رات کے وقت باپ کی ضیافت بڑی دھوم سے کی۔

اِس ضیافت کا بیان خسرو نے خوب جی لگاکر کیا ہے اور بزمِ معزی کی ہر ایک چیز کے اوصاف میں فصاحت وبلاغت کے دریا بہائے ہیں۔

جب آب وطعام اور رقص وسرود سے فارغ ہو چکے تو سلطان ناصر الدین نے ایک ملازم خاص کو بھیجکر تاج وتخت اور ایک ہاتھی اپنی خیمہ گاہ سے طلب فرمایا اور تحفۃً فرزند دلبند کو عطا کیا:۔

گفت بخاصاں زیکے شاہِ شرق تا رود از آب گذارا چو برق
آوردو پیش کشد اختصاص تخت زر و تاج زر و پیلِ خاص

رفت شتابنده باورنگ گاہ	کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ
الغرض آں پیل وہماں تاج وتخت	ق کاں نرسد جز بخداوندِ بخت
دید شہنشہ چو مہیا بہ پیش	روے کرم کرد بہ دلبندِ خویش
گفت کہ ایں افسر وایں پیل وگاہ	بہرِ ترا داشتہ بودم نگاہ
نیست مرا بہتر ازین ہیچ چیز	تا دہم از دیدہ بچشمِ عزیز

یہ ہدیہ دیکر ناصرالدین نے بیٹے سے فرمایش کی کہ میری آرزو یہ ہے کہ میرے باپ کی دو یادگار چیزیں جو تجکو پہونچی ہیں ایک تو چترِ سپید ایک کلاہ سیاہ یہ پہلے اپنے سر پر رکھ پھر مجکو دے ڈال۔ دوسرے روز کیقباد نے اس فرمایش کی تعمیل کی۔ جو شخص یہ چیزیں لے کر آیا تھا ناصرالدین نے اُس کو انعام دیا:۔

گفت بفرزند کہ درخوردِ شاہ	چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
تاجور آں چتر و کلاہِ سیاہ	کرد مہیا درواں سوے شاہ
ہر دو فرستاد بحکمِ شہی	بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہی
شاہ شد از دیدنِ آں تخت شاد	بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز	خلعتِ خاص و زرِ بسیار نیز

ناصرالدین کی نصیحتیں فرزند دلبند کو

ایک شب پھر دونوں کی ملاقات ہوئی تو ناصرالدین نے فرزند دلبند کو از راہ دل سوزی بہت سی نصیحتیں کیں جن کی نظم میں خسروِ شعرا نے کمال سخن گستری

کی داد دی ہے :-

چوں سخن رفت بسے داوری — دَور در آمد بہ نصیحت گری
داد بخستش بدعاے پناہ — کایزدت از حادثہ دارد نگاہ!
ریخت پس آں گاہ بمہرِ تمام — داروے تلخش ز نصیحت بہ کام
کاے پسر! از ملک و جوانی مناز — نازبدو کن کہ شد او بے نیاز
خشم بہر جرم میاور بکس — زآتشِ سوزندہ نگہدار خس
چوں بگنہ معترف آید کسے — عفو نکوتر ز سیاست بسے
در حقِ آں کش برخود داشتی — دیر خصومت شو و زود آشتی
ھر کہ زند در رہ اخلاص گام — کار برو کن بعنایت تمام
واں کہ برآرد بخلافت سرے — سر بزنش پیش کہ گیرد برے
خُرد مبیں دشمنِ بدزہرہ را — آب دہ از زہرۂ او دہرہ را
دشمنِ خود خُرد نباید شمرد — در تہہِ دنداں چہ کند سنگِ خُرد؟
گرچہ جہاں جملہ ہوا خواہِ تست — ہم بکن آں خار کہ در راہِ تست
دشمن اگر دوست نماید بپوست — فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مدہ دشمنِ کیں توز را — گوش مکن گفتِ بدآموز را
خاص کن آں را کہ خرد ہست بیش — راہ مدہ بے خبراں را بخویش
گرچہ دلت ہست فراست شناس — گفتِ کساں نیز ہمی دار پاس

باشد اگر سوی مهمیت روی — رخصت تدبیر شناسان بجوی

گر شودت خصم بتدبیر رام (تابع) — تیغ نشاید که کشی از نیام

حق چو ترا جای بزرگان سپرد — خویشتنت خرد نباید شمرد

جد چو ترا داد کم و بیش خویش — بیش و کم از وی نه کمی و نه بیش

بیش کن آنها که ز یزدان بود — کم کن از آنها که نه فرمان بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

عدل بود مایهٔ امن و امان — بیش کن این مایه زمان تا زمان

دادگری کن که ز تأثیرِ داد — بس درِ دولت که توانی گشاد

تا بزمانی که تو بادا بسی — نشنود آوازِ تظلّم کسی

دولتِ دنیا که مسلّم تراست — جانبِ دین کوش که آن هم تراست

دولتِ جاوید نبرده است کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس

پیشه نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نی، ز بدِ خود بترس

نیتِ خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن، کان خطاست

یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ — راست کن از بهرِ ابد توشهٔ

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل

کار چناں کن که بهنگامِ کار — از درِ یزداں نشوی شرمسار

چوں بوغا جهد کنی در جهاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد

باز طلب صحبتِ مردانِ پاک	صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
ہوش بر آں نہ کہ شوے ہوشیار	تا کہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ	خوابِ شبان ست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں	خواب نشاید کہ کند پاسباں
چوں تو خوری بادہ کافور بو	پس غمِ گیتی کہ خورد؟ خود بگو
پیشۂ تقوی است پسندیدہ فر	از ہمہ وز شاہ پسندیدہ تر
چوں ہمہ کس خدمتِ سلطاں کنند	ہرچہ ز سلطاں نگرند آں کنند
کوششِ پوشیدہ کن اندر شراب	تا نشود رکنِ شریعت خراب
شاہ بدیں گونہ بفرزندِ خویش	داد بسے زادِ نو۔ از پندِ خویش

ناصرالدین نے رو رو کر یہ نصیحتیں تمام کیں۔ آدھی رات ہو گئی تھی۔ قیام گاہ کو مراجعت فرمائی اور کہا کہ کل کوچ کا ارادہ ہے آخری وقت ملاقات کے لئے صبح پھر آؤں گا۔

وداعی ملاقات جدائی کی گھڑی آپہونچی۔ صبح دم دونوں لشکروں کا کوچ شروع ہو گیا۔ ڈیرے خیمے لدنے لگے ایک نے مشرق کی اور دوسرے نے مغرب کی راہ لی۔

ناصرالدین رخصتی ملاقات کے لئے دریا پار اترا۔ یہاں کیقباد پہلے ہی سے باپ کے انتظار میں کمربستہ کھڑا تھا۔ دونوں ایک چبوترہ پر (جو اس ملاقات کے لئے مخصوص

کیا گیا تھا جا بیٹھے۔

تنہائی کا وقت تھا مصالح ملک داری کی نسبت کچھ رازکی باتیں ہوئیں۔ باپ نے بیٹے کو سمجھایا کہ فلاں شخص تیرے چمنِ دولت میں زہریلا کانٹا ہے اُس کو جلد نکال کر پھینک دے اور فلاں شخص کو اپنا مشیر بنا۔ بیٹے نے باپ کی یہ نصیحت دل و جان سے سُنی اور گرہ باندھی پھر دونوں رخصتی معانقہ کے لئے کھڑے ہوگئے اور باپ نے رو رو کر اپنا دردِ دل سنایا (ان خیالات کی ترجمانی طوطی ہند نے اپنے اشعار میں نہایت سوز و گداز سے کی ہے) آخر کار معانقہ کیا اور آنسو بہاتا اپنی کشتی پر سوار ہوگیا اُدھر کشتی چلی اِدھر کیقباد چیخیں مار مار کر رونے لگا جب کشتی نظر سے اوجھل ہوگئی تو گھوڑے پر سوار ہو اپنے خیمہ گاہ کو روانہ ہوا خیمہ کے پردے چھُڑوا دیے لوگوں کا آنا جانا بند کیا اور باپ کی یاد میں دن بھر پڑا روتا رہا۔

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد	صبح دم از مہر قبا پارہ کرد
کوکبۂ شرق سوے شرق تافت	لشکرِ مغرب سوے مغرب شتافت
سرورِ مشرق بوداعِ پسر	گریہ کناں کرد ز دریا گذر
خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ	چوترہ بایستہ آرام گاہ
خلوت ازیں گونہ کہ محرم نبود	ہیچ کس از خلوتیاں ہم نبود
آنچہ بُد از مصلحتِ ملک راز	یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار[1] تہی کردنی ست | واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست
در حقِ ایں شوبکرم رہنموں | واں دگرے را بزمیں ریز خوں
آں ہمہ گفتار پدر کیقباد | دل نتواں گفت کہ در جاں نہاد
از پس آں، ہردو بپا خاستند | عذر بد و نیک ہمی خواستند
خستہ پدر از دلِ پرخون و ریش | دست درآورد بدلبندِ خویش
نالہ ہمی کرد کہ اے جانِ من | جاں نہ از آنِ دگرے زانِ من
چوں توشدی، دل زکہ جوید ترا | دیں بکہ گویم؟ کہ بگوید ترا
بے خبرم بہرِ تو، شب تا بروز | گر خبرت نیست چنینم مسوز
سوختہ شد جانِ غمِ اندوختہ | تا چہ شود؟ حالِ منِ سوختہ
کاش نبودی، دو سہ روزی وصال | تا نشدے دیدہ اسیرِ خیال
اے زتو در دیدۂ تاریک نور! | مردمی کن مشو از دیدہ دور
صبر مرا کہ صبوریم نیست | دور ز تو طاقتِ دوریم نیست
گرچہ ترا ہم کششے در دل ست | آنچہ کہ من می کشم آں مشکل ست
چند کنی از پئے رفتن شتاب | یک دمے از سوختگاں رو متاب
با تو اگر ہمرہیم مشکل ست | اشکِ منت ہمرہِ صد منزل ست
خامۂ من زیں پس و تحریر درد | اشکِ رواں بیکِ بیاباں نورد

[1] حضرت خسرو کے حسنِ اخلاق نے اُس شخص کا نام ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مگر مورخین نے بالاتفاق بیان کیا ہی کہ ناصرالدین کی یہ آخری نصیحت ملک نظام الدین داربک کی نسبت تھی جو غصبِ سلطنت کی فکر میں تھا ۱۲

آہ! کہ صبر از دل و تن می رود — خونِ من از دیدۂ من می رود

چوں شغبِ نالہ ز غایت گذشت — گریہ و زاری ز نہایت گذشت

یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت — کش سرِ فرزند ز آغوش رفت

واں خلفِ پاک ہم از دردِ دل — خاکِ رہ از گریہ ہمی کرد گل

بستہ دل و جاں بوفاے پدر — دیدہ ہمی سود بپاے پدر

اشک فشاناں بدلِ دردناک — مردمکِ دیدہ فتادہ بخاک

ہر دو بجاں شیفتۂ یک دگر — دوختہ بودند نظر با نظر

روے بہم کردہ چنیں تا بدیر — ہیچ نگشتند ز دیدار سیر

عاقبت الامر در آں اتفاق — چونکہ ندیدند گزیر از فراق

ہر دو رخِ خوں شدہ عنّاب رنگ — یک دگر آغوش گرفتند تنگ

رفت پدر پاے بکشتی نہاد — دیدہ رواں از مژہ طوفاں کشاد

گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش — کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش

او شدہ زیں سو پسرِ دردمند — آہ بر آورد بہ بانگِ بلند

گریہ ہمی کرد زمانے دراز — سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز

راندہ ہمی از مژہ سیلابِ خوں — تا ز نظر کشتیِ شہ شد بروں

دید چو خالی محل از شاہِ خویش — رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش

رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست — و آمد و شد را ز میاں راہ بست

جامہ بفریاد فغاں می درید | جامہ رہا کن تو کہ جاں می درید

کیقباد کی مراجعت دلّی کو

اودھ سے سلطان معزالدین کیقباد کے لشکر کا کوچ عین برسات کے موسم میں ہوا۔ آسمان پر گھٹا کا شامیانہ جنگل سبزہ زار دھان کے کھیت لہلہے باغوں میں آموں کی کثرت ندی نالے چڑھے ہوے۔ راہ رستے پانی کا تختہ بنے ہوے۔ گنگا کی گھاٹ تک یہی کیفیت تھی۔ کیچڑ پانی کی وجہ سے لشکر کے اونٹ گھوڑوں کی جان آفت میں تھی۔ منزل پر پہونچکر گھاس چارہ تو افراط سے ملتا۔ لیکن دانہ مشکل سے نصیب ہوتا تھا

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب | چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید | سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

تندیِ سیلاب زبالاے کوہ | از شغب آورد زمیں را ستوہ

برق بہر سوے بتابے دگر | دشت بہر جوے بآبے دگر

شالی سرسبز ندانم زچیست | کآب گذشتش زسر آنگاہ زیست

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے[۱]

آبِ رواں گشتہ بہر سایۂ | یافتہ ازمیوہ زمیں مایۂ

ابر دُر افشاں بیشہٖ دریا نوال | ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فراخے ہمہ رہ تا بہ گنگ | آمدہ لشکر ہمہ از آب تنگ

---

[۱] پایاب جوے۔ مرکب قافیہ ہے لفظ پایاب اور جوے بمعنی جوئیندہ ۱۲

پاے ستوراں بزمیں در شدہ — گاوِ زمیں زاسُمِ شاں سر شدہ
بود بہرجا کہ نزولِ سپاہ — تنگی جو بود فراخی کاہ

سلطان کیقباد دلّی پہونچا

سلطانی لشکر منزل بمنزل کوچ کرتا ہوا دلی پہونچا تو کوکبۂ شاہی بڑی شان وشوکت سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ ہاتھی گھوڑے سوار پیادے تیغ زن تیر انداز نیزہ بردار علم بردار جلو میں۔ رایت دولت کا پرچم اُڑتا ہوا سلطانِ جم جاہ گھوڑے پر سوار۔ سر پر چتر سیاہ کا سایہ گرداگرد برہنہ تلواریں قطار در قطار۔ اِس دہوم سے سواری درِ دولت پر پہونچی۔ رخشِ سلطانی کے قدموں پر بہت سا زر وجواہر نثار کیا گیا۔ نقارے پر چوب پڑی شادیانے بجنے لگے مطربوں نے مبارک باد کا راگ الاپا۔ رقاصوں نے ناچنا شروع کیا۔ حضور والا گھوڑے کی باگ روکے یہ تماشا دیکھتے ہوے آہستہ آہستہ چل کر دولت خانے میں جا اُترے اُس وقت فرقِ مبارک پر رسمِ نثار ادا ہوئی زمین پر زر و گوہر کا فرش ہوگیا۔ بخیر وعافیت سفر سے واپس آنے کی خوشی میں کئی دن تک شاہانہ جشن کئے انعام واکرام اور خیرات ومبرّات میں خزانے لٹائے۔

رخشِ طلب کرد شہِ کام گار — شد بگہِ چاشت بدولت سوار
از روشِ پیل گراں تا گراں — سر بسر اندامِ زمیں شد گراں
صفِّ سیاہ از عَلَمِ سرخ و زرد — نسخۂ[1] دیباچۂ نوروز کرد

---

[1] نسخہ کردن = نقل کرنا ۱۲

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید | اوّلِ شب صبح دوم می دمید
تیغ بہ پیرامنِ چترش قطار | ابر یکے قطرۂ آبش ہزار
بود بیک جائے صفِ تیغ و تیر | ہم چو نیستاں بلبِ آب گیر
بانگِ رد ار و کہ بر آمد بلند | غلغلہ در گنبدِ گردوں فگند
کوکبۂ چوں فلک آراستہ | گردِ ظفر تا بہ فلک خاستہ
شاہ بدروازۂ دولت شتافت | داد بدروازہ کشادے کہ یافت
توسنِ شہ راز نثار افگناں | گشت مکلّل بجواہر عناں
کوس خبر کرد بگوش از خروش | وز خبرش بیخبری یافت گوش
نغمۂ مطرب ز گلو گاہِ ساز | گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز
ماہوشاں چرخ زناں پای کوب | گشتہ بمو از رہِ شہ خاکروب
شاہ بنظّارۂ آں کارگاہ | نرم تریں راند فرس را براہ
نرم ہمی راند و عناں می کشید | تا بشرف خانۂ دولت رسید
بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار | فرشِ زمیں شد ز درِ شاہوار
جشنِ فریدون و طرب گاہِ جم | تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم
از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج | خواستہ می داد و ہمی بُرد رنج

ملک نظام الدین کا انجام

امیر صاحب نے تو کیقباد کو دلّی پہونچا کر مثنوی کا قصّہ ختم کر دیا ہے۔ مگر تواریخ[1] سے ثابت ہی کہ کیقباد نے دلی پہونچنے

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

کے بعد سلطان ناصر الدین کی وہ نصیحت جو بوقت وداع کی تھی

درحقِ ایں تو بجرم رہنموں   واں دگرے را بزمیں ریز خوں

یاد رکھی اور اس پر عمل کیا۔ بعض سرداروں کو قید کر دیا بعض دامن کوہ کی طرف بھاگ کر آوارہ ہو گئے۔

فیروز خاں خلجی کو شایستہ خاں کا خطاب دے کر اقطاع برن (بلند شہر) سپرد کیے گئے۔[۱]

ملک نظام الدین اقطاع ملتان کے لیے نامزد ہوا۔ وہ بھی اس تغیر کی لِم سمجھ گیا جانے میں لیت و لعل کرتا رہا بعض مقربوں نے سلطان کے اشارہ سے کوئی چیز پلا کر اُس کا کام تمام کر دیا۔[۱]

یہ شخص بڑا مدبر اور کارداں سردار تھا۔ مگر سلطنت کی ہوس اُس کے حق میں آخر کار زہر کا گھونٹ بن گئی۔

خسرو کی ملازمت کا حال بر سبیل اجمال

امیر صاحب دور معزی سے پہلے ملوک و خوانین کے ندیم اور درباری شاعر رہ چکے تھے اور ان کے کمال سخنوری کا شہرہ ایران و توران تک پہونچ لیا تھا۔

وہ اوّل اوّل ملک چھجو کے ندیم دلی میں رہے پھر شہزادہ بغرا خاں کے ندیم سامانہ میں رہے اور اُس کے ہمراہ سفر بنگال کیا۔ جب یہ شہزادہ سلطانِ لکھنوتی بنایا

---

[۱] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

گیا تو امیر صاحب ترک ملازمت کر کے دلّی واپس چلے آئے بعد ازاں قاآنِ ملک سلطان محمد خاں کے پاس دربار ملتان میں رہے جس معرکے میں سلطان محمد خاں شہید ہوا خسرو اسیر مغل ہو گئے اس قید سے کسی طرح رہا ہو کر دلّی آئے۔ پھر اپنی والدہ اور عزیزوں کے ساتھ پٹیالی چلے گئے اور وہاں اُس زمانے تک مقیم رہے کہ سلطان معزالدین کیقباد تخت نشین ہوا اور اُس نے امیر صاحب کو دلّی بلایا لیکن اس اندیشہ سے کہ ملک نظام الدین ان کا مخالف تھا دربار معزّی میں جانا خلاف مصلحت سمجھا اور اس خطرہ سے بچنے کے لئے حاتم خاں خان جہاں کے پاس چلے گئے اور اُس کی ندیمی اختیار کر لی۔

حاتم خاں خان جہاں سلطان بلبن کا مولازادہ اور نامور سردار تھا۔ یہ امر تحقیق نہیں ہوا کہ جس وقت خسرو خانِ جہاں کے دربار میں گئے تو وہ کہاں تھا؟ اور کس عہدہ پر تھا؟ قیاس غالب یہ ہے کہ وہ اودھ ہی میں کسی عہدہ پر تھا اور اودھ کے مجمع میں وہ اور اُس کے ساتھ خسرو بھی موجود تھے قصائدِ خسرو میں ایک قصیدہ ہے جو دربار اودھ کی تہنیت میں انشا کیا گیا ہے اِس قصیدہ سے بھی خانجہاں اور خسرو کا اس موقع پر موجود ہونا قرینِ قیاس ہے۔

سلطان ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں امیر صاحب فرماتے ہیں۔

صفِ حریفاں زدو جانب قطار ہر یک از ایشاں ملک نامدار

بانگِ ندیمانِ قصیدہ سرا   باز رسانیدہ سخن بر سما

اس مجلس میں کہ دونوں بادشاہ و ملوک و اُمرا موجود تھے شعرا نے اپنے قصیدے سنائے غالباً طوطیِ ہند نے بھی اپنا قصیدہ سنایا ہوگا اس قصیدہ کے منتخب اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ

زہے! ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد   زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد

دو چیز از دو سو سر بر آورد از در   زمیں زاں دو ابرِ دُر افشاں یکے شد

پسر بادشاہ و پدر نیز سلطاں   کنوں ملک بیں چوں دو سلطاں یکے شد

ز بہرِ جہاں داری و بادشاہی   جہاں را دو شاہِ جہانباں یکے شد

یکے ناصرِ عہد محمود سلطاں   کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد

دگر شہ معزّ جہاں کیقبادے   کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

بدیو و پری گوے اے باد! کاینک   دو وارث بملکِ سلیماں یکے شد

کنوں روے در چیں نیارند ترکاں   بہندوستاں چوں دو خاقاں یکے شد

بروں شد دوئی از سرِ ترک و ہندو   کہ ہندوستاں با خراساں یکے شد

بصد میہمانی صلا داد عالم   چو بر خوانِ شاہی دو مہماں یکے شد

خان جہاں کو اقطاع اودھ کی حکومت ملی	امیر صاحب اسی مثنوی میں فرماتے

ہیں کہ جب لشکر کیقباد اودھ سے واپس چلا اور کنت پور کی حد میں پہونچا تو خان جہان کو اقطاع اودھ کی حکومت عطا ہوئی خسرو تو پہلے ہی سے اُس کے ملازم تھے اور وہ ان کا بڑا قدر دان و محسن تھا اِس لئے اُس کے ساتھ اودھ میں رہنا پڑا۔

باعَلمِ فتح دراں راہِ دور	سایہ فشاں شد بحدِ کنت پور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز	گشت باقطاعِ اودھ سرفراز
ازکفِ جود و کرمِ حق شناس	کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بُدم چاکرِ او پیش ازاں	کرد کرم آنچہ کہ بد پیش ازاں
تازچناں بخششِ خاطر فریب	بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
دراو دم بُرد ز لطفے چناں	کیست کہ از لطف بتابد عناں؟
غربت از احسانش چنانم گذشت	کم وطنِ اصل فراموش گشت
دراودھ از بخششِ او تا دو سال[۱]	ہیچ غمِ[۲] کہ مرا و نالہ نبود از منال

خسرو کی رخصت دربار خان جہاں سے

امیر صاحب کو وطن سے جدا ہوئے قریب دو سال کے ہو گئے تھے مادر مہربان اُن کے فراق میں بے تاب تھیں پیہم خطوط بھیجتی تھیں کہ جلد آؤ۔ اُن کا دل بھی وطن کی یاد

---

[۱] اِس شعر میں قیام اودھ دو سال بیان کیا ہے لیکن یہ عرصہ کیقباد کی روانگی کے بعد سے اگر شمار کیا جائے تو حساب بالکل غلط بیٹھتا ہے۔ البتہ ۶۸۶ھ سے دو سال شمار ہو سکتے ہیں جبکہ خسرو خان جہاں کی ملازمت میں داخل ہوئے ہیں ۱۲

میں بیقرار تھا مگر خانِ جہاں کے احسانات نے اُن کے لب پر مُہرِ خاموشی لگا رکھی تھی۔

آخر کار خان جہاں سے والدہ کی تاکید اور اپنی حالت عرض کی اُس نے بخوشی دل جانے کی اجازت دیدی اور دو کشتیاں اشرفیوں سے بھری ہوئی بطور زادِ راہ پیش کیں۔

من زپئے شرمِ خداوندِ خویش — رفتہ زجائے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ بسحہ سنج — ماندہ بدہلی ز فراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار — سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم — نامہ نویساں زپئے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش — چندگہے راہ ندادم بخویش
چوں کششِ سینہ زغایت گذشت — ق — باعثۂ دل زنہایت گذشت
حالِ خود و نامۂ اُمیدوار — باز نمودم بخداوندگار
داد اجازت برضائے تمام — تا نہم اندر رہِ مقصود گام
خسرحِ رہم زاں کفِ دریا نثار — گرم رواں کرد دو کشتیِ زر
تا زچناں بخششِ مفلس پناہ — شکر کناں پائے نہادم براہ

خسرو کی روانگی اور دلی پہونچنا

اب خسرو کمر ہمت باندھ کر اودھ سے چل کھڑے ہوئے۔ غم مادر زادِ سفر ہے اور شوقِ وطن بدرقۂ راہ چلتے چلتے ایک مہینے

میں دلّی پہونچے وطن کے درو دیوار کو دیکھکر اور دوست آشناؤں سے ملکر دل باغ باغ ہوا۔

پیاری اماں کے قدموں پر سر رکھدیا۔ اُس غم زدہ نے رو رو کر پیار کیا کلیجہ میں ٹھنڈک پڑی۔ بیٹے کے بخیر و عافیت پہونچنے کی منت مان رکھی تھی اب مراد پوری ہوئی تو وہ منّت بھی پوری کی۔

شوق کشاں کرد گریبانِ من — گریہ زدہ دست بدامانِ من

حاملِ خوں کرد غمِ مادرم — زادِ همیں بود براہ اندرم

قطع کناں راہ چو پیکانِ تیز — بلکہ چو تیر آمدہ اندر گریز

یک مہِ کامل بکشیدم عناں — راہ چنیں بود کشش آنچناں

ہم چو مہِ عید خوش و شاد بہر — در مہِ ذیقعدہ رسیدم بشہر

خندہ زناں ہمچو گلِ بوستاں — چشم کشادم برخِ دوستاں

مرغِ خزاں دیدہ بہ بُستاں رسید — تشنہ بسر چشمۂ حیواں رسید

مُردہ دل از حالِ پریشانِ خویش — زندہ شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیدہ نہادم بہزاران نیاز — بر قدمِ مادرِ آزرم ساز (مہربان ۱۲)

مادرِ من خستۂ تیمارِ من — ق چوں نظر افگند بدیدارِ من

پردہ ز روئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں بسرم درگرفت

داد سکونے دلِ آشفتہ را — کرد وفا نذرِ پذیرفتہ را

خسرو دربار معزی میں

خسرو شعرا کو دلّی پہونچے دو ہی دن گذرے تھے کہ سلطان معزالدین کیقباد کو اُن کے آنے کی خبر لگی فورًا حاجب سلطانی دوڑا آیا کہ چلیے حضور نے یاد فرمایا ہے۔

یہ اُٹھے اور چلنے کی تیاری میں مصروف ہوئے اسی رواروی میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی مرتب کرلیا۔

مجلس خانۂ سلطانی میں پہونچکر آداب بجالاے مگر دل میں دھکڑ پکڑ تھی (شاید اس خیال سے کہ پٹیالی میں جو فرمانِ طلب پہونچا تھا اُس کی تعمیل نہیں کی تھی) خیر قصیدہ جیب سے نکالا اور بلند آواز سے پڑھ کر سنایا۔

قصیدہ

منت ایزد راکہ شہ بر تختِ سلطانی نشست — در دماغِ سلطنت بادِ سلیمانی نشست

شہ معزالدین والدّنیا کہ از دیوانِ غیب — نامِ او بر نامۂ دولت بعنوانی نشست

کیقباد آں گوہرِ تاجِ کیاں کز زخمِ تیغ — باج از ایراں بستد و بر تختِ تورانی نشست

بخت را بنمود کایں پیشانیِ دولت کراست؟ — تاج زرینش کہ بر بالاے پیشانی نشست

قصۂ دریا نگر بر گوہرِ والاے خویش — تا بگستاخی چرا بر تاجِ سلطانی نشست؟

بر سرش چوں سائباں شد چتر می گفت آسماں — سایہ را دیدی کہ با خورشیدِ نورانی نشست

تیز نتواند بعالم دیدن اکنوں آفتاب — چوں ز چترش عالمے در ظلِّ سلطانی نشست

انس و جاں از مہرِ گردوں در خیال افتادہ اند — مہرِ او تا در خیالِ انسی و جانی نشست

تا غبار بادپایش چشم جاں را سرمہ داد | خاک را بر منتِ ہر دیدہ تابانی نشست
از زبانِ تیغ تا از بہرِ سرہا شانہ ساخت | در سرِ ہر کس کہ بد موے پریشانی نشست
روزِ ہیجا از خیالِ ناوکِ ترکانِ او | نیستانی در دلِ شیرِ نیستانی نشست
در دلِ بدخواہ پیکانش کہ از خوں لعل گشت | گوئیا در سنگِ خارا لعلِ پیکانی نشست
ابر دستا! داد در دستت خدا تیغے چو آب | تا غبارِ کافر از راہِ مسلمانی نشست
چوں بہ تختِ سلطنت بنشستی از حکمِ ازل | تا ابد بنشیں کہ آنجا ہم تو میدانی نشست
زاں کمرہاے مرصع کز تو بربستند خلق | ہر بزرگے تا کمر در گوہرِ کانی نشست
ابر صد بار آبروے خویش را بر خاک ریخت | پیشِ ابرِ دستِ تو کاندر دُر افشانی نشست
بر درِ قصر چو فردوسِ تو رضوانِ بہشت | شاخِ طوبیٰ را عصا کردو بدربانی نشست
دید قصرِ شاہ را با برجِ جوزا ہم کمر | بندہ خسرو چوں عطارد در ثناخوانی نشست

چشمِ تو بیدارِ دولت باد تا از عونِ بخت!
جملہ بیداراں بخسپند و تو بتوانی نشست

بادشاہ کو ان کا کلام ایسا پسند آیا کہ تمام شعراے دربار اُس کی نظر میں ہلکے پڑ گئے از راہ بندہ پروری اِن کا وظیفہ مقرر کیا او ردو بدرے درم کے نقد عنایت فرمائے اور اپنے ندیمانِ خاص کے زمرے میں منسلک کر لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں

بعد دو روزے کہ رسیدم ز راہ | ز آمدنم زود خبر شد بشاہ
حاجبے آمد بشتابندگی | داد نویدم بصفتِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم | محمدتے تازہ بپر داختم
رفتم و رُخسارہ نہادم بخاک | تن ادب آموز و دل اندیشناک
نقشِ طرازیدہ[قصیدہ مدحیہ۱۲] کشادم زبند | کردمش انشاد[پڑھنا۱۲] بہ بانگِ بلند
شہ چو دُرِ چیدۂ من دیدہ تر | مُہرہ بچید از ندُماے دگر
داد بہ احسان رہی بردرم | جامگی[تنخواہ۱۲] خاص و دو بدرہ درم

کیقباد کی فرمایش جب بادشاہ اپنے بذل و کرم سے خسرو کو ممنون کر چکا تو اِن کے کمال سخنوری کی ستایش کے بعد کہا کہ تمہارے فن سے ہماری بھی ایک غرض متعلّق ہے اگر تم فکرِ سخن کرو تو ہماری خواہش پوری ہو سکتی ہے۔ پھر ہم بھی اس کا اتنا صِلہ دیں گے کہ آیندہ طلبِ مال و زر سے بے نیاز ہو جاؤ گے'' خسرو نے عرض کیا کہ حضور والا! میں تو یہی ٹوٹی پھوٹی فارسی جانتا ہوں اگر اس سے وہ غرض پوری ہو سکے تو میں اپنی خوش قسمتی سمجھوں گا سلطان نے کہا ''میری خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف گوارا کر کے میری اور میرے باپ کی ملاقات کا حال اور جو ماجرا میرے اور اُن کے درمیان گذرا ہے ایسی سحر بیانی سے نظم کرو کہ باپ کی مفارقت جس وقت مجکو پریشان کرے وہ نظم پڑھ کر دل کو تسلّی دے لیا کروں''
اتنا کہہ کر خازنِ دولت کو اشارہ کیا وہ خسرو کو اپنے ساتھ لے گیا اور اشرفیاں اور خلعتِ شاہانہ دیا۔

گفت کہ ''اے ختمِ سخن پروراں! | ریزہ خورِ خوانچۂ تو دیگراں

از دلِ پاکت کہ ہنر پرور ست | ہمت مارا طلبے در سر ست
گر تو دریں فن کنی اندیشہ چیست | از تو شود خواستۂ من درست
خواستہ چندانت رسانم ز گنج | کز پے خواہش نبری ہیچ رنج"
گفتمش "اے تاجورِ جم جناب! | بخت ندیدہ چو تو شاہے بخواب
من کہ بُوم داعیِ مدحت طراز | تا چو توے رابمن آید نیاز
باغ نہ از گل طلبد رنگ و بوے | ابر نہ از قطرہ بود آب جوے
حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست | نیست مگر پارسیِ نادرست
گر غرضِ شاہ برآید بداں | دولتِ من روے نماید بداں"
گفت "چناں بایدم اے سحر سنج! | کز پئے من روے نہ پیچی ز رنج
جسمِ سخن را بہنر جاں دہی | شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی
نظم کنی جملہ بسحرِ زباں | قصۂ من با پدرِ مہرباں
تا اگرم ہجر در آرد ز پاے | آیدم از خواندنِ آں دل بجاے"
ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود | از نظرِ لطف اشارت نمود
بُرد مرا خازنِ دولت چو باد | مُہرِ زر و خلعت شاہا سیم داد

تصنیف مثنوی چونکہ یہ الطافِ شاہانہ بغیر سابقہ خدمت تھے اِس لئے خسرو شرمندۂ احسان ہو کر بارگاہ سلطانی سے اپنے گھر آئے اب تو جو خدمت سپرد ہوئی تھی اُس کی بجا آوری فرض ہو گئی۔

کنج عزلت اختیار کیا اور سب سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ یار و مددگار تھے تو یہی قلم دوات اور کاغذ۔ ۳۶ سال کی عمر تھی اور فکر سخن کا دریا جوش و خروش پر۔ تین مہینے تک شب و روز محنت کر کے مثنوی کا خاکہ کھینچ لیا اور تین مہینے اُس کی کتابت و آرایش و پیرایش میں صرف کئے۔ غرض کہ چھ مہینے میں اس مثنوی کو سلطان معزالدین کیقباد کے مطالعہ کے قابل بنا دیا۔ رمضان کا مہینہ تھا اور سنہ ۶۸۸ھ۔

از درِ شہ با ہمہ شرمندگی آمدم اندر وطنِ بندگی

خم شدہ از بارِ گہر گردنم فرض شدہ خدمتِ شہ کردنم

گوشہ گرفتم ورقِ دل بدست عقل سراسیمہ و اندیشہ مست

روے نہاں کردم از ابنائے جنس نے غلطم بلکہ خود از جنّ و انس

آبِ معانی ز دلم زاد زود آتشِ طبعم بقلم داد دود

چوں بتوکّل شدم اندیشہ سنج سینۂ خاکیم بروں داد گنج

ہمّت مردانہ بہ بستم بکار ریختم از خامہ دُرِ شاہوار

باز نیاسود قلم تا سہ ماہ روز و شب از نقش سپید و سیاہ

تا ز دلِ کم ہنر و طبعِ سست راست شد این چند خطِ نادرست

ساختہ گشت از روشِ خامۂ از پسِ شش ماہ چنیں نامۂ

در رمضان شد بسعادت تمام یافت قِراں نامۂ سعدین نام

آنچہ بتاریخ ز ہجرت گذشت بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت

سنہ ۶۸۸

سالِ من امروز اگر بر رسی ۔۔۔ راست بگویم ہمہ شش بود وسی [۳۶]

زیں نمط آراستہ بکرے چو ماہ ۔۔۔ باد قبولِ دلِ دانائے شاہ

خاتمۂ مثنوی خسرو نے اس مثنوی کا ایک طولانی خاتمہ لکھا ہے جو مختلف مضامین پر مشتمل ہی۔ اُس کے مطالعہ سے اس مثنوی کی نسبت اور حضرت خسرو کی عادات و اخلاق کے بارے میں بعض مفید معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ ان معلومات کا ذکر ہم ذیل میں کرتے ہیں:۔

اپنی محنت اس مثنوی کی تصنیف میں خسرو نے جو محنت اٹھائی ہے اُس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ یہ مضامین میں نے خون جگر پی کر اور پیشانی کا پسینہ بہا کر پیدا کئے یہ مجھکو ایسے عزیز ہیں کہ کبھی ان کو جگر میں رکھتا ہوں کبھی پیشانی پر جگہہ دیتا ہوں۔

کس چہ شناسد کہ چہ خون خوردہ ام ۔۔۔ کایں گُہر از حقّہ برآوردہ ام

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہُر ۔۔۔ از خوے پیشانی و خونِ جگر

تا نہم از فکرتِ پنہانیش ۔۔۔ گہہ بجگر گاہ بہ پیشانیش

تعداد اشعار مثنوی اس مثنوی کے اشعار کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل بار گنتی نہیں کی تھی اُن میں سے کسی قدر کم ہو گئے ہیں اب حساب کر کے امانت دار لوگوں کو ایک مثنوی سپرد کر دی ہے اُس کے مقابلہ سے کمی و بیشی کا اندازہ ہو سکے گا۔

تین ہزار نو سو چوالیس بیتیں ہیں۔ ناظرین سے درخواست کی ہے کہ ان میں سے کوئی بیت کم نکریں کیونکہ اس شخص کو بڑی تکلیف ہوتی ہے جس کا فرزند گم ہو جاتا ہے :۔

من چو نکردم عددش از نخست	گم شد و سرمایہ نماندش درست
گشت ضرورت کہ کنونش بعقد	بستم و دادم با مینانِ نقد
تا چو دریں بنگری اے ہوشمند!	بیش و کمش باز شناسی کہ چند
ورز جمل باز کشائی شمار	نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار
خواہمش از خامہ زنانِ گزیں	آنکہ نگردد رقمے کم ازیں
زانکہ خراشیدۂ مردم بود	آہ کسے! کش خلفش گم بود

اس بیان سے یہ بھی ایک نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ خاتمہ اختتام مثنوی سے ایک مدّت بعد لکھا گیا ہے۔

وصف نگاری

وصف اشیا کی نسبت کہتے ہیں کہ "کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ صفات اشیا بیان کرکے اُس کا نام مجمعِ اوصاف رکھوں طرز سخن میں یہ ایک نئی ایجاد ہو گی چنانچہ اس مثنوی کے ضمن میں وہ خیال پورا کیا ہے آیندہ اِس مضمون پر قلم اُٹھانے کا ارادہ نہیں ہے"

بود دراندیشۂ ہیں چند گاہ	ق کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و آبش دہم	مجمعِ اوصاف خطابش دہم

بازتمامِ صفتِ ہرچہ ہست — شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست

طرزِ سخن را روشِ نو دہم — سکّۂ ایں ملک بخسرو دہم

آنچہ زسر جوشِ دلِ نقشبند — ق — معنیِ نو بود و خیالِ بلند

موے بمویش بہنر بیختم — پختہ وسنجیدہ دروریختم

زیں پس اگر عمر بود چندگاہ — ق — کم ہوس آید بسفید و سیاہ

رنگِ زیادت ندہم خامہ را — سادہ تریں نقش کنم نامہ را

کانچہ ہمی شد بدلم خار خار — یافت دریں گلشنِ رنگیں نگار

صلۂ مثنوی سے استغنا

اس مثنوی کے صلہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ "بادشاہ نے صلۂ وافر کا وعدہ کرکے مجکو اس کام پر آمادہ کیا تھا۔ مگر میں نے اُسکی طمع میں یہ مثنوی نہیں لکھی ہے میرا سخن بجاے خود ایک خزانہ ہے اُس کے سامنے گنجِ زر کی کیا حقیقت ہے اگر بادشاہ کچھہ عطا کرے گا تو میں لے لوں گا۔ ندے گا تو مجھ کو کچھہ پرواہ نہیں۔ شاعری کی بدولت مجھہ کو جو صلہ ملتا ہے اُس کو وہ چند کرکے مستحقین میں تقسیم کردیتا ہوں"

"اوّل مرتبہ جو بادشاہ نے کرم کیا تھا وہ بھی اس محنت کا معاوضہ نہیں ہوسکتا سب جانتے ہیں کہ اتنے موتی دو تین بدرہ زر کے مقابلے میں کون دیتا ہے۔ اگر سلطان مجھکو فریدوں وجمشید کا سا خزانہ بھی عطا فرماے تو میرے ایک حرف کا صلہ نہو گا میرا اصلی مقصد تو بقاے نام ہے جو کوئی اس مثنوی کو دیکھے گا مجکو یاد کریگا۔

گرچہ شہ از بہرِ چنیں نامۂ داد مرا گرمیِ ہنگامۂ
نز پے آں شد قلمِ سحر سنج کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج
من کہ نہادم ز سخن گنجِ پاک گنجِ زر اندر نظرم چیست؟ خاک
گر دہدم تاجورِ سربلند دُر نتواں باز بدریا فگند
ور ندہد زآنِ خودم رائگاں رنجہ نکردم چو تہی مائگاں
یک جو ازیں فن چو بداماں نہم دہ کنم آں را و بصد تن دہم
شیرم و رنج از پئے یاراں برم نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم
ایں ہمہ شربت نہ بداں کردہ ام کآب ز دریاے کرم خوردہ ام
ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر کس نفشاند بدو سہ بدرہ زر
ور دہدم گنجِ فریدوں و جم ہدیۂ یک حرف بود۔ بلکہ کم

اس بیان سے منکشف ہوتا ہے کہ جس وقت تک یہ خاتمہ لکھا گیا سلطان نے حسب وعدہ اس مثنوی کا صلہ نہیں دیا تھا مگر خسرو نے فردوسی کی طرح مذمّت کا زہر نہیں اُگلا بلکہ صرف اپنا استغنا ظاہر کیا ہے۔

دوسری یہ بات معلوم ہوئی کہ خسرو میں صفت ایثار اعلیٰ درجے کی تھی فکر سخن کی محنت دوسروں کے فائدہ کی غرض سے گوارا کیا کرتے تھے۔

دزدانِ معنیٰ کی شکایت

پھر کہتے ہیں کہ "وصف نگاری میں جو میں نے تازہ مضامین پیدا کیے وہ میری ہی افکار کا نتیجہ ہیں۔ اگلے شعرا کی تقلید نہیں ہے

مگر میں تازہ مضامین زبان پر لانے سے اس لئے ڈرتا ہوں کہ لوگ سنتے ہی چوری کر لیتے ہیں اور لطف یہ کہ خود مجھ سے ہی اُس کی داد چاہتے ہیں میں شرماتا ہوں اور ان کی تعریف کر دیتا ہوں مگر وہ چور ہو کر بھی ذرا نہیں شرماتے۔"

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم
مور شدم بر شکر خویش و بس — در نزدم دست بحلوائے کس
دزد نیم خانہ برِ دیگرے — خانہ کشادہ ز درِ دیگرے
ہر چہ کہ از دل دُرِ مکنوں کشم — زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم
زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں — ایمنیم نیست ز غارت گراں
دزدِ متاعِ من و با من بجوش — شاں بزباں آوری و من خموش
نقدِ مرا پیشِ من آرند راست — من کنم احسنت کز آنِ شماست
شرم ندارند و بخوانند گرم — با من و من ہیچ نگویم ز شرم
طرفہ کہ شان دزدِ من از شرم پاک — حاجب کالا من و من شرم ناک

معارضین کا ذکر خسرو نے اپنے معارضین کا ذکر نہایت سنجیدگی و تحمّل کے ساتھ کیا ہے :-

آنکہ بنقصانِ خیالِ منند — جملہ گواہانِ کمالِ منند
بر ہنر آید ہمہ را گفت و بس — بے ہنراں را نکند یاد کس
در سخن افتد ہمہ را پیچ پیچ — چوں سخنے نیست چگویند؟ ہیچ

آنکہ ورا در سخن آوازہ بیش | زخم زناں بروے زاندازہ خویش
ہر گل و خارے کہ رسد زیں خراب | نے خوش ازاں گردم و نی رنجہ زاں
ہر چہ ستایش کندم مرد ہوش | گرچہ بود راست نیارم بگوش
زانکہ چو زیں فن بعبور رفتم | ترسم ازیں مرتبہ دور اوفتم
چرب زبانی نبود سود مند | طفل بود کش بفریبی بہ قند
آنکہ شناسندۂ ایں گوہر ست | گر ہمہ نفریں کندم درخور ست

حسّاد کا ذکر خسرو کی شہرت اور کلام کی خوبی دیکھ کر جو لوگ جلے مرتے تھے اُن کا ذکر بھی نہایت ٹھنڈے دل اور حکیمانہ انداز سے کیا ہے۔

باز کسے را کہ حسد رہ زند | زخمہ دریں رہ نہ یکے دہ زند
گر بمثل صد ہنر آرم زغیب | ہیچ نگاہے نکند جز بعیب
صد سخنِ راست نگیرد بہیچ | یک رقمِ کژ کند انگشت پیچ
گر بہ ازیں ہست گہر سفتنش | عیب بود عیبِ کساں گفتنش
ور کم ازیں مایہ رسیدش زغیب | طفلِ رہِ ماست ز طفلاں چہ عیب؟

مدح گوئی سے بیزاری اور محتشمانِ زمانہ کی شکایت خسرو شعرائے دَورِ معزّی کے اُمرا پر سختی کے ساتھ لے دے کی ہے۔ مگر کسی خاص شخص پر حملہ نہیں کیا بلکہ عام شکایت ہے۔

تاریخ سے بھی ثابت ہے کہ اِس عہد میں اکابر و معارف اور شریف النفس اُمرا

و ملوک عزلت گزیں ہو گئے تھے۔ سفلے دون ہمّت اور جاہ طلب بادشاہ کے مقرب اور کاروبار میں دخیل تھے یہ صاف گوئی خسرو کی دلیری اور اخلاقی جرات کی بیّن دلیل ہے۔

گرمی دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا
تا کے دریں شیوہ بہ ننگے شوم — بے غرض آماج خدنگے شوم
نام گدائے کنم اسکندرے — خلعت عیسیٰ فگنم بر خرے
محتشمانند دریں روزگار — مس بزرانندو دہ ناقص عیار
کور دل از دولت و کوتہ نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کور تر
گوش گرانے ہمہ ناموس جوے — سفلہ وش و دوں صفت و تنگ خوے
بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبہ کوشی کنند
خوردہ بدرویش نیاز ندیش — بیش رسانند بدانجا کہ بیش
گر برسانند (مثل) بر گدائے — یک درمے دہ طلبند از خدائے

پھر اِسی سلسلہ میں فرماتے ہیں:-

ایں سخن چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسے باک نیست — زہر نخوردم غم تریاک نیست
نیت آں دارم ازیں پس بہ راز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

پشت بخویم نہ پناہے زکس ‏ ‏ چوں بخداوند کنم روے وبس

مثنویاتِ نظامی کی ثنا و صفت

امیر صاحب خواجہ نظامی گنجوی کو صنف مثنوی کا اُستاد کامل مانتے ہیں اِن کی مثنویات کی خوبیوں کے معترف ہیں اور اپنے لئے بہتر طریقہ نظامی کی تقلید خیال کرتے ہیں

درہوسِ مثنویت در دل ست ‏ ‏ حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو ‏ ‏ گفت بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر ‏ ‏ وز دُرِ او سر بسر آفاق پر

پختہ از و شد چو معانی تمام ‏ ‏ خام بود پختنِ سودائے خام

بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست ‏ ‏ ویں رہِ باریک بہ پائے تو نیست

گفتہُ او را شنو و گوش باش ‏ ‏ گفتِ مرا بشنو و خاموش باش

سحر ورانے کہ درو دیدہ اند ‏ ‏ خاموشیِ خویش پسندیدہ اند

مثنوی اوراست ثنائے بگو ‏ ‏ بشنوش از دور و دعائے بگو

درہوست می نگذارد عناں ‏ ‏ می کشدت دل بخیالِ چناں

کوشش آں کن کہ دریں راہِ تنگ ‏ ‏ زاں گلِ تر بوئے دہندت نہ رنگ

سوزِ سخن را نہ بہ خامی طلب ‏ ‏ پختگیش ہم ز نظامی طلب

سوزِ تکلّف خس و خاکستر ست ... چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

غزلِ سعدی کی ثنا و صفت

امیر صاحب صنفِ غزل میں سعدی کے معتقد و مداح اور مقلد ہیں۔

در غزلت یادِ جوانی دهد ... در خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں ہم کہ کساں گفتہ اند ... ہرچہ تو گوئی بہ ازاں گفتہ اند

نوبتِ سعدی کہ مبادا کہن ! ... شرم نداری کہ بگوئی سخن

اس خاتمہ کی تصنیف کا زمانہ

اگر مصنّف نے کچھ تصریح نہ کی ہو تو عام دستور کی مطابق یہ ہی خیال کیا جاسے گا کہ خاتمہ کتاب اور اصل کتاب کی تسوید کا ایک ہی زمانہ ہے۔ لیکن (تعداد اشعار مثنوی) کے عنوان میں ہم اپنا شبہ ظاہر کر چکے ہیں کہ یہ خاتمہ مثنوی سے ایک عرصہ بعد کا معلوم ہوتا ہے۔

آگے چل کر ذیل کے اشعار صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اس وقت خسرو کی عمر چالیس[۴] سے گذر کر پچاس تک پہونچ گئی ہے مثنوی کہی تھی چھتیس[۳۶] سال کی عمر میں۔ تو خاتمہ چودہ برس بعد کا ہوا۔

امیر صاحب خود اپنی طرف سے خطاب کرتے ہیں :-

لیک اگر پندِ من آری بگوش | مصلحت آن ست کہ مانی خموش
چل شد و در پنجہ ات آمد نشست | پیش ہمیں پیش کہ افتی بہ پست
نوبتِ تو بہ ہست گرانی مکن | روے بہ پیری ست جوانی مکن

لیکن اس خاتمہ کا آخر صفحہ (جہاں اس مثنوی کی نسبت چند دعائیں مانگی ہیں اور سلطان کیقباد کے حضور میں اس کی مقبولیت اور شہرت کی توقع ظاہر کی ہے) خاتمہ کی نسبت پھر الجھن پیدا کرتا ہے :-

بار خدایا! منِ غافل بہ راز | ق | ایں ورقِ سادہ کہ بستم طراز
گرچہ کہ امروز جمالِ من ست | عاقبت الامر وبالِ من ست
عفو کن آں را کہ رضاے تو نیست | توبہ دہ از ہرچہ براے تو نیست
چوں زرِ تو شد ایں ہمہ ناچیز چیز | ہم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند | بے ہنراں حملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش | در نظرِ عیب شناساں بپوش
بو کہ برآرد بہ چنیں نامہ نام | بر درِ شہ خدمتِ من والسلام

یہ اخیر شعر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ ابھی سلطان کیقباد زندہ ہے۔ تو یہ اسی زمانے کی تحریر ہے جب کہ مثنوی لکھی گئی ہے۔

ان اختلافات سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ خاتمہ کا آخر حصہ مثنوی کے

ساتھ ساتھ لکھا گیا اور پہلا حصّہ بعد میں اضافہ کیا ہوگا جب کہ خسرو علیہ الرحمۃ کی عمر ۵۰ سال کی ہوگئی تھی۔

کیقباد کا انجام | کیقباد جب اودھ سے روانہ ہوا تھا تو باپ کی نصیحتیں چند روز یاد رکھیں راگ رنگ کی تعطیل کردی۔ تسبیح و مصلّا سنبھالا۔ مگر ارباب نشاط کی فوج قاہرہ لشکر کے ہمراہ چلی آتی تھی جس نے ہفتہ عشرہ ہی میں سلطان کو مغلوب کرلیا۔ اور اثنا‌ء سفر ہی میں توبہ ٹوٹ گئی[1] ؎

آفتِ زہد و توبہ شد ترک شراب خوارِ من | یار گر اوست کے بود توبہ و زہد یارِ من

دلّی میں سامانِ شوق کی کیا کمی تھی۔ جو مشاغل پہلے تھے وہی اب تھے اس رندی و بادہ خواری نے عین جوانی میں اُس کو پیرِ ناتواں بنا دیا۔ عوارضِ جسمانی لاحق ہوئے۔ آخر کار لقوہ اور فالج نے حس و حرکت سے معذور کر دیا۔ کچھ عرصہ تک علاج ہوتا رہا۔

اوائل ۶۸۹ھ میں دم واپسیں آپہنچا اور اُس کی عبرت انگیز شمع زندگی گل ہوگئی اور سلطنت بھی ہمیشہ کے لئے ترکوں کے خاندان سے خلجیوں میں منتقل ہوگئی۔

یہ مثنوی کیقباد نے بڑے شوق سے تصنیف کرائی تھی۔ معلوم نہیں اس کی سیر نصیب ہوئی یا نہیں۔ غالباً مرض الموت کی تکلیفات نے اُس کو

---

[1] تاریخ برنی و بدایونی ۱۲

مثنوی کا صلۂ موعود دینے سے باز رکھا۔ اگر دیا ہوتا تو خسرو علیہ الرحمۃ اُس کا ذکر شکریہ کے ساتھ دیباچہ غرۃ الکمال میں ضرور کرتے جہاں سلطان کیقباد کی وفات کا تذکرہ کیا ہی۔

کلام پر ایک نظر

اب تک ہم نے اس مثنوی کے اصل قصے اور اُس کے متعلقات پر نظر کی ہی۔ ابھی اس مثنوی کی نظم و ترتیب اور محاسن کلام کا مطالعہ کرنا باقی ہی یہ کام اب شروع کرتی ہیں وما توفیقی الّا باللّٰہ

خصائصِ مثنوی اس مثنوی کی ترتیب میں چند خصوصیات ایسی ہیں جن سے شعرائے عجم کی مثنویات خالی ہیں۔ لیکن یہ خصوصیات لوازم مثنوی میں شمار نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ یہ خسروؒ کی جدت آفرینی ہی کہ اس مثنوی کو دلآویز بنانے کی غرض سے اختیار کی ہی۔

(۱) نظم عنوان (۲) تضمین غزل (۳) وصف اشیا

نظم عنوان مثنوی میں اکثر قصص، تاریخ، اخلاق، تصوف یا کوئی خاص بیان کیا جاتا ہی اور جب مضمون طویل ہوتا ہی تو اُس کی تقسیم فصول و ابواب یا داستانوں میں کیجاتی ہی اور ہر فصل یا داستان کا عنوان نثر میں ہوتا ہی۔ یہ قدیم دستور ہی۔ مگر خسرو نے اس مثنوی میں ہر داستان کا عنوان بھی نظم کیا ہی۔ اگر کل اشعار عنوان جمع کیجئے تو ایک قصیدہ ۲۰۷ شعر کا مرتب ہو جائے گا جس کی بحر مثنوی کی بحر سے مختلف ہی اور بحر ایسی اختیار کی ہی جس میں مضمون عنوان کی گنجائش بخوبی ہوسکتی ہی چند

اشعارِ عنوان بطور نمونہ نقل کیے جاتے ہیں ؎

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوند جہاں — بر سرِ نامہ زجید نوشتم عنواں

نامِ ایں نامہ والاست قران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہرست قراں

در تضرع بدرِ حق کہ گنہگاراں را — داد بارانِ گنہ شوے زعینِ غفراں

نعتِ سلطانِ رسل آنکہ مسیحا بدرش — پردہ داری ست نشستہ زپسِ شادرواں

وصفِ معراجِ پیمبر کہ بشب روشن شد — سرِ اسراش[1] ز زلفِ سیہِ مشک فشاں

۵- مدحتِ شاہ کہ نامش بفلک رفت چنانکہ — نقشِ آں داغ شدہ تنگِ فلک را ابر را

در خطابِ شہِ عالم کہ بسلکِ خدمش — آبم و این گہر چند فشانم ز زباں

۶- صفتِ حضرتِ دہلی کہ سوادِ اعظم — ہست منشور وے از حرسہا اللہ نشاں

صفتِ مسجدِ جامع کہ چناں ست درو — شجرۂ طیبہ ہر سوے چو طوبیٰ بجناں

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش — از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

۱۱- صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگیں گوئی — ریختہ دستِ فلک آبِ خضر صورتِ جاں

اس دسویں عنوان کے تحت میں اوّل تو صفتِ شہر کی طرف بازگشت ہی جس کا بیان عنوان ہفتم میں بھی ہو چکا ہی۔ علاوہ بریں کئی اور مضمون بلا عنوان ہیں مثلاً صفت مردم شہر۔ کیقباد کی تخت نشینی۔ ناصرالدین کی لشکر کشی اودھ پر۔ اور یہ بات اور جگہ بھی پائی جاتی ہی کہ صفت نگاری کے بعد اصل قصے کو بلا عنوان

---

[1] اشارہ ہی اس آیۂ کریمہ کی طرف سبحان الذی اسریٰ بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام ۱۲
لفظ اسریٰ جو اس آیت میں آیا ہی فعل ماضی ہی جس کا مصدر اسرا ہی جس کے معنی ہیں بشب راہ رفتن۔ راتوں رات چلنا"

شروع کر دیتے ہیں۔

تضمین غزل خواجہ نظامی سکندر نامے کی داستانوں کے آخر میں دو چار شعر خیالی ساقی کی مخاطبت میں لکھتے اور اُس سے بادہ و پیمانے کی خواہش کرتے ہیں خسرو نے سلطان کیقباد کے اصلی ساقی و مغنّی سے کام لیا ہے اور اُسی کے ساتھ ایک حالیہ غزل بھی تضمین کی ہے۔

مثنوی میں غزل کا اضافہ:-

دو تین غزلوں کے اشعار تو اصل قصے کے ضمن میں ہم لکھ چکے ہیں چند دیگر غزلوں کے چیدہ اشعار مع ساقی نامہ و مغنی نامہ یہاں نقل کرتے ہیں:-

۱- فصل دے یعنی موسم سرما کی صفت کے بعد ایک غزل اپنے حسب حال کہی ہے جس کے مقطع میں حسنِ طلب بھی ہے:-

چاکر او گشتہ سکندر بہ رزم ساقیِ او خضر بہنگام بزم

بندہ زیادش بہمہ حال شاد ویں غزل از حالِ منش دادیاد

غزل

شد ہوا گرم کنوں آتش و خرگاہ کجاست بادۂ روشن و رخسارۂ دلخواہ کجاست؟

آتش اینک دلِ و می گریۂ خونیں تنِ من خرگہ گرم و لے ماہ بخرگاہ کجاست؟

کتنا مضمون اس شعر میں چھپایا ہے! یعنی میرا دلِ سوختہ آگ بن گیا ہے اور خون کے آنسو میرے لئے بجائے شراب ہیں اور میرا جسم گرم خیمہ کی مانند ہے مگر افسوس ہے

کہ اس خیمہ کے اندر معشوق ماہرو نہیں ہی۔

دی ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک — گفت یارب کہ کجا پائے نہم؟ راہ کجاست

(وہ کل جا رہا تھا اور بہت سی آنکھیں فرش راہ بنی ہوئی تھیں۔ بولا خدایا! کہاں پاؤں رکھوں؟

ان آنکھوں کے ہجوم میں تو رستہ ہی نہیں ملتا!)

مصرعۂ آخر میں جو تعجب ظاہر کیا ہی وہ نہایت پرلطف ہی ؎

ماہِ من! کور شد ایں دیدہ زبیداری شب — آخر از زلف نہ پرسی کہ سحرگاہ کجاست؟

(صبح کے انتظار میں رات بھر جاگتے جاگتے ہماری تو آنکھیں پھوٹ گئیں۔ آخر تو اپنی زلف سے

کیوں نہیں پوچھتا کہ وقتِ سحر کہاں ہی؟ (یعنی) تیری زلفِ سیاہ نے یہ اندھیر ڈال رکھا ہی وہ

سرکے اور تیرا رُخِ تاباں کھلے تو صبح نمودار ہو)

عزمِ حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق — توشہ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست؟

(خسرو کا ارادہ یہ ہی کہ حج کو جائے اور وہاں جا کر عشق سے توبہ کرے۔ لیکن زاد راہ تو یہی غمِ دل

ہی (اس سے کیا گزارہ ہوگا) کوئی یہ تو بتا دے کہ بارگاہِ سلطانی کہاں ہی؟ (وہیں سے کچھ مانگ لونگا)

۲۔ جب کیقباد کے لشکر کی تیاری ہو رہی تھی :۔

جملۂ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

ایں غزل از مطربِ موزوں اصول — یافتہ در گوشِ ہمایوں قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من بُرد پارِ امسال با جاں داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ ستم گشتم — ہنوز آں شہسوارِ من سرِ جولاں گری دارد

مسلماناں! نگہدارید بیچارہ دلِ خود را — کہ تیر اندازِ من مست ست و کیشِ[۱] کافری دارد

تو ای دیوانہ وش جاناں کہ داری سایۂ گیسو — دلم دیوانہ تر از تو کہ آسیب پری دارد

مرا چوں صید خود کردی شفاعت میکند جانم — نمی گوید "بکش" لیکن سخن در لاغری دارد

بہ بدنامی بر آمد نامِ خسرو گر پئے دیدہ — نہ یک تر دامنی دارد کہ صد دامن تری دارد

تر دامنی کے معنی ہیں گناہ۔ اسی لفظ کو الٹ کر مقدارِ گناہ ظاہر کی ہے اور یہ کمال سخنوری ہے۔

۳۔ موسم خزاں کی صفت کے بعد

چنگ نوازں، بہ ہوا سر کشید — چنگ نوازندہ نوا بر کشید

گفت بر آہنگ نمط ہائے[۲] تنگ — ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گلِ گلزار برفت — سرخ روئی ز رخِ لالہ و گلنار برفت

(پت جھڑ کا موسم آگیا۔ گل و گلزار کا سامان رخصت ہوا۔ لالہ اور انار کے پھولوں کی سرخی جاتی رہی)

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند — صبر ہر چند کہ بود اندک و بسیار برفت

(اگرچہ دل کا خون بہت نکل چکا۔ پھر بھی تھوڑا باقی ہے۔ لیکن صبر تھوڑا بہت جو کچھ تھا وہ سب جاتا رہا یعنی بالکل نہیں رہا)

---

[۱] کیش، مذہب و تیر دان۔ اس دوسرے معنی سے ایہام کیا ہے ۱۲ [۲] نمط ہائے تنگ راگ کے باریک پردے ۱۲

هرچه از عقل فزوں شد ہمہ عمرم جو جو اندریں غارتِ غم۔ جملہ بیک بار برفت

(عقل کا سرمایہ جو کچھ میں نے عمر بھر میں تھوڑا تھوڑا کر کے جوڑا تھا اس غم کی لوٹ میں دفعتہً سب غارت ہو گیا)

۴۔ صفتِ بہار کے تحت میں۔

شاہ دریں فصل بعشرت گری باگل و بلبل بطرب گستری

مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست ویں غزلش بردہ بسے دل زدست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش[1]

در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

ما ئیم و مطربے و شرابے و محرمے جائے بزیرِ سایۂ شاخِ چنار خوش

اے باد! کاہلی مکن و سوے دوست رو مارا بکن بآمدنِ آں نگار خوش

ذیل کے قطعہ بند اشعار میں بادِ صبا سے درخواست ہے کہ "تو میرے دوست کے پاس جا اور اس کو بلا کر لا۔"

چیزے دگر مگوے وہیں گو کہ در چمن سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بجدیثے کہ باز گرد پیشش کن و بیار۔ مشو زینہار خوش

(اگر میرا محبوب تجکو بات بنا کر خوش کر دے اور کہے کہ واپس جا تو ہرگز خوش نہ ہونا۔ بلکہ اس کو

---

[1] یہ جملہ دعائیہ ہے یعنی اس کو خوش حالی نصیب ہو (فعل رباد) یہاں سے محذوف ہے مثلاً "اے وقت تو خوش کہ وقت ملخوش کر دی۔"

اپنے آگے آگے لانا)

ور بینیش کہ مست بود خفتنش مدہ | ہم ہمچنانش مست بنزدِ من آر خوش
من مستِ خوش حریفی اویم کہ آں حریف | سرخوش[1] خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش
سروِ پیادہ[2] خوش بود اندر چمن ولیک | آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش
از وے خوش ست برشکنی[3] ہا براہِ ناز | وز خسروِ شکستہ فغاں ہائے زار خوش

۵- جس روز اسیران مغل کا قتل ہوا ہی اور بادشاہ نے جشن منایا ہی یہ غزل اُس قصّے کے ذیل میں تضمین کی ہی اور اشعار کا مضمون مقتولین کی زبان سے ادا کیا ہے۔

نورِ نشاط از افقِ جام تافت | شہ زمے و مے زلبش کام یافت
بادہمہ وقت بشادی و ناز | بادہ کش و خصم کُش و بزم ساز
گفت ہمی زہرۂ بربط زنش | ایں غزلِ تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برہم | تیر بکشائے کز نظر برہم
آشکارا بکش کہ تا بارے | ہم ز سر ہم ز دردِ سر برہم
وہ کہ شب درمیاں کنم ہردم | از تو روزے کہ اے پسر برہم

(اے لڑکے! جس روز تیرے ہاتھ سے بچ جاتا ہوں تو یہ کہتا ہوں کہ اب تو شب درمیان ہے

---

[1] سرخوش جس کو تھوڑا نشہ ہو۔ مست جس کو ذرا زیادہ نشہ ہو۔ سیہ مست جس کو بہت زیادہ نشہ ہو ۱۲
[2] سروِ پیادہ چھوٹے قد کا سرو ۱۲ [3] برشکنی۔ موتھ پھیرنا۔ روٹھ جانا ۱۲

(یعنی اس وقت تو رہائی ملی) کل کی بات کل دیکھی جائیگی]

غمِ خسرو بگویمت کہ اگر — از رقیبانِ بے ہنر برہم

۶- جب خان جہاں مغلوں کو ہزیمت دے کر لاہور کی طرف سے واپس آیا ہی اور کیقباد کو فتح کا مژدہ سُنایا ہی اُس موقع پر یہ غزل تضمین کی ہی-

زاوّلِ روزش بطرب تا بشام — دور نشد مے زکف و لب زجام

گاہ بہر جرعہ گہر می فشاند — گاہ بہر زمزمہ زر می فشاند

[کبھی شراب کے ایک گھونٹ پر کبھی راگ کے ایک ترانے پر لوگوں کو زر و جواہر انعام دیتا تھا]

عمرِ ابد باد بعیش اندرش — ویں غزل اندر لبِ خنیاگرش

غزل

دوشش ناگہ بمنِ دل شدہ آں مہ برسید — دل بمقصودِ خود المنۃ للہ برسید

آمد آں روشنیِ چشم و باستقبالش — مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید

آمد آں سادہ زنخ- برمنِ بیہوش ز داب — بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

گریہ بر سوزِ دلش آمد و بر سوختگاں — ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید

خسروا گر سد ابلہ بہشت ایں چہ عجب — عجب آں بیں کہ بہشتے تو ابلہ برسید

مقطع کے مصرعہ اولیٰ کا مضمون اس حدیث سے ماخوذ ہی اھل الجنۃ بلہ یعنی اکثر اہلِ بہشت بھولے بھالے آدمی ہونگے-

مصرع ثانی بادشاہ کی حالت کے مناسب ہی کہ نہ کہیں دشمن پر چڑہائی

کی نہ جنگ میں شریک ہوا۔ خدا نے گھر بیٹھے اُس بے وقوف بادشاہ کو فتح کی مسرت نصیب کی۔

۷۔ کیکاؤس اور کیقباد کی ملاقات کے بیان میں یہ غزل تضمین کی گئی ہے

ہر چہ بہ مجلس غزلِ تر زدند | جملہ بنامِ شہِ کشور زدند
بر درِ او مطرب فرخندہ فال | دور مبادا ز غزل و از غزال[1]
با خوشیٔ دل چو شود بادہ کش | زیں غزلم گوش گرایش خوش

غزل

بباغ سایۂ بید ست و آب در سایہ | ازیں سپس من و جاناں و خواب در سایہ
بسایہ خفتہ بدم دی کہ یار آمد و گفت | چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ
چو پایۂ بند تو شد جان در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آفتاب در سایہ
بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

۸۔ جس دربار میں ناصر الدین اور کیقباد کی ملاقات ہوئی ہے اُس بیان کے آخر میں :-

چنگی او عقل فزائے جہاں | قافلۂ عیش و نشاطِ شہاں
ایں غزل از تارِ ترنم سرائے | در سرِ او یافتہ چوں عقل جائے

---

[1] غزال - جوان رعنا ۱۲

غزل

خرم آں لحظہ کہ مشتاق بیارے برسد — آرزو مندِ نگارے بہ نگارے برسد

لذتِ وصل ندانند مگر آں سوختہ — کہ پس از دوریِ بسیار بیارے برسد

قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر — کہ خزاں دیدہ بود پس بہ بہارے برسد

خسروا! یارِ تو گر می نہ رسد خود میگو — بہرِ تسکین دلِ خویش کہ "آرے برسد"

۹- ناصرالدین اور کیقباد کی دوسری ملاقات کے ذکر میں :-

بادلِ آئینہ اسکندر رشس — ق — بادۂ خوں رنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزلِ پر خیال — بر دلِ چوں آئینہ او جمال

غزل

ز سرِ کرشمہ یک رہ گزرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن

من از آرزوت مردم دلت ار چہ نیست با من — بتکلف ار توانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان — بزکوٰۃِ تندرستی گزرے بسوے من کن

۱۰- کیقباد نے ایک بزمِ مجلسِ نشاط دھوم دھام سے آراستہ کی ہے :-

شاہ گراں سر زمئے خوش اثر — باد! مبادا ش گرانی بسر

دست بیک زخمۂ مطرب برود — عود گراں سر بنواے سرود

مجلسِ او زیں غزلم گشت مست — مست و گراں سر شدہ ہر کس کہ ہست

غزل

آفتِ زہد و توبہ شد تُرکِ شراب خوارِ من	یار گر اوست کے بود توبہ و زہد یارِ من؟
چوں تو سوار بگزری دیدہ گہر فشاں کنم	خواہ قبول و خواہ رد نیست بجزیں نثارِ من؟

۱۱۔ خاتمہ مثنوی کے آخر میں :۔

در نظرِ شاہ مبادا! کہن	ایں غزلم ختم بریں شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می بَرَد؟	پیغامِ کالبد بسوے جاں کہ می بَرَد؟
ایں خطِ پُر ز مہر۔ بدلبر کہ می دہد؟	ویں دردِ سر بمہر بدرماں کہ می بَرَد؟
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق	ایں بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد؟
گفتم بباد۔ گفت کہ "دیوانہ گشتۂ"	اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد؟
گفتی "نگاہدار بفرمانِ خویش دل"	"دارم۔ وے بگوے کہ فرماں کہ می برد؟
دردا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود	و آگاہ نے ز بُردنِ دل آں کہ می برد

مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند

غالباً مثنوی میں قصیدہ اور غزل کا پیوند لگانا حضرت خسرو نے بھاشا کی شاعری سے اخذ کیا ہی۔ حضرت کو بھاشا کی شاعری میں بھی ایسی ہی دستگاہ تھی جیسی کہ فارسی شاعری میں۔

بھاشا کا شاعر آغاز داستان میں ایک دوہا یا چوپائی یا چھند لاتا ہی اور ختم داستان پر کبھی کبھی سورٹھا موزوں کرتا ہی اور اس رنگا رنگی سے اُس کا مقصد

تفننِ طبع ہو کہ ایک ہی مضمون پڑھتے پڑھتے جی اُکتا نہ جائے۔

حضرت امیر خسرو نے آغاز داستان کے لئے قصیدہ کا شعر اور خاتمے پر غزل کا التزام کیا ہو۔ ہمارے نزدیک یہ جدّت طرازی نہایت پر لطف و بامزہ ہو مگر اس کی تقلید یک فنے شاعر کا کام نہیں۔ جو شاعر مثنوی، قصیدہ اور غزل اِن ہر سہ اصناف میں ید طولیٰ رکھتا ہو وہی خسرو کی تقلید کر سکتا ہو علاوہ بریں حضرت خسرو کو اس مثنوی کا ممدوح بھی خوش قسمتی سے ایسا ہاتھ لگا ہو کہ ساقی و مغنّی و شاہد و بادہ و ساغر کا ذکر محتاجِ تکلف نہیں۔ بلکہ اُس کی بزمِ عیش کا ایک معمولی ہنگامہ ہو۔ انوری کی طرح خسرو کو یہ شکایت ہرگز نہ تھی کہ

نیست معشوقے سزاوارِ غزل

وصف اشیا

اِس مثنوی کی تیسری خصوصیت یہ ہو کہ اصل قصہ کے ضمن میں اشیا کی وصف نگاری موقع بموقع اتنی کی گئی ہو کہ اُن اوصاف کا حجم اصل قصہ سے بھی زیادہ ہو گیا ہو۔ اس کا اندازہ ذیل کی فہرست سے بخوبی ہو سکتا ہو۔

فہرست

۱۔ صفت حضرت دہلی	۴۔ صفتِ حوض
۲۔ ″ جامع	۵۔ ″ مردم دہلی
۳۔ ″ منارہ	۶۔ ″ آتش

۷۔ صفت شہر نو و قصر نو
۸۔ 〃 فصل خزاں
۹۔ 〃 فصل بہاران
۱۰۔ 〃 موسم نوروز
۱۱ 〃 چترِ سیہ
۱۲ 〃 〃 لعل
۱۳ 〃 〃 سپید
۱۴ 〃 〃 سبز
۱۵ 〃 〃 گل
۱۶ 〃 دورباش
۱۷ 〃 تیغ
۱۸ 〃 کمان
۱۹ 〃 تیر
۲۰ 〃 رایت لعل
۲۱ 〃 موسمِ گرما
۲۲ 〃 خربزہ
۲۳ 〃 کشتی

۲۴ صفتِ اسپاں
۲۵ 〃 شب
۲۶ 〃 شمع
۲۷ 〃 چراغ
۲۸ 〃 سیر بروج
۲۹ 〃 اختر و طالع
۳۰ 〃 بادہ
۳۱ 〃 قرابہ
۳۲ 〃 صراحی
۳۳ 〃 پیالہ
۳۴ 〃 ساقی
۳۵ 〃 چنگ
۳۶ 〃 رباب
۳۷ 〃 نائے
۳۸ 〃 دف
۳۹ 〃 { پردہ
پردہ شناسان }

٤٠ صفت مائدہ خاص

٤١ " بیرۂ تنبول

٤٢ " نغمہ گری / زنانِ مطربہ

٤٣ " تاجِ مکلّل

٤٤ " تخت

٤٥ " پیل

٤٦ صفت صبح / کلاہ سیاہ / چتر سپید

٤٧ " چشمۂ خورشید

٤٨ " موسم باراں

٤٩ " قلم

٥٠ " محبرہ (یعنی دوات)

٥١ " کاغذ

امیر صاحب کو یہ خیال تو پہلے سے مرکوزِ خاطر تھا کہ اشیا کی وصف نگاری کریں اور اس کا نام بھی مجمع اوصاف تجویز کر لیا تھا۔ اب کیقباد کی فرمائش ہوئی تو یہ قصہ نہایت مختصر۔ اس میں اتنا پھیلاؤ ممکن نہ تھا کہ ایک معقول مثنوی مرتب ہو سکے۔ کوئی عام دلچسپی کا سامان بھی اس قصہ میں نہ تھا۔ لہٰذا خسرو نے اس مثنوی کو وصف نگاری کے ذریعہ سے نگارستان بنا دیا کہ شاہ و گدا سب کے لئے موجب انبساطِ خاطر ہو۔

دلّی اور دلّی کی عمارات کا، ہندوستان کے موسموں، پھولوں، پھلوں جانوروں اور اُس زمانے کی شاہی محفلوں کے تکلفات کا ذکر ہمیشہ کے لئے

ایک دلآویز مضمون ہے اِس کارنامے پر حضرت خسرو نے جو فخر کیا ہے بجا ہے:-

آنچہ ز سرجوشش دلِ نقشبند | معنی نو بود و خیالِ بلند
موے بمویش بہ ہنر بیختم | پختہ و سنجیدہ در و ریختم
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برون | کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:-

ہر صفتے را کہ بر انگیختم | شعبدۂ تازہ درو ریختم
مور شدم بر شکرِ خویش و بس | در نہ زدم دست بدامانِ کس
نیست ز کس لولوے لالاے من | ژرف ببیں در تۂ دریاے من
نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست | زانِ کسے نیست از آنِ من ست

وصف نگاری کا نقص البتہ وصف نگاری کی وجہ سے یہ نقص پیدا ہوا کہ اصل قصہ کا سلسلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ امیر صاحب نے اس نقص کو محسوس کیا اور خاتمہ میں اس کی معذرت اس طرح فرمائی ہے کہ اصل قصہ میں کچھ جان نہ تھی اس لئے وصف نگاری کی گئی مگر اس کی وجہ سے قصہ کی غرض فوت ہو گئی۔ یہ تکلف اس لئے کیا گیا کہ مثنوی میں ایک ندرت اور خوبی پیدا ہو۔ سو یہ عیب ایسا نہیں جس کو میں نے چھپایا ہو۔ بلکہ جو سب کہیں گے وہی میں خود کہتا ہوں:-

چوں سخن از لطف لباسے نداشت | کالبدش صورتِ جانے نداشت

وصف بران گونہ فرو ماندہ ام — کز غرض قصہ فرو ماندہ ام

خالِ تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال

عیبِ چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہِ بینش دراں

عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چگویند باز؟

اب وصف اشیا میں سے ہم "مشتے نمونہ از خروارے" پیش کرتے ہیں:-

صفتِ حضرتِ دہلی

حضرتِ دہلی کنفِ[1] دین و داد — جنتِ عدن[2] ست کہ آباد باد!

ہست چو ذاتِ ارم[3] اندر صفات — حرسہا اللہ عن الحادثات

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام — وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ بروبیش ز عالم بروں — عالم بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر — چرخ بزیر ست و حصارش زبر

قبہ اسلام شدہ در جہاں — بستہ او قبۂ[4] ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں سربلند

---

[1] کنف - پناہ ۱۲ [2] نام ایک بہشت کا ۱۲ [3] ایک شہر تھا قوم عاد کا - اس شہر کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ یعنی ارم ستونوں والا ہے جس کی مانند شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا ۱۲ [4] گنبد خیمہ ۱۲

صفت مسجد جامع

مسجدِ جامع کہ زفیضِ آلہ — زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ
آمدہ در روے زسپہرِ کبود — فیض زبیک خواندنِ قرآں فرود
غلغلِ تسبیح بگنبد دروں — رفتہ زنہ گنبدِ بالا بروں
ہر کہ سعادت بودش رہنماے — بر درِ او سر نہد آنگاہ پاے

صفت منارہ

شکلِ منارہ چو ستونے زسنگ — از پے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ
دیدنِ او را کلہ افگند ماہ — بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ
از پَے بر رفتنِ ہفت آسماں — کردہ زمیں تا بفلک نے دباں
مسجدِ جامع ز دروں چوں بہشت — حوض زبیروں شدہ گوہر سرشت

صفت حوض

در کمرِ سنگ میانِ دو کوہ — آب گہر صفوۃ و دریا شکوہ
ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوہ۔ آئینہ زآبِ حیات

یعنی سلطان شمس الدین التمش نے یہ حوض مستحکم پہاڑ میں ایسا بنایا تھا گویا آب حیات کا آئینہ ہی۔ یہ حوض حوض شمسی کہلاتا تھا:۔

شہر گر از وے بنود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش
ور نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں در خورد آبے چنیں

اس کا پانی زمیں میں جذب نہیں ہوتا۔ ایسا پانی زمین میں جذب ہونے کے قابل کب ہے؟ اور یہ امر واقعہ ہے کہ پہاڑ کی وجہ سے اس حوض کا پانی زمین میں جذب نہیں ہوتا بلکہ بہکر جمنا میں جاگرتا ہے ؎

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں — چوں تہش نیست زمیں آں ببیں
حوض نہ گویم کہ حبابے زنور — نورگزو دیدۂ بد باد دور!

اس کے بعد بغیر عنوان قائم کئے شہر کی صفت پھر شروع کردی ہے۔ اور اسی کے ضمن میں مردم شہر کی صفت ہے۔

صفتِ مردم شہر

مردم او جملہ فرشتہ سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اہل بہشت
ہرچہ ز صنعت بہمہ عالم ست — ہست دراینشاں و زیادت ہم ست
بیشتر از علم و ادب بہرہ مند — اہل سخن خود کہ شمارد کہ چند
ہر طرفے سحر بیانے نوست — ریزہ چیں کمترِ شاں خسرو ست
پنج ہزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد ہزار

صفت فصل دے

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز — دا د شب رشتہ بغایت دراز
روز چناں تنگ مجال آمدہ — کش بگہہِ چاشت زوال آمدہ
بستنِ یخ بود بہر بوستان — گرچہ نہ بد برف بہندوستاں

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا　　مہرۂ بلور شدہ در ہوا
ہر کہ شبے کرد گلیمے فراز　　کردہ باندازۂ آں پا دراز
و آنکہ ز اندازہ بروں برد پاے　　سردی ایام نمودہ سزاے
گرم شدہ از مددِ جامہ مرد　　مردم بے جامہ بجاں گشتہ سرد
وکدک دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ چوبک[1] زناں

صفت آتش

آتش از انجا کہ بدل جاے کرد　　دود بر آمد ز نفس ہاے سرد

یعنی چونکہ آگ نے دل میں جگہ کرلی ہے اس لئے ٹھنڈی سانس سے دھواں نکلتا ہے یہ حسن تعلیل ہے کہ سردی کے سبب سے جو منہ سے بھاپ نکلتی ہے اس کا سبب یہ قرار دیا ہے کہ دل میں آگ نے جگہ کرلی۔ اور دل میں جگہ کرنا کنایہ محبت والفت سے ہے۔

گرچہ زبر دستِ عناصر[2] نشست　　گشت بسر ما ہمہ را زیر دست
پختہ از و گشت ہمہ دیگِ مرد　　دیگ بسے پخت و بے خود نخورد
گاہ بہر خانہ وطن ساختہ　　گاہ بسے خانہ بر انداختہ
خلق بہ پیش آتش و پنبہ زپس　　خود بمیاں ماندہ چنیں دید کس؟

---

[1] چوبک ایک ڈنڈا اور ایک تختہ ہوتا تھا جس کو رات کے وقت چوکیداروں کا افسر اس غرض سے بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار ہوشیار رہیں۔ سو نہ جائیں ۱۲

[2] یہ قدیم خیال ہے کہ کرۂ نار سب سے بالا ہے۔ اس کے نیچے باد۔ اس کے نیچے خاک۔ پھر آب ۱۲

قصرِ نو و شہرِ نو

یہ وہ قصر اور شہر ہی جو کیقباد نے کیلوکھڑی میں جمنا کے کنارے تعمیر کرایا تھا:-

قصر نہ گویم کہ بہشتے فراخ — روفتہ طوبےٰ درِ او را بشاخ

بامِ سفیدش بفلک سود سر — کرد بخورشید سفیدی اثر

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت — دیدہ درو صورتِ خود را بہشت

ہر چہ کہ در آئینہ بیند جوان — پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

(یعنی اینٹوں پر ایسا چونہ گچ کیا گیا تھا کہ بہشت اس میں اپنی صورت دیکھتا تھا اور جو کچھ جوان آئینہ میں دیکھتا ہی بوڑھا آدمی اُن اینٹوں میں دیکھ لیتا ہی)

یہ ایک عام مثل ہی جس کو اس قصر کی اینٹوں سے مخصوص کر دیا ہی۔ مثل یہ ہی "آنچہ پیر در خشتِ خام بیند جوان در آئینہ نہ بیند" اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ اہل تجربہ تو جھٹ پٹ بات کی تہ کو پہنچ جاتا ہی اور ناتجربہ کار غور کرنے سے بھی نہیں سمجھتا۔

ہر چہ کہ نقاش بیک سو کشید — عکس بدیوارِ دگر شد پدید

طرفہ عروسے شدہ آراستہ — آئینہ از آبِ رواں خواستہ

(یہ قصر و شہرِ نو تو بنی سنوری ہوئی دُلہن ہی اور جمنا کا پانی اُس کا آئینہ ہی یعنی جمنا میں اس کا عکس نمودار ہی)

صفت فصل خزاں

فصل خزاں چوں چمن خانہ ساخت
باد رواں کرد بہ گلزار تاخت

جامۂ خود کردہ بنفشہ کبود
گشت چو صوفی بہ رکوع و سجود

سوختہ از آتشِ خود لالہ زار
گشتہ درونش ز خزاں پر غبار

ہر شجرِ باغ ز سرتا بُنہ
ماندہ ز بے برگی خود برہنہ

نرگسِ بے دیدہ رواں کو روش
خار عصا بادِ خزاں کو رکش

ریختنی کرد درختاں ز سر
گشتہ زمیں پُر ز درمہائے زر

بر زمیں افتادہ بسے نازنیں
لرزہ کناں بر سرِ شاں یاسمیں

گرچہ ز کہ لالہ نہاں کرد پے
لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے

گرچہ چمن بود پر از برگِ زرد
شاہ زمیں درّتہ دینار کرد

گرچہ کہ بربست ہوا سیمِ آب
شاہ کشاد از کف خود سیمِ ناب

از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود
فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

صفتِ فصل بہاراں

فصل بہاراں کہ علم بر کشید
ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکۂ گل چوں درم شہ زدند
سکہ بصد وجہِ موجبہ زدند

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش
غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

گل ز کرم زر دہد آں را کہ جست
وز پئے خود جامہ نسازد درست

آب کہ آہن شدہ بود از سپہر — آہنِ او آب شد از تابِ مہر
ہر گلِ بالا کہ دہد بوستاں — بیشتر ے ہست ز ہندوستاں
ویں گلِ ہندی کہ چمن گرد راست — نے بخراسان کہ بعالم نہ خاست
کیورہ ہر برگ چو سیم سپید — عود از و سوختہ چوں مشک بید
ماندہ چو در جامہ نسیمش مقیم — جامہ نماند کہ بماند شمیم
یک گلِ بیل و دہِ دیگر دروں — گل ز گل و گل ز گل آمد بروں
مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور
بوے وے آں را کہ بمغز آرمید — بوے دگر گل کہ تواند کشید؟
چند نہ در شہر کہ در روم و روس — جمع شود بر سرِ شاہ و عروس
طرفہ گل چنپہ بعالم کہ دید؟ — کانِ زمرد کہ زر آمد پدید
کشت ز سر شف گلِ زر روام داد (زرد رنگ ۱۲) — گل بزمیں گونہ زر وام داد (قرض ۱۲)

ہجو مغل

جب کہ بادشاہ کے سامنے اسیران مغل پیش کئے گئے ہیں تو اُس موقع پر حضرت خسرو نے مغلوں کی ہجو دل کھول کر کی ہے۔ اس کا سبب ظاہر ہے کہ مغلو نے اسلامی سلطنتوں کو برباد کیا تھا اور مدت ہاے دراز تک اُن کے متواتر حملے ہندوستان پر بھی ہوتے رہے اس لئے مسلمانوں کو اُس قوم سے سخت نفرت تھی۔

کافرِ تاتار بروں از ہزار — کرد دگر گونہ بر اشتر سوار

روے چو آتش۔ کلہ از پشمِ میش — آتشِ سوزاں شدہ با پشمِ خویش

سر تراشیدہ ز بہرِ قلم — زاں قلم انگیختہ خذلاں رقم

رخنہ شدہ طشتِ مس از چشمِ تنگ — دیدہ در انداختہ در رخنہ سنگ

زشت تر از رنگ شدہ بوے شاں — پست تر از پشت شدہ روے شاں

چہرۂ شاں دبّہ نم یافتہ — جاے بجا کنجلک و خم یافتہ

بینیِ پُر رخنہ چو گورے خراب — یا چو تنورے کہ ز طوفانِ آب

موے ز بینی شدہ برلب فراز — سبلتِ شاں گشتہ بغایت دراز

کردہ زنخ شاں ز محاسن کنار — اہل زنخ را بہ محاسن چہ کار

از شپشاں سینہ سپید و سیاہ — کاشتہ کنجد بزمینِ تباہ

بر تنِ شاں از شپشِ بے شمار — پشت چو کیمخت شدہ دانہ دار

خوردہ سگ و خوک بدندانِ بد — ہر ہمہ دندانِ خرد بے خرد

گشتہ بعجب زاں ہمہ روہاے زشت — کایزد شاں ز آتشِ دوزخ سرشت

دیوِ سپید آمدہ ہر یک بروے — خلق بہ لاحول ز ہر چار سوے

---

۱ کاٹنے جانے کے لئے ۱۲ ۲ بے بہرگی۔ بے نصیبی ۱۲ ۳ کپہ ۱۲ ۴ سلوٹ ۱۲ ۵ مونچھ ۱۲ ۶ بال ۱۲ ۷ جوں ۱۲ ۸ تل ۱۲ ۹ کنایہ ہے احمق سے ۱۲

صفتِ موسمِ گرما

هر دم صبحے کہ دما دم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت
شب شدہ چوں روز دے اندر گداز | روز چو شبہائے زمستاں دراز
خلق کشاں در پئے سایہ رخت | سایہ گریزاں بہ پناہِ درخت
جانبِ سایہ شدہ مردم دواں | سایہ بدنبالۂ مردم رواں
خوں برگِ مرد زبوں آمدہ | خوے شدہ از پوست بروں آمدہ
پائے مسافر برہِ گرم و دور | زآبلہ بر قبہ چو نانِ تنور
زآتشِ گرما کہ شد از سر جواں | آہوئے صحرا شدہ آہوئے خواں
باد زنہ باد بدستِ ہمہ | وز دمِ او باد بدستِ ہمہ
بر سرِ ہر میوہ ز تابِ تموز[1] | مرغ شدہ پختہ خورد خام سوز

صفتِ خربزہ

خربزہ گوئی کہ بصحرا و کشت | گوئے ربود از ثمراتِ بہشت
از مزہ گرد آمدہ درے نبات | خام خضر پختہ چو آبِ حیات

صفتِ کشتی

ساختہ از حکمتِ کار آگہاں | خانۂ گردندہ بگردِ جہاں
نادرۂ حکمِ خدائے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم

---

[1] وہ موسم جس میں آفتاب بہت تیز ہوتا ہے ۱۲

ماهِ نوے[نو ۱۲] کاصلِ وے از سال خاست[نام درخت ۱۲]   یک مہ نو گشت بدہ سال راست

هم چو کماں پُر خم و تیر از میاں   تیر ستادہ ہست کمانش رواں

پیشتر از مرغ پَرد درگشاد   بیشتر از باد رود روز باد

گرچه بدریا گزرد بیش وکم   آب نباشد بگرش تا شکم

بگزرد از آب و سوارش بخواب   غرق نگردد چو سوارانِ آب

باسبکی بار تواند کشید   از سبکاں بار کشیدن که دید؟

صفتِ اسپاں

تیز تگانے ہمہ تازی نژاد   چوں دمۂ[1] آتش دمانِ[2] باد

تیز تک و گوش چو پیکاں پدید   بر سرِ یک تیر دو پیکاں که دید؟

از ہنر آراسته پا تا بفرق   گاهِ روش ابر، بجستن چو برق

کوه گراں لیک گراں سنگ نے   یک تگِ شاں جز بدو فرسنگ نے

از تگِ شاں یکاں رہ صرصر زدہ   باد بدیوار بسے سر زده

آبِ رواں از پئے صحرا گشت   بادِ صبا از پئے گلگشتِ دشت

پیکرِ آں راه نوردانِ پاک   بادِ مجسم شده بر روے خاک

تیزیِ خنگانِ[3] محیط آزموں[4]   آب بر از فلکِ نیل گوں

---

[1] لوہاروں کی تانبے کی دھونکنی ۱۲   [2] لوہاروں کی چمڑے کی دھونکنی ۱۲   [3] سپید گھوڑا ۱۲
[4] کاوہ لگانے والا ۱۲

صفت بیرۂ تنبول

نادرہ برگے چو گلِ بوستاں　　خوب ترین نعمتِ ہندوستاں

طرفہ نباتے کہ چو شد در دہن　　خونش چو حیواں بدر آید زتن

خوردنِ آں بوے دہن کم کند　　سُستی دنداں ہمہ محکم کند

سیر خورد۔ گرسنہ در دم شود　　گرسنہ را گرسنگی کم شود

(شکم سیر شخص پان کھاے تو بھوک لگتا ہی اور بھوکا کھاے تو بھوک کو کم کرتا ہی)

سُرخیِ رویش زسہ خدمت گرش　　چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش

گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش　　کہنہ شود بیش کند آبِ خویش

(اگرچہ نئے پان کی آبداری زیادہ ہوتی ہی مگر پُرانے کی آب اور بھی زیادہ ہوتی ہی)

برگ کہ باشد بدرختاں فراخ　　زود شود خشک چو اُفتد زشاخ

برگِ عجب بیں کہ گسستہ زبر　　از پسِ شش ماہ بود تازہ تر

صفت پیل

پیل چو کوہے کہ بود بے ستون　　چار ستوں۔ زیرِ کُہِ بے ستوں[۱]

پیچش خرطوم بسانِ کمند　　اژدرے اُفتادہ زکوہِ بلند

درزمیں آنجا کہ سر افراختہ　　مار زسر۔ غار زپا ساختہ

کشتی عاج ست تو گوئی رواں　　گشتہ دو گوشش زدو سو بادباں

---

۱ نام ہی ایک خاص پہاڑ کا ۱۲

رُوے چو در حملہ نہد گاہِ کیں | زآدمیاں حاملہ گردد زمیں
چوں جرسش در روش آواز داد | گنبدِ گردندہ صدا باز داد
بانگِ بلندش زدہ بارعد کوس | ابرِ بلندش بقدم داد بوس

ق

ہست سہ چیز آنکہ چو آرند پیش | بیش کشد دل چو ببینند بیش
بوزنہ و طفلِ سخنگوے و پیل | دیدہ ام ایں را تجارب دلیل

(یعنی تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کو جتنا زیادہ دیکھو اتنی ہی دلچسپی زیادہ ہوتی ہے۔ بندر باتیں کرتا ہوا بچہ اور ہاتھی۔ مجکو یہ بات تجربہ سے ٹھیک ثابت ہوئی ہے)

مقاماتِ مثنوی شعرا کا دستور ہے کہ مثنوی کے بعض مقامات پر زورِ طبع صرف کرتے اور اپنے فن کا کمال دکھاتے ہیں مثلاً

حمد، نعت، معراج، مناجات، ثناے ممدوح، رزم، بزم، سراپا، وصال، فراق، چنانچہ خود مصنف رح نے بعض مقامات کی نسبت فخریہ کہا ہے۔

ساختہ ام ایں ہمہ لعل و گہر | از خوے پیشانی و خونِ جگر
ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز | ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز
ہر رقم نعت رموزش عجیب | چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب
ہر غزلے دستۂ عشاق کش | پیش کہ بکشد ز دروں پردہ پیش
اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع | بلکہ گزشتہ ز سماواتِ سبع

اس مثنوی میں حمد، نعت، معراج کے مضامین نہ محض شاعرانہ بلکہ عارفانہ و محققانہ ہیں جس کی توقع ایسے ہی شاعر سے ہوسکتی ہی جو اصحابِ حقیقت و اربابِ معرفت سے ہو۔

اب ہم بعض مقامات کے اشعار جستہ جستہ پیش کرتے ہیں۔

حمد

واجبِ اوّل بوجودِ قدم نے بوجودیکہ بود از عدم

(خداے تعالیٰ کی ذات واجب اوّل ہی جس کی ہستی قدیمی ہی نہ ایسی ہستی کہ عدم کے بعد پیدا ہوئی ہو جیسی مخلوقات کی)

نور فزاے بصرِ دوربیں دیدہ کشاے دلِ عبرت گزیں

(جو نگاہ دوربین ہی اس کو خدا نے ہی روشنی دی ہی اور جو دل کہ آثارِ قدرت کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرتا ہی اُس کی آنکھ خدا نے ہی کھول دی ہی)

رخشِ علل در رہش افگندہ سم علت و معلول درو ہر دو گم

(معرفت الٰہی کی راہ میں علتوں کا گھوڑا لنگڑا ہی کیونکہ اس راہ میں علت و معلول دونوں گم ہیں یعنی حکما جو علت و معلول کے طریقہ سے استدلال کرتے اور ذات حق کو علت العلل قرار دیتے ہیں اُن کا یہ طریقۂ عرفان ذات حق کے لئے محض ناکافی اور ہیچ و پوچ ہی)

کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او در نبرد الّا کہ بتوفیقِ او

(حقیقتِ ذاتِ الٰہی کی طرف کوئی راہ نہیں پاتا اور اگر کوئی پاتا ہی تو محض اُسی کی مدد سے)

ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست وان ہمہ با نیستیِ ما یکے ست

(ہماری ہستی عقل کے نزدیک بہت ہی تھوڑی ہے اور وہ بھی ہماری نیستی کے برابر ہے)

یعنی ہماری ہستی عارضی ہے حقیقی نہیں اور وہ بھی چند روزہ۔ اس لئے نیستی کی برابر ہے۔

من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست؟

(میری ہستی سراسر نیستی ہے۔ ایسی ہستی کہ عدم سے پاک ہو میں نہیں جانتا کہ کیسی ہوتی ہے؟)

یعنی ہر مخلوق ایک عدمی تعین ہے جو صفات و اسماے الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس لئے بظاہر موجود نظر آتا ہے۔ لیکن وجود حقیقی جو لوثِ عدم سے منزّہ ہے وہ ایک عارضی موجود کے ادراک و فہم میں نہیں سما سکتا۔

نیست شناسندۂ ہستی مگر آنکہ درا نیست ز ہستی گزر

(ہستی مطلق کو کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر پہچان سکتا ہے تو صرف وہی جس کی ہستی اصلی و حقیقی ہو)

مطلب یہ ہے کہ حق تعالےٰ اپنا شناسا آپ ہے۔

ثابتِ مطلق بصفاتِ احد زندۂ باقی بہ بقاے ابد

(ذاتِ خدا ثابت ہے بغیر کسی قید کے احدیت کی صفت کے ساتھ۔ یعنی باوجود کثرت یگانہ ہے اس کی حیات و بقا ابدی ہے)

بود در اوّل کس ازو پیش نے ماند در آخر کس ازو بیش نے

(وہی اوّل تھا۔ اس سے پہلے کوئی نہ تھا۔ وہی آخر میں رہا۔ اس کے سوا کوئی نہیں)

کرد خرد وحدتِ او را سجود　　ثانی او ممتنع اندر وجود

(عقل نے اس کی یگانگی کو سجدے کئے۔ کیونکہ اُس جیسے دوسرے کی ہستی ناممکن ہے)

حکماے صوفیہ نے حضرات وجود تین قرار دیے ہیں :-

(۱) واجب الوجود

(۲) ممکن الوجود

(۳) ممتنع الوجود

(۱) واجب الوجود جس کی ہستی ضروری ہے۔ وہ وجود حق ہے۔

(۲) ممکن الوجود جس کی نہ تو ہستی ضروری ہے نہ نیستی۔ یعنی ہونا نہونا یکساں ہے اور وہ مخلوقات ہے۔

(۳) ممتنع الوجود جس کی ہستی محال ہے یعنی جس کا نہونا ضروری ہے۔ وہ ثانی ذات حق ہے۔

شرکت نہ در مملکتش دست سای　　خود نتواں بود بشرکت خدای

(اُس کی حکومت میں شریک نے ہاتھ نہیں لگایا۔ کیونکہ شرکت کے ساتھ خدا تو ہو ہی نہیں سکتا)

آنکہ نہ گنجد بہ خیال و صُوَر　　چون؟ و چرا؟ کے کند آنجا گزر؟

(جو خیال و تصور ہی میں نہ سما سکے وہاں چون و چرا کا گزر ہی نہیں۔ یعنی اُس کی نسبت یہ سوال ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ کیوں ہے؟ کیسا ہے؟ کس لئے ہے؟

پاک ز آلودگیِ آب و خاک　　پاک تر از ہر چہ بگوئید پاک

(وہ آب و خاک کی آلودگی سے پاک ہے یعنی وہ جسمانی نہیں ہے بلکہ جس طرح کا پاک اُس کو کہتے ہیں وہ اس سے بھی پاک تر ہے)

دیدنِ او ہست ز مردم دروغ   تاہم از و دیدہ نیابد فروغ

(لوگوں کی طرف سے اُس کے دیدار کا دعویٰ جھوٹ ہے جب تک اُسی کی طرف سے آنکھ کو روشنی نہ حاصل ہو)

یعنی ان آنکھوں سے اُس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ اُسی کے نور سے اُس کو دیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے رَأَیتُ رَبِّی بِرَبِّی۔

دورِ زمیں را بزماں بار بست   دام وددازوے باماں بازرست

(گردش زمین کو زمانہ سے وابستہ کر دیا ہے یعنی کبھی دن ہے کبھی رات کبھی فصل بہار ہے کبھی موسم خزاں اور ان تغیرات کی وجہ سے جملہ حیوانات کو امن و آسایش حاصل ہے)

اس شعر کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت خسرو کے حکمائے معاصر اور ان سے بھی متقدم حکما گردش زمین کے مسئلہ سے واقف تھے گو یہ مسئلہ عام طور پر مسلم نہ تھا۔

ملا نور الحق ابن شیخ عبد الحق محدث دہلوی اس شعر کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"بعضے حکما گویند حرکت یومیہ از حرکت زمین ست یعنی فلک و کواکب بر جائے خود ایستادہ اند و زمین حرکتِ دوریہ از مغرب بمشرق می کند و آنچہ بروست آنرا بخود ہمراہ میگرداند وازوے کواکب گاہ غارب و گاہ طالع نمایند۔ آں چناں کہ سوار کشتی را کہ

کہ چوں کشتی حرکت کند چناں در متخیلہ اش در آید کہ ساحل متحرک ست و در نفس الامر حرکت از کشتی ست۔ بریں مذہب زماں وابستہ بدور زمیں شد۔"

مناجات یہ مضمون بھی پر اثر اور عارفانہ ہے:-

سوے خودم کش کہ الٰہی شوم — خازنِ گنجینۂ شاہی شوم

آں عمل آور زمن اندر وجود — کاں بتو ام راہ تواند نمود

آنچہ دلم را زتو دوری دہ است — دور ترک دار کہ دوری بد است

بر منِ رسوا شدۂ عیب کوش — عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش

من کہ بحکم تو دریں کارگاہ — از عدم ایں سوز دہ ام بارگاہ

جز تو شناسندۂ ایں راز کیست؟ — کآمدن و رفتنِ من بہرِ چیست؟

بہ کہ چو آوردی و بازم بری — ہم بسوے خویش فرازم بری

سترِ مرا چوں ہمہ دانندۂ — باز رہانم کہ رہانندۂ

گرچہ تنِ من زپے سوز راست — رحمتِ تو از پے ایں وز راست

از عملِ خود چو نشینم خجل — ذیلِ کرم پوش بریں تنگدل

نعت پیشِ روِ کوکبۂ انبیا[1] — کوکبش از منزلتِ کبریا

از حدِ ناسوت[2] بروں تاختہ — بر خطِ لاہوت[3] وطن ساختہ

---

[1] انبوہ لشکر ۱۲ [2] عالمِ اجسام۔ ملکوت، عالم ارواح۔ جبروت، عالم صفات الٰہیہ ۱۲
[3] مقام ذات ۱۲

نورِ نخستش چو علم برکشید　　شامِ عدم را سحر آمد پدید

(یعنی سب سے اوّل نور محمدی ظاہر ہوا اور اُس نور سے معدومات پر فیضان وجود ہوا)

ہستی او تا بعدم خانہ بود　　نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

از کرمش غرقۂ آبِ فنا　　یافتہ در بحرِ بقا آشنا

بے خط و قرطاس ز علمِ ازل　　مشکلِ لوح و قلمش گشتہ حل

(یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا علم حروف و کاغذ کے ذریعے سے نہیں بلکہ ازلی تھا۔ اسی سبب سے آپ کو لوح و قلم کی مشکلات سب حل ہوگئیں)

چوں قلم اندازۂ علمش نداشت　　علم بدل کرد و قلم را گزاشت

نعت کے ضمن میں قرآن مبین کے حق ہونے کی ایک مورخانہ دلیل بیان کی ہے کہ رسول کریم صلعم کے زمانہ مبارک سے اس وقت تک سات صدیاں ہونے آئیں مگر فرمان خداوندی ہمارے پاس اُس سے زیادہ تازہ ہے جیسا کہ بوقت نزول تھا۔ اگر یہ دین متین (نعوذ باللہ) لغو ہوتا تو جیسے رسول اکرم صلعم اس جہان سے رحلت فرما گئے ایسے ہی کلام مجید کی عظمت بھی برقرار نہ رہتی کیونکہ جو آیات الٰہی نہیں ہوتیں اُن کا رواج ہمیشہ نہیں رہ سکتا۔

چنانچہ فرماتے ہیں :-

مدتِ ہفصد شد از و تا بما　　تازہ ترست ایں خطِ والا بما

گر زگذا فے بُدے ایں رہ بپائے　　او شد (صلعم) و ایں نیز نماندے بجائے

ہر چہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
ہنیت شہے کوز جہاں رست باز | دولت او تا بہ ابد پاے دار
معراج رفتہ و باز آمدہ در یک زماں | رفتن و باز آمدنش تواماں

دوسرا مصرعہ پہلے کی تفسیر ہے اور لفظ تواماں اس مصرع کی روح ہے جو سامع کے دماغ میں مضمون کا پورا پورا نقش بٹھاتا ہے۔

معراج سے مراجعت کا مضمون خواجہ نظامیؒ نے بھی مثنوی مخزن الاسرار میں بیان کیا ہے :-

"واں سفرِ عشق بنا باز آمدہ | در نفسے رفتہ و باز آمدہ"

مگر خسرو کے شعر میں لفظ تواماں نے بیحد لطافت پیدا کر دی ہے۔

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد | اُمتِ بیچارہ زنقش زیاد
آب کہ خود خورد ازاں زمزمہ | قطرہ چکانید بکامِ ہمہ
قطرۂ او چشمۂ والا شدہ | چشمہ چہ گویند کہ دریا شدہ
نیم شب آں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ | خیز و بدریاے ابد جوے راہ
برق صفت جست بہ پشتِ براق | کردہ بمیثاق شتاب از وثاق
جست بروں چو ہرش از کُن فکاں | یافت مکانے بحدِ لامکاں
از زبر و زیر بروں بر ذات | زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

منزلے یافت منازل نورد کیف و کم از راہ بروں برد گرد

پردۂ خویشی زمیاں خاستہ مرتبۂ بے خودی آراستہ

چوں زمیاں رفتہ حجابِ خیال بے حجبش جلوہ نمود آں جمال

جامِ عنایت زصفا نوش کرد وز خودیِ خویش فراموش کرد

مدحت شاہ اگرچہ ممدوح کا رویہ نا ممدوح تھا مگر شاعر کو شیوۂ شاعری کے لحاظ سے یہ رسم بھی ادا کرنی تھی :-

سلکِ سخن را کہ دُرافشاں کنم پیش کشِ حضرتِ سلطاں کنم

اے سخن! از رشتہ بروں آر دُر وز دُرِ خود کن ہمہ آفاق پُر

زانکہ چو بوسم درِ دولت پناہ تحفہ ازیں بہ نبود پیشِ شاہ

شاہ سکندر روش و دارانشاں آئینہ روے سکندر وشاں

اس مدح میں ایک شعر خسرو کے قلم سے بے لاگ اور مورخانہ نکلا ہی جو کیقباد کی سہ سالہ سلطنت کا خلاصہ ظاہر کرتا ہی :-

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام تیغ فرو خفت میانِ نیام

یہ بات بالکل سچ ہی کہ اس کی داد و دہش اور عیش و عیاشی کا شہرہ تو دُور دُور ہوا۔ مگر نہ کوئی جنگ ہوئی نہ کوئی ملک فتح ہوا۔

بزم معزی سلطان ناصرالدین کی شبینہ ضیافت جس کا ذکر ہم خانگی ملاقات کے تحت میں کرچکے ہیں اور جس کے بیان میں خسرو شعرا نے ہر ایک ادنے

اعلیٰ شے کی صفت نگاری کی ہے، اُس میں سے کچھ اشعار ضیافتِ طبعِ ناظرین کے لئے یہاں نقل کئے جاتے ہیں :-

صفتِ شب

شب چو بیاراست سریرِ سپہر — گشت مکلّل تتقِ ماہ و مہر
یافت فلک پردۂ گوہر نگار — رشتۂ شب از پئے آں پود و تار
طاقِ سما کرد چراغ آشکار — طاق یکے بود و چراغش ہزار
جوہریِ شام بسوداگری — کردہ گہر پیشکشِ مشتری
چرخ یکے حلقۂ انگشترین — بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگین
خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز — بہرِ خروسانِ سحر دانہ ریز
کرمکِ شب تاب ز بہر جہاں — ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں

صفت شمع

شمع بہر بزمگہے سرفراز — خاصہ بہ بزمِ شہ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوندِ روز
ساختہ از دودِ مدادے زسر — دادہ بپروانہ سوادے زسر

صفت چراغ

گشت رواں خانہ بخانہ چراغ — آتشِ او در دلِ شب کردہ داغ
پنبہ دہانے بزبانے دراز — باہمہ کس گرمِ سرِ سوز و ساز

پیش روِ راه ز نورِ بصر ... گم شده را در دلِ شب راہبر

صفتِ بادہ

مَے کہ عرق از تنِ مرداں کشید ... گوہرِ ہر مرد ازو شد پدید
پیشِ چناں گوہرِ یاقوت رنگ ... کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ
نامِ حرام ارچہ بروشد وبال ... ہرچہ نمک خورد مداں جز حلال
طرفہ حرامے کہ بہر دست گاہ ... حقِ نمک دار دازیں سان نگاہ
لاجرم او داشت نمک را عزیز ... حرمتِ او داشت ہمہ خلق نیز

صفتِ قرابہ

سینۂ قرابہ برآوردہ شور ... وز خسِ خود چشمِ بداں کردہ کور
خونِ دلش گرچہ لبِ ساغر خوری ... ہم نہ کشد سر ز تواضع گری

صفتِ پیالہ

گشت لبالب زمے جاں سرشت ... کردہ حدیث از لبِ جوئے بہشت
بادہ تو گوئی کہ دروازِ صفا ... ہست معلق بمیانِ ہوا

صفتِ ساقی

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب ... بردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب
نرگسِ نازندۂ او نیم باز ... نیمے از و خواب و دگر نیمہ باز
از کفِ او دود دمادم خوش ست ... ور مثلِ جور بود ہم خوش ست

چوں بدہد بادہ و گوید کہ "نوش" مست برو زِ دگر آید بہوش

صفتِ چنگ

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ موے بمویش زہنر ساختہ

صفت رباب

کاسِ رباب از شغبِ دلنواز بردہ دلِ مردم و جاں دادہ باز

صفت نے

نائے دہاں بستۂ و بسیار گوے نائے مگوکش بفسوں مارگوے

باز کند لب چو زباں آورے لیک زبانش بلبِ دیگرے

صفتِ دف

زہرہ زدورش بسرود آمدہ چنبرش از چرخ فرود آمدہ

بستہ جلاجل بکمر جا بجاے چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے

ہر سخنِ نغز کہ با دوست کرد آں ہمہ در پردۂ در پوست کرد

صفتِ مائدہ خاص

گرم تریں کارگزارانِ خواں مائدہ کردند ز مطبخ رواں

خوانچۂ آراستہ بیشِ ہزار ہر ہمہ الوانِ نعم کردہ بار

صد قدح از شیرۂ آبِ نبات درمزہ ہمشیرۂ آبِ حیات

نانِ تنک صاف بداں گو نہ بود کز بتنکی رو بدگر سو نمود

نانِ تنوری زطرب قبہ بست زاں کہ بخوانِ شہِ عالم نشست

صفتِ زنانِ مطربہ

شد زنِ مطرب بنوا پروری انجمنے پُر زمہ و مشتری
پردہ بر انداختہ از آفتاب کردہ بیک غمزہ جہانے خراب
روے چو خورشید برافروختہ جانِ کساں زآتشِ خود سوختہ
یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش صوتِ خراشیدہ شاں جاں خراش
زابروے خم پشت کماں ساختہ تیرِ مژہ نیم کش انداختہ

زنانِ مطربہ کی ابرو مثل کمان تھی اور مژہ مثل تیر۔ یہ تشبیہات مبتذل ہیں مگر تیرِ مژہ کا جو وصف بیان کیا ہے کہ "نیم کش انداختہ" اس میں ایک اداے خاص کی تصویرکشی کی ہے جس سے مضمونِ شعر نہایت بلند ہوگیا۔

جشن نوروز معزی دلّی میں کیقباد نے جشن نوروزی کیا ہے۔ خسرو نے اُس کا تمام سامان اِس بیان میں سجایا ہے۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں کی قطاریں سازو یراق سے آراستہ کھڑی ہیں۔ دربار کی آرائش تین قسم کے گل و بوٹوں سے کی گئی ہے:-

(۱) زرّیں (۲) مومیں (۳) اصلی یعنی گلدستوں کا

دیواریں اطلس سے سجائی گئی ہیں۔ زربفت کا فرش ہے۔ بادشاہ تخت پر جلوہ فرما ہے۔ فوجی سردار صف بہ صف حاضر ہیں۔ نذریں پیش ہو رہی ہیں۔ محاسب

اُن کا حساب لکھ رہا ہی۔ حاجب پُکار پُکار کر تفصیل بیان کرتا ہی۔ رات کو بزمِ مے نوشی کی دھوم دھام ہی۔ اور بادشاہ کی طرف سے خلعت و انعام۔

از دو طرف رایتِ لعل و سیاہ	سایہ رسانید زماہی بہ ماہ
یک دو ہزار اسپِ مُرصّع ستام[1]	از دمِ خود بستہ صبا را مدام

(ایک دو ہزار گھوڑے جن کا زیور جڑاؤ تھا۔ ایسے تیز کہ بادِ صبا کو اپنی دم سے باندھ رکھا تھا)

میمنہ[2] جلہا سیہ انداختہ	آتشے از دودِ سلب[3] ساختہ

(داہیں طرف گھوڑوں پر سیاہ جھولیں پڑی ہیں۔ گویا گھوڑے آگ ہیں اور اُن کا سیاہ لباس دھوئیں کا)

میسرہ[4] از پوششِ جلہاے لعل	جلوہ کناں باد زگل ہاے لعل

(بائیں طرف کے گھوڑوں کی جھولیں سُرخ تھیں گویا گھوڑے ہوا تھے اور جھولیں لال لال پھول)

وز پسِ اسپان صفِ پیلانِ مست	ابر و ہوا کردہ بصحرا نشست
قلعۂ آہن تہِ برگستواں	قلعہ بجا ماندہ ستونش رواں

(ہاتھی ایسا معلوم ہوتا تھا گویا لوہے کے قلعے پر پاکھر پڑی ہی۔ قلعہ قائم ہی اور ستون یعنی ہاتھی کے پاؤں چلتے ہیں)

باغِ زر آراستہ شد جاے بار	کردہ بر و ابر جواہر نثار

---

[1] ستام۔ گھوڑے کا زیور ۱۲ [2] میمنہ۔ داہیں طرف ۱۲ [3] سلب۔ لباس ۱۲
[4] میسرہ۔ بائیں طرف ۱۲ [5] مراد گھوڑوں سے ۱۲

از دُر و یاقوت درختاں فراخ | مرغ زر ساختہ بالائے شاخ
شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید | مرغ تو گوئی کہ بخواہد پرید

(یعنی وہ مصنوعی شاخ ایسی بنائی گئی تھی کہ گویا اُس میں سے پھل ابھی ٹپک پڑے گا اور چڑیا ایسی ہی کہ گویا اُڑا چاہتی ہی)

ساختہ از موم بسے نخلِ چست | کاں بجز از موم نیاید درست
باغِ سوم چوں گزری زین و باغ | یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ
بستہ بسے دستۂ گل دلفریب | کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

(بہتیرے دل فریب گلدستے تیار کئے تھے جن کی زیبائش میں سو ہاتھوں کی کوشش صرف ہوئی تھی]

یافتہ سبزہ ز چمن ہا درود | بہرِ درود آمدہ آں جا فرود
قصرِ ہمایوں ز زمیں تا سماک | زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک
اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ | دادہ بہر سنگ ز یاقوت رنگ
کردہ مسلسل ز گہر بوریا | کانِ زرش خواندہ فلک بے ریا
خاک ازاں مفرشِ زربافتہ | خلعتِ نوروز زشہ یافتہ
جشن چو آراستہ شد یک سرہ | از طرفِ میمنہ و میسرہ

لہ کاٹنا گھاس وغیرہ کا۔ دوسرے مصرعے میں بمعنی دعا۔ آفریں تحسین ۱۲ ٹہ نام ہے ایک ستارہ کا ۱۲ سّہ بے شک و شبہ ۱۲ ٹہ فرش ۱۲

شاہِ جہاں شست بزریں سریر ۔۔۔ چشمِ جہاں دوختہ از قد چو تیر
آبِ دُر از تاج و قبا و کمر ۔۔۔ تا بکمر تا بہ گلو تا بہ سر

چونکہ بادشاہ کے تاج، قبا اور پٹکے میں موتی ٹکے ہوئے تھے تو پٹکے کی چمک کمر تک اور قبا کی گلے تک اور تاج کی سر تک تھی - اس شعر میں ایک تو لف ونشر ہی بترتیب معکوس اور دوسرے ایہام کیا ہی لفظ آب کے حقیقی معنی سے - اگرچہ اس شعر کی بنیاد ایہام پر ہی مگر بندش الفاظ اور حسن معنی کے لحاظ سے پُرلطف شعر ہی -

تن چو دراں خلعتِ روشن گرفت ۔۔۔ خونِ یواقیت بگردن گرفت

(بادشاہ نے جب یہ خلعت زیب تن کیا تو یاقوتوں کا خون اُس کی گردن پر تھا - یعنی یاقوت اس رشک سے خون ہوگئے کہ خلعتِ شاہی میں ہم کو جگہ نہ ملی یا یہ کہ یاقوت جو گریبان میں ٹکے ہوئے تھے وہ بادشاہ کی گردن کی سُرخی دیکھکر شرمندہ ہوگئے)

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں ۔۔۔ سہم زناں بر حشمِ اختراں

(فوجی سردار جو اِدھر اُدھر چل پھر رہے تھے ایسے چست و چالاک تھے کہ گویا ستاروں کی فوج پر بھی تیر مارتے تھے)

شحنۂ[1] بار آمد و صف راست کرد ۔۔۔ ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد
پیش کشیدند گراں تا گراں ۔۔۔ خدمتیِ[2] ہر ہمہ خدمت گراں

---

[1] منتظم دربار ۱۲ ۔۔۔ [2] نذر ۱۲

(اس سرے سے اُس سرے تک جملہ ملازمان شاہی نے نذریں پیش کیں)

گشت پُر از نافہ چینی زمیں | باد شد از نافِ زمیں نافہ چیں
ہر دو صف از صف شکناں گشت راست | تیغ وراں دست چپ دست راست
حاجبِ فضّال چو قمری وسار | نغز نوا گشتہ بفصلِ بہار
شب چو بر آئینِ بہاراں زمیں | گرد ہوا پُر زگل و یاسمیں
شاہ بخلوتگہِ دولت شتافت | خلوت از و دولتِ جاوید یافت
گرد رواں برکفِ چوں لالہ زار | بادۂ گل رنگ ببوے بہار
شاہ بہر جرعہ کہ برخاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

متفرق مقامات

اب ہم چند مختلف مقامات کے اشعار بھی (جن میں خاص خاص خوبیاں پائی جاتی ہیں) پیش کرتے ہیں۔

جوش و اثر

مناجات میں فرماتے ہیں ؎

اے گنہ آمرز و شفاعت پذیر | پُر گنہاں را بکرم دستگیر!
گرچہ تنِ من زپے سوز را ست | رحمتِ تو از پے ایں روز را ست
من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام | نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

---

[۱] تفصیل بیان کرنے والا چوبدار ۱۲ [۲] مینا ۱۲ [۳] "پے" کے بعد "را" بمعنی برائے زائد اور یہ متقدمین کا محاورہ ہے ۱۲

عذر ز عاصی بود اندر گناہ ۔ طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

نعت میں فرماتے ہیں ؎

تا بسر یرِ عرب آں جم نشست ۔ رعبِ عرب در ہمہ عالم نشست

خطبۂ لولاک بپر داختہ ۔ منبرِ نہ پایہ ازاں ساختہ

ہستیِ او تا بہ عدم خانہ جود ۔ نقشِ وجود از ہمہ بیگانہ بود

چوں ز وجودش عدم آوازہ یافت ۔ تختۂ ہستی رقمِ تازہ یافت

بیان معراج میں فرماتے ہیں ؎

جامِ عنایت بصفا نوش کرد ۔ وز خودیِ خویش فراموش کرد

بسکہ بروں برد وصالش ز پوست ۔ فرق ندانست ز خود تا بدوست

راہ کہ پر گم شد ازاں جبرئیل ۔ وہم ملائک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبلہ گہِ دل کشید ۔ بیشتر از خویش بمنزل کشید

رفتہ و باز آمدہ در یک زماں ۔ رفتن و باز آمدنش تواماں

یہ اُس لشکر کا بیان ہی جو سلطان ناصرالدین کے ساتھ بنگالے سے

آیا تھا ؎

لشکرِ مشرق ز اودہ تا بہ بنگ ۔ چیرہ دل و خیرہ کُش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گزار[1] ۔ ہر ہمہ شیر افگن و اژدر شکار

---

[1] جو شخص اپنا تیر سنداں سے پار کردے۔ سنداں لوہاروں کا وہ اوزار جس پر لوہا کوٹتے ہیں ۱۲

تا جکِ گردن کش و لشکر شکن | بیشترے نیزہ ور و تیغ زن

راوتِ ترو چیں زنِ خارا شگاف | پشت بہ پشت از پئے روئے مصاف

خشت زنانے کہ گہِ آزموں | خشت نشانند بہ سنگ اندروں

یا یک بازی گرِ موزوں خرام | دادہ ببازی سرِ خود بہرِ نام

پیکِ گراں سنگ سبک ایستادہ | تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

بحرِ رواں لشکر دریا نورد | موج زناں آب ز مردانِ مرد

کیقباد کے لشکر کا بیان ہی جو دلی سے روانہ ہوتا ہی

نورِ علمہا کہ بہ کیواں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت

پرچمِ بیرق کہ بگردوں رسید | درِ رخِ مہ کرد محاسن پدید

دمدمۂ کاسہ باوازِ خوش | کوس زدہ با فلکِ کاسہ وش

نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | پیرِ فلک خانہ زِنے ساختہ

ہیکلِ پیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند

زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | روئے زمیں عرصۂ شطرنج بود

جنبشِ اسپ از سمِ خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف

ہر یکے ازاں کوہ تنانِ چو پیل | رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل

---

۱ اولادِ عرب جو عجم میں پیدا ہوئی ۱۲ ۲ سردار۔ راجپوت ۱۲ ۳ نیزہ کوچک ۱۲ ۴ ہندوستان کی ایک قوم ۱۲ ۵ آوازِ نقارہ ۱۲ ۶ مراد از اسپاں ۱۲ ۷ بالفتح آوازِ اسپ ۱۲

گردِ سواراں کہ بخورشید جست | قطرۂ بر چشمۂ خورشید بست
بلکہ ازاں گرد سرافراختہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
موے خدنگافاں بکماں بستہ زہ | زہ زدہ ابروے کماں را گرہ
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت | برہنہ راہیں کہ چہ پوشیدہ گشت
تیغ نہ۔ بل کاتشِ فولاد خیز | بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز

کیقباد کا لشکر کوچ کرتا ہے

صبح چو بر زد علمِ آفتاب | لشکرِ سیارہ فرو شد بآب
کوسِ عزیمت زددر شہر یار | لرزہ در آورد بروینِ حصار
دمدمہ را کرد دمامہ[2] بلند | دم بدم نامے دمادم فگند

کیقباد کی زبان سے فخریہ پیام ناصرالدین کے نام

من کہ زدروازۂ اقلیمِ ہند | لشکرے آراستہ ام تا بہ سند
سدِ سکندر زدہ ام از سپاہ | فتنۂ یاجوجِ مغل را پناہ
رو تو۔ چو خورشید زمشرق برآے | من بہم اسکندرِ مغرب کشاے
شو تو۔ سوے کامرو انگیز رخش | من کنم اقصاے عراقین بخش
خیز تو۔ از قلعۂ چیں جوے گنج | من زدرِ روم شوم سیم سنج

---

[1] بالفتح پل ۱۲   [2] نقارہ ۱۲

عبرہ ازاں معبرِ دریا تو جوے — من دہم از تیغ بہ بحریں شوے

از تو زہند و ستدن پیل و مال — وز قبلِ من بمغل قیل و قال

تاج زمن - سر ز تو افراختن — عاج ز تو - تخت زمن ساختن

تا تو بمشرق بوی و من بغرب — حربہ خورد ہر کہ در آید بہ حرب

سلطان ناصرالدین کشتی میں سوار ہو کر دریاے سرجو کے پار اُترتا ہی

آب شد از بحرِ رواں تختہ پوش — کردہ زہر تختہ معلّم خروش

(یعنی کشتیوں کی کثرت سے دریا ڈھک گیا اور ہر تختۂ کشتی پر ایک معلم یعنی کپتان ملاحوں کو چلا چلا کر کشتی رانی کا حکم دینے لگا)

نعرۂ ملاح کہ می شد باوج — بر تنِ خود لرزہ ہمی کرد موج

آب ازاں غلغلہ زاندازہ بیش — گرد نمی گشت بگردابِ خویش

جس وقت کشتی منجھدار سے گزرتی ہی تو ملاح سب مل کر یکبارگی زور لگاتے اور نعرے مارتے ہیں اُس وقت کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ

" ملاحوں کے شور و غل کو سُن کر موج بھی کانپ رہی تھی اور دریا بھنور کے گرد گھومنے سے رُک گیا تھا۔"

کشتی پویندہ کہ چوں تیر بود — بود بجائے کہ زمیں گیر بود

(نیز رو کشتی تیر کی طرح چلی اور فوراً کنارے پر جا لگی)

سوز و گداز

زسرِ کرشمہ یکرہ گذرے بسوے من کن — بعنایتے کہ داری نظرے بروے من کن
منم و دے و دردے زغمت چو ناتوانان — بزکوٰۃِ تندرستی گذرے بسوے من کن

ایجاز

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید — شست و فرو د آمد و پیشش دوید

سلطان ناصر الدین نے زبردستی پکڑ کر کیقباد کو تخت پر بٹھا دیا تھا۔ دوسرے مصرعہ میں کس اختصار کے ساتھ تمام کیفیت کی تصویر کھینچ دی ہے کہ

کیقباد بتعمیل حکم تخت پر جا بیٹھا۔ مگر فوراً اُترا اور دوڑ کر باپ کے پاس چلا آیا۔

تشبیہ و تمثیل

اس مثنوی کے اشعار میں تشبیہ و تمثیل اکثر نادر و غیر مکرر ہے اور بعض جگہ معمولی تشبیہ کو کسی نکتہ کے اضافہ سے لطیف و دل پسند بنا دیا ہے۔ لہذا چند اشعار متضمن تشبیہ و تمثیل نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔

لشکرِ اسلام کہ آنجا رسید — بود زمیں تشنہ کہ دریا رسید

(اسلام کا لشکر وہاں پہنچا گویا پیاسی زمین کے پاس دریا پہنچا۔ یعنی وہاں امن و خوشحالی پیدا ہو گئی)

اس شعر میں لشکر اسلام کے پہنچنے کو ایسے دریا سے تمثیل دی ہے کہ پیاسی زمین پر جا پہنچے۔ اور اس کو سیراب و شاداب کردے۔

خنجرِ شہ قطرۂ آبِ شمار — قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

(بادشاہ کے خنجر کو قطرۂ آب سمجھو۔ مگر ایسا قطرہ جس نے روے زمین سے گرد و غبار کو دبا دیا یعنی

فتنہ و فساد کو دور کر دیا)

خنجر کو قطرہ کے ساتھ تشبیہ دینا ایک معمولی تشبیہ ہے۔ مگر دوسرے مصرع میں جو صفت قطرہ کی اضافہ کی ہے اُس نے اس تشبیہ میں ایک نازک لطف پیدا کر دیا ہے۔

بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر ہمچو نیستاں بلبِ آب گیر

(تلواروں اور تیروں کی صف پاس پاس تھی۔ گویا تالاب کے کنارے نیستاں کھڑا تھا)

یہاں صفِ تیغ کو آبگیر سے تشبیہ ہے بوجہ آب و تاب کے اور صفِ تیر کو نیستاں سے۔

شد زمیں از نعل منقش و نگار چوں شکمِ ماہی و اندامِ مار

(گھوڑوں کے نعل سے زمین پر ایسے نقش و نگار ہو گئے تھے کہ وہ شکم ماہی اور اندام مار کی مانند معلوم ہوتی تھی۔ یعنی زمین پر نعلوں کے نشان کثرت سے تھے۔ جیسے کہ شکم ماہی اور اندام مار پر ہوتے ہیں)

تیز تگ و گوش چو پیکاں پدید بر سرِ یک تیر دو پیکاں کہ دید؟

(گھوڑا تیز دوڑنے والا ہے اور اُس کی کنوتیاں ایسی معلوم ہوتی ہیں گویا ایک تیر کے سرے پر دو پیکان ہیں)

یہاں گھوڑے کو تیر سے اور اس کے کانوں کو پیکان سے تشبیہ دی ہے۔ اور دوسرے مصرع میں تعجب مفید مدح ہے۔

دائرہ خیمہ بسبزی قطار ابر فرود آمدہ در مرغزار

ہر بادل میں خیموں کا کیمپ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سبزہ زار میں بادل اُتر پڑے ہیں)

یہاں خیموں کو بادلوں سے تشبیہ دی ہے

پیلِ گراں سنگ سبک التیاؔ   تند چو ابرے کہ رود روزِ باد

(ہاتھی ہے تو بڑا وزنی مگر جھٹ پٹ کھڑا ہو جاتا ہے۔ تیز رو ایسا جیسے آندھی کے دن ابر)

یہاں ہاتھی کو ایسے بادل سے تشبیہ دی ہے جو آندھی کے دن ہوا پر دوڑتا ہے۔ وجہ شبہ تیز روی ہے۔

طرفہ عروسی شدہ آراستہ   آئینہ از آبِ رواں خواستہ

قصر کیلوکھڑی کی صفت میں بیان کرتے ہیں کہ:۔ (یہ قصر حسن و زیبایش میں ایک عروس ہے جس نے جمنا کے آب رواں کو اپنا آئینہ بنایا ہے تاکہ اُس میں اپنا جمال دیکھے)

اس شعر میں قصر کو عروس سے اور آبِ رواں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے۔

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب   آب دراں عکس نما۔ رو در آب

(یہ قصر اور آب جمن دو مصفا آئینے ہیں ایک دوسرے کے مقابل۔ پانی کا عکس تو قصر کی دیواروں میں نظر آتا ہے اور قصر پانی کے اندر) اس شعر میں قصر اور آب جمن دونوں کو آئینہ سے تشبیہ دی ہے مگر ایسے آئینہ سے کہ ایک کا عکس دوسرے کے اندر نمودار ہے۔

نرگس بے دیدہ رواں کو روش   خار عصا۔ بادِ خزاں کورکش

(یہ موسم خزاں کا بیان ہے کہ نرگس کے دیدے پٹ ہوگئے۔ اندھوں کی طرح چلتی ہے۔ کانٹا اس آندھی کی لاٹھی ہے اور باد خزاں اسکو کھینچکر لئے جارہی ہے) اس شعر میں نرگس کو آندھی سے کانٹے

؏ استاد ذوق نے ایک قصیدے میں اسی تمثیل کو اُلٹ دیا ہے ؎

ہوا پہ دوڑتا ہے اس طرح سے ابر سیاہ   کہ جیسے جائے کوئی پیلِ مست بے زنجیر

کو لاٹھی سے اور باد خزاں کو آندھی کی ردنما سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ ہر ایک کی ظاہر ہے۔

نم بکفِ دست چنار از روش زیبقِ لرزاں بکفِ مرتعش

(چنار کے پتوں پر تری اس طرح حرکت کرتی ہے جیسے رعشہ والے کی ہتیلی پر پارہ کانپتا ہے)

یہاں چنار کے پتوں پر نمی کے ہلنے کو ایسے زیبق سے تشبیہ دی ہے جو کفِ مرتعش پر لرزاں ہو۔

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش غنچہ گرہ بر زدہ بر دامنش

(پھول چونکہ کھل چکا ہے تو اس کے تن پر جو کپڑا تھا پھٹ گیا۔ مگر کلی ایسی معلوم ہوتی ہے گویا پھول کے پھٹے دامن میں گرہ لگی ہوئی ہے) یہاں پھول کی پتیوں کو جامۂ پارہ شدہ سے تشبیہ دی ہے اور غنچے کو ایسی گرہ سے جو پھٹے ہوئے دامن پر لگی ہوئی ہے۔ پہلی تشبیہ تو مبتذل ہے مگر دوسری میں تازگی و ندرت ہے۔

قطرہ کہ شد ز ابر چکاں بر ہوا مہرۂ بلور شدہ در ہوا

(شدت سرما کا بیان ہے کہ جو قطرہ بادل سے ٹپکتا ہے وہ سردی سے جم کر مہرۂ بلور بن جاتا ہے)

یہاں قطرۂ آب کو بلوری مہرہ سے تشبیہ دی ہے۔

بادہ چو خورشید پگہ تا بہ شام کردہ طلوعے و غروبے بجام

(شراب صبح سے شام تک پیالے میں آفتاب کی طرح طلوع و غروب کرتی ہے۔ یہاں شراب کو آفتاب سے اور شراب کے پیالے میں بھر جانے اور نکالے جانے کو طلوع و غروب سے تشبیہ دی ہے)

شہ بتہِ چترِ سیہ می چمید　　اوّلِ شب صبحِ دوم می دمید

(بادشاہ چتر کے سایہ میں خراماں خراماں چلتا تھا۔ گویا رات کے شروع ہوتے ہی صبح صادق نمودار ہو گئی تھی)

اس شعر میں چترِ سیاہ کو اوّل شب اور بادشاہ کو صبح صادق سے تشبیہ دی ہے۔ وجہ شبہ تشبیہ اوّل تاریکی اور دوم میں نور ہے۔

دکدکِ[1] دندانِ برہنہ تناں　　چوں شغبِ چوبکِ[2] چوبک زناں

(جو لوگ برہنہ تن تھے جاڑے کے مارے اُن کے دانت بج رہے تھے۔ دانتوں کے بجنے کی آواز ایسی تھی گویا چوکیدار چوبک بجا رہے ہیں)

سبزۂ نو رستہ تو گوئی مگر　　بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

(سبزہ جو تازہ اُگا ہوا تھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ طوطے کے بچے نے ابھی کلیاں نکالی ہیں)

رودزن[3] از سینہ بروں بردہ صبر　　آب چکاں[4] دست چو باراں ز ابر

(مطرب نے ایسا بجایا کہ لوگوں کے دل بیقرار کر دیئے۔ اُس کا ہاتھ نہایت لطیف ہے گویا بادل سے مینھ برس رہا ہے)

در کماں دست بردہ چوں ہنر بر　　قوسِ قزح داں کہ برآمد ز ابر

کمان کو قوسِ قزح سے تشبیہ دی ہے۔

پشتِ وے از بارِ گہر خم زدہ　　چوں بسحر گلشنِ شبنم زدہ

(بادشاہ کے چتر کی صفت ہے کہ موتیوں کے بوجھ سے ایسا جھک گیا تھا جیسے صبح کے وقت گلشن شبنم کے بوجھ سے)

---

[1] شدت سرما سے دانتوں کے بجنے کی آواز ۱۲ [2] چوبک۔ ڈنڈا۔ زمانہ قدیم میں افسر چوکیداران ایک ڈنڈا اور ایک تختہ رکھتا تھا۔ ڈنڈے سے اس تختے کو بجایا کرتا تھا کہ چوکیدار اپنے اپنے کام پر ہوشیار رہیں ۱۲ [3] رودزن۔ مطرب ۱۲ [4] آب چکاں۔ نہایت ہلکا اور لطیف ۱۲

تودۂ لعلے کہ بہر گوشہ بود　　روے زمیں پُر ز جگر گوشہ بود

(لعل جو نثار کیے گئے تھے ہر طرف پڑے تھے گویا سطح زمین رنگا رنگ لعلوں سے پُر تھی یا وہ لعل زمین کے جگر کے ٹکڑے تھے۔ کیونکہ لعل زمین کے اندر سے نکلتا ہے)

آمد آں سادہ زنخ بر منِ بیہوش زد آب　　بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چساں چہ برسید

یہاں زنخ کو چاہ سے تشبیہ دی ہے اور یہ نہایت متبذل تشبیہ ہے مگر دوسرے مصرعے کے مضمون نے کہ "چاہ بر سرِ تشنہ رسید" اس تشبیہ میں ایک دلآویزی پیدا کر دی ہے۔

موے میاں در کمرِ زر شدہ　　رشتہ بیاقوت و گہر در شدہ

بسایہ بودم خفتہ کہ یار آمد و گفت　　چہ خفتۂ؟ کہ رسید آفتاب در سایہ

نیچہ کشادہ گل لعل از پلہ[1]　　غرق بخوں ناخنِ سیر پلہ (ازاد ۱۲)

زابروے خم پشت کماں ساختہ　　تیر مژہ نیم کشش انداختہ

اودھ میں ایک شب سلطان ناصر الدین کیقباد کی خیمہ گاہ میں آیا ہے۔ اور دونوں بادشاہ ایک ہی تخت پر جلوہ فرما ہوئے ہیں۔ اس موقع کے بیان میں

---

[1] پلہ یا پلاس۔ درخت ڈھاک ۱۲　　[2] بزم معزی کے آخر میں اس شعر پر نوٹ دیا گیا ہے ۱۲

خسروؔ شعرا نے بہت سی تمثیلیں نکالی ہیں جس سے طبیعت کی جولانی اور تخیل کی وسعت ظاہر ہوتی ہے ؎

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند
بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند

گشت بہ برجے دو قمر جاے گیر
گشت مزین بدو سلطاں سریر

ملک بہ یک تخت دو دارا نمود
دہر بیک آب دو دریا نمود

روے زمیں فرِ دو جمشید یافت
چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد
افسرِ کسرے بہ دو فرق اوفتاد

دبدبہ کوسِ دو لشکر زدند
نوبتِ اقبالِ دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازہ گشت
صوتِ دو بلبل بیک آوازہ گشت

مصقلۂ چرخ دو خنجر زدود
آئینۂ ملکِ دو صورت نمود

سایہ یکے کرد دو فرِ ہماے
پایہ یکے ساخت دو لشکر کشاے

شاخ بہم سود دو سروِ جواں
موج بہم داد دو آبِ رواں

گشت یکے باغِ وفا را دو جوے
گشت یکے منبعِ صفا را دو روے

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید
مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہ تمام
بزم یکے شد بہ دو دورِ مدام

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید　　مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بہ دو ماہِ تمام　　بزم یکے شد بہ دو دَورِ مُدام

صوفیانہ خیالات صفتِ ساقی کے عنوان میں امیر صاحب نے ظاہرا بزمِ شاہی کے ساقی کی صفت نگاری کی ہے. مگر موقع ایسا دلچسپ تھا کہ یہاں مجاز کے پردے میں حقیقت کی جھلک دکھائی ہے اور بعض اشعار ایسے پر لطف ہیں کہ ادنےٰ تامل سے اصلی ساقی (مرشد) کی یاد دلاتے ہیں۔

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب　　بُردہ بیک غمزہ ز عالم شکیب

ساقی یعنی مرشد کامل صوفی کا قاتل ہے عوام الناس کو دہوکے میں ڈال رکھا ہے کہ اُس کے کمال سے ناواقف ہیں اُس کی ایک ادا نے ایک عالم کے دلوں کو بے صبر و بیتاب کر رکھا ہے

گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت　　لیک گہے فتنہ چشمش نہ خفت

بظاہر اُس کی آنکھہ سوتی معلوم ہوتی ہے مگر اُس کی نگاہ باطن کی تاثیر کبھی معطّل نہیں ہوتی ہمیشہ طالبان حق کے دلوں کا شکار کرتی رہتی ہے

عکسِ خیالِ نرگس مست و خراب　　ہر ہمہ را سُرمہ دہد در شراب

اُسکی بیخودانہ نظر کی تاثیر جذبۂ محبت کو اور بھی تیز کر دیتی ہے (یا اہل محبت کو خاموش بنا دیتی ہی)

ہر کہ بیک جرعۂ او سر نہد　　بے ہُشیش بیند و بر تر دہد

جو شخص ادنیٰ فیضان مرشد کو تسلیم و رضا سے قبول کرتا ہے تو مرشد اُس کی بیخودی کا اندازہ کرکے اُس کے حال پر اور زیادہ توجہ کرتا ہے

مے دہد وخوں خورد از دل تمام　　　جرعۂ باقی نگذارد بجام

مرشد فیضان پہونچاتا اور مرید کے دل کو خواہشوں کے لوث سے پاک وصاف کرتا ہے یہاں تک کہ اپنا فیضان پورا کر دیتا ہے

ورنہ شود مست حریف از شراب　　　رو بنماید کہ بفیتد خراب

اگر طالب پر فیضان مرشد سے بیخودی طاری نہوئی تو مرشد اس کو اپنے انوار کا مشاہدہ کراتا ہے اس مشاہدے سے وہ بیخود ہو جاتا ہے

مست درو بیند واو سوے مے　　　او شدہ مست از مے و مستاں زوے

پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ طالب بیخود جو کچھ دیکھتا ہے مرشد کی ذات میں دیکھتا ہے اور مرشد فیضان غیب کا منتظر رہتا ہے غرض مرشد فیضان غیب سے مست وبیخود رہتا ہی اور طالب انوار مرشد کے مشاہدہ سے۔

بسکہ ہمہ جور بود دور او　　　ہر کہ بود خون خورد از جور او

ایسے مرشد کا دور سراسر جور ہے یعنی کثرت فیضان۔لیکن ایسے فیضان کا تحمل کس سے ہو سکتا ہے ناچار طالب بظاہر خراب حال ہو جاتا ہے

از کف او دور دما دم خوش ست　　　ور بمثل جور[1] بود ہم خوش ست

ایسے مرشد کا فیضان بتدریج ہو تو زہے نصیب اور اگر یکایک ہو تو بھی اچھا

چوں بدہد بادہ وگوید کہ نوش　　　مست بروز دگر آید بہوش

جب مرشد کامل فیضان پہونچاتا اور طالب کو نوید عطا سناتا ہے تو طالب پر ایسی بیخودی

---

[1] جور ــ ستم۔ جام لبالب پلاکر پینے والے کو لٹا دینا یعنی مست وبیخود کر دینا ۱۲

طاری ہوتی ہے کہ قیامت ہی کے دن ہوش میں آئیگا

حکمت و اخلاق

انسکرہ راگشت بہیں دستگاہ　　از ہنرِ خویش زبر دستِ شاہ

نسکرہ کو اپنے ہنر کی وجہ سے بادشاہ کے ہاتھ پر ایک بہتر جگہہ ملی

چوں ہنرِ مرغِ فراواں شود　　مرغ زبر دستِ سلیماں شود

وائے برآں آدمی بے خبر　　کوکم ازاں مرغ بود در ہنر

دیگر

گشت چو فاصد بتنِ مرد خوں　　بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

دیگر

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل　　ہست جدا کردنِ آں مستحیل

دیگر

تا بچمن سرو بود سایہ دار　　کس نخزد زیرِ گیاسا یہ دار

دیگر

چشمۂ چاہ ارچہ کہ بالا شود　　چشمہ محال ست کہ دریا شود

دیگر

ملک بمیراث نیابد کسے　　تا نزند تیغ دو دستی بسے

دیگر

تیغ کہ سہراب بر رستم کشید ‌ ‌ ‌ ہیچ شنیدی کہ زگیتی چہ دید؟

دیگر

خواست یکی خواستہ لیکن نیافت ‌ ‌ ‌ آنکہ نمی خواست بر و خود شتافت

رفت یکی در طلب لعل سنگ ‌ ‌ ‌ ریزۂ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے راکہ غمِ آں نبود ‌ ‌ ‌ لعل جناں یافت کہ در کاں نبود

کوششِ بیہودہ زغایت بروں ‌ ‌ ‌ کوبشِ آب ست بہ ہاون درون

دیگر

ایں ہمہ بیداری ما خفتن ست ‌ ‌ ‌ کآمدنِ ما زپئے رفتن ست

گر بودت خوش خور و بدخو مباش ‌ ‌ ‌ ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ ‌ ‌ ‌ کاں بری از باغ کہ خیزد زشاخ

ہر چہ رسد بیش خورد کم مخور ‌ ‌ ‌ ور نرسد ہم برسد غم مخور

ہر چہ بجوئی و نیابی مرنج ‌ ‌ ‌ زانکہ بخواہش نتواں یافت گنج

دیگر

آنکہ شکیبش بقناعت درست ‌ ‌ ‌ قرصِ خور از قرصِ زرش بہتر ست

کاں نبد الذّتِ کامش دہد ‌ ‌ ‌ ویں بطمع خسّتِ نامش دہد

خطاب بہ نفس

ترک طمع گیر زخود شرم دار ‌ ‌ ‌ تا نشوی چوں خجلاں شرمسار

گرسنہ زانی کہ دریں تنگنائے ۔۔۔ ناں زملک می طلبی زخدائے

غُرّہ بہ نزدیکی سلطاں مشو ۔۔۔ بلبلِ باغی۔ مگس خوان مشو

ہست شہے از خرمنِ ہستی خسے ۔۔۔ تاتو چہ باشی کہ کمی زد بسے

بادشاہ عالم موجودات میں ایسا ہے جیسے خرمن میں ایک تنکا۔ پھر تو جو اس سے بھی کم تر ہے کیا چیز ہے !!!

چند کشی پیش مُلک دست بیش ۔۔۔ تات زکوتے دہد از ملکِ خویش

تشنہ بمیر آب زدوناں مخواہ ۔۔۔ خوں خور و از خوانچہ دوناں نان مخواہ

چوں بُبُردی طمع از ناکساں ۔۔۔ صرف مکن گوہرِ خود باخساں

گل بچراگاہِ ستوراں مَبَر ۔۔۔ آئینہ در مجلس کوراں مَبَر

تخیّل تخیل شاعری کی روح ہے اس مثنوی میں جا بجا ایسے موقع پائے جاتے ہیں جہاں حضرت خسرو نے تخیّل کا طلسم باندھا ہے مثلاً

جوہری شام بسوداگری ۔۔۔ کردہ گہر پیش کش مشتری

شاعر کا خیال ہے کہ وقت شام ایک جوہری ہے جس نے سوداگری کی غرض سے خریدار کے سامنے جواہرات پیش کئے ہیں یعنی شام کو ستارے نکلے ہیں۔

چرخ یکے حلقۂ انگشتریں ۔۔۔ بر سرِ یک حلقہ ہزاراں نگیں

دیگر

بسکہ صراحی جلبی گشتہ صاف ۔۔۔ بادہ درو دیدہ شد اندر طواف

گوئی کز اوصافِ صفاش از برون   بادہ برون ست وصراحی درون

جلبی صراحی ایسی صاف ہی کہ اُس میں شراب گردش کرتی نظر آتی ہے اُس کی شفافی سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب باہر ہے اور صراحی اُس کے اندر

دیگر

در شکمِ اوکفِ صافی گہر   از ہوس بادہ شدہ شیشہ گر

صراحی کے پیٹ میں پاک وصاف جھاگ اُٹھتے ہیں تو اُن جھاگوں کو شراب کی ایسی ہوس ہے کہ وہ شراب بھرنے کے لئے اور نئے نئے شیشے بنا رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ:۔ صراحی میں شراب ہے۔ شراب میں جھاگ ہیں۔ اور جھاگوں پر بلبلے اُٹھ رہے ہیں۔

دیگر

عکسِ رسن ہا کہ فرو شد بآب   بستہ بہ پہلوے نہنگاں طناب

جب کشتی کی رسیوں کا سایہ پانی میں پہونچا تو اُس سایہ نے ناکوں کو طناب میں جکڑلیا تاکہ ہل نہ سکیں۔

طفلِ کہن سال و لعابش رواں   دایۂ او چرخ وے مہرباں

آفتاب ایک کمسن بچہ ہے جس کے منہ سے رال ٹپک رہی ہے جو اپنی دایہ یعنی آسمان کی گود میں ہے مگر آسمان گو ستمگار ہے لیکن اس بچہ کے لئے دایۂ مہربان ہے۔

دیگر

باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست   یک تن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
آفتاب

دیگر

آہوئے پوئندہ بہ بالا و زیر — خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر

آفتاب ۱۲

دیگر

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں

آفتاب ۱۲

دیگر

کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں — گشتہ دو گوشش بد و سو بادباں

گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ — مروحہ بود بہ پیشش چراغ

طرفہ کہ آں مروحہ زآسیبِ باد — ہیچ گزندے بچراغش نداد

دیگر

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار — بیضہ یکے بچۂ او صد ہزار

یعنی کرہ زمین طوطی کا انڈا ہے اس ایک انڈے سے لاکھوں بچے نکلے۔

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر — بچۂ طوطی ست کہ شد سبز بر

نیا اُگا ہوا سبزہ گویا اُس طوطی کا بچہ ہے جس نے نئی کلیاں نکالی ہیں۔

اسالیب بیان کی تازگی — فصلوں اور موسموں کا تغیّر صبح و شام اور رات دن کا ہونا ہر جگہہ ایک نئے پیرایئے میں بیان کیا ہے۔

آفتاب قوس میں

بیان کرنا یہ ہے کہ آفتاب برج قوس میں آگیا برسات ہو چکی سردی

کا موسم ہے اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے۔

آسمان کے بادشاہ نے جس وقت کمان ہاتھ میں لی تو ماہ تیر نے دوڑ کر ملک کی حکومت موسم سرما کے سپرد کر دی۔

شاہِ فلک چوں بکمان دست برد تیر مہ اقلیم بسرما سپرد

شاہ فلک = کنایہ ہے آفتاب سے ۔ تیر = برسات کے ایک مہینے کا نام ہے۔ کمان = برج قوس لفظ تیر کمان سے مناسبت رکھتا ہے۔

یہ مضمون کہ اس موسم میں دن چھوٹا اور رات بڑی ہونے لگی یوں ادا کیا ہے کہ

جہان ایک بڑھیا ہے جس نے چرخہ کاتنا شروع کیا ہے اور رات کو نہایت لمبا دھاگا کات کر دیا ہے۔

زالِ جہاں چرخ زدن کرد ساز داد بشب رشتہ بغایت دراز

زال جہاں = کنایہ ہے دنیا جہان سے جسے بڑھیا مانا ہے۔

چرخ زدن = چرخہ کاتنا۔ رشتہ = ڈورا ، دھاگا۔

فصل خزاں

مطلب یہ ہے کہ خزاں کا موسم آ گیا۔ ہوا تیز چلنے لگی۔ پھولوں کی بہار ختم ہو گئی۔ اِس مطلب کو اِس طرح ادا کیا ہے۔

جب فصل خزاں نے چمن میں گھر بنا لیا تو بادِ رواں گلزار میں اپنا گھوڑا کدانے لگی

گلِ ریحاں جو پھولوں کا بادشاہ کہلاتا ہے اُس کو نکال دیا۔ اب چمن کے اندر اُس کی حکومت باقی نہیں رہی۔

فصلِ خزاں چون بچمن خانہ ساخت ۔۔۔ بادِ رواں گرد بگلزار تاخت
شاہِ سپرغم زولایت براند[گلِ ریحاں ۱۲] ۔۔۔ کش بچمن ہیچ ولایت[حکومت ۱۲] نماند

فصلِ بہار

مقصود یہ ہے کہ موسم برسات آپہونچا اور ابر نمودار ہونے لگا پھول کھلنے لگے۔ اس مضمون کو یوں ادا کیا ہے کہ

جب بہار کا جھنڈا بلند ہوا تو ابر نے اپنا خیمہ ستاروں پر جا لگایا پھولوں کا سکّہ تیار ہونے لگا جیسے ہمارے بادشاہ کے دام بنتے ہیں اور اس سکّہ کی تیاری معقول طور سے کی گئی۔

فصلِ بہاراں چو علم در کشید ۔۔۔ ابر سراپردہ بر اختر کشید
سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند ۔۔۔ سکّہ بصد وجہ موجہ زدند

آفتاب برج ثور میں

مطلب یہ ہے کہ جب آفتاب برجِ ثور میں آیا تو کھیتوں میں غلّہ پک گیا اِس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

چون زحمل رفت بہ ثور آفتاب　　　پخت ہمہ دانۂ پرویں[۱] ز تاب

آفتاب برج جوزا میں

جب آفتاب برج جوزا میں آیا تو لو چلنے لگی اور گرمی کی شدت ہو گئی۔ اس مضمون کو اس طرح بیان کرتے ہیں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت　　　رفت در آں خانہ درس جا گرفت

باد ز جوزا[۲] شد و آتش ز مہر　　　سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر

آفتاب برج سرطان میں

جب آفتاب برج سرطان میں آیا تو برسات شروع ہو گئی۔ اس مطلب کو یوں ادا کیا ہے

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید　　　سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید

بیان کرنا یہ ہے کہ جنگل میں نیا سبزہ اُگا ہے جا بجا پانی بھرا ہوا ہے اس مضمون کو اس طرح ادا کیا ہے کہ

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں　　　ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

---

[۱] پرویں ایک خوشہ ہے ستاروں کا برج ثور میں جس کو ثریا بھی کہتے ہیں ۱۲

[۲] جوزا برجِ بادی ہے ۱۲

صبح

رات کو سورج چھپ تو گیا تھا مگر پورا چاند تھا صبح ہوئی تو سورج نکلا یہ مضمون اس طرح سے باندھا ہے کہ

چوں دلِ شب حاملۂ مہر گشت — بر شبِ حاملِ مہِ کامل گذشت

حاملِ یکماہہ نہ بل یکشبہ — تاجو رے زاد دراں کوکبہ

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح ہوئی اور تارے چھپ گئے۔ اس مضمون کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

صبح چو برزد علمِ آفتاب — لشکرِ سیّارہ فرو شد بآب

دیگر

رات گذری صبح ہونے آئی

کرد چو شب نوبتِ خود را تمام — صبح دُہل برد ببالاے بام

آفتاب ۱۲

دیگر

صبح برآوردہ چو چترِ سپید — بست سیاہی بہ سپیدی امید

دیگر

کوسِ سحرگہ فلک آوازہ گشت — دبدبۂ روز ز سرتازہ گشت

بلند آوازہ ۱۲

دیگر

تیغ کشید اخترِ عالم فروز لشکرِ شب کرد ہزیمت ز روز

دیگر

زنگیِ شب کرد سپیدہ بروے خندہ زناں شد فلک از چار سوے

دیگر

مشعلۂ صبح کہ شد نور دار ساخت یکے شعلہ ز چندیں شرار
ستارے ۱۲

دیگر

از تفِ آں شعلہ کہ در تاب شد سیمِ کواکب ہمہ سیماب شد

آفتاب کی روشنی وگرمی کے اثر سے تارے سیماب بن کر اڑ گئے یعنی چھپ گئے۔

دیگر

صبح زبس دم کہ دما دم گرفت آتشِ خورشید بعالم گرفت

دیگر

روزِ دگر کرد چو نافِ جہاں مشکِ شب از آہوے مشرق نہاں

دیگر

گشت چو دریاے سپہر آبگوں داد رواں چشمۂ خور را بروں

دیگر

شد گرہِ چرخ چو گنبد نماے نعلِ مہ افگند بہ گنبد ز پاے

دیگر

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد مارِ سیہ در شکمِ خاک شد
خندہ زن ۱۲

صنایع بدایع صنایع بدایع عروسِ کلام کا زیور ہیں۔ اس مثنوی کے اکثر اشعار اس زیور سے آراستہ نظر آتے ہیں۔

چند اشعار متضمن صنایع یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

صنعت طباق یا تضاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ ایسے دو لفظ ایک جا ذکر کریں جن کے معانی فی الجملہ ایک دوسرے سے مخالف یا ضد ہوں:-

خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند　　　صبر ہر چند کہ بود اندک بسیار برفت

اندک و بسیار متضاد ہیں۔

دیگر

پایک با زندہ برون از قیاس　　　پُر دل و خالی دلِ شاں از ہراس

دیگر

مستیِ او مایۂ ہشیاریش　　　خفتہ ہمہ خلق ز بیداریش

دیگر

کرد بزرگی بحقِ کہتراں　　　داد سبک جامہ بقیمت گراں

دیگر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست　　　کامدنِ ما نہ پئے رفتن ست

بیداری و خفتن میں اور آمدن و رفتن میں تضاد ہے۔

از پئے نامے کہ مبادش اُمید! نامہ سیہ کردی و دیدہ سپید

دیدہ سپید کردن سے مُراد یہاں نابینائی ہے۔ مگر حقیقی معنے کے لحاظ سے سیاہ و سپید میں تضاد ہے۔

دیگر

گرمی دل نیست چو حاصل مرا سرد شد از آبِ سخن دل مرا

نو کنم انداز رسمِ کہن پس روی پیش روانِ سخن

نو۔ کہن۔ پس رو۔ پیش رو۔ میں تضاد ہے۔

ملکِ جہاں پختہ بمن شد تمام کے دہم از دست لبو دای خام؟

پختہ ضد خام۔

دیگر

بستۂ تست این دلم باد گرانش مبند کاش! کہ با دیگراں دل نکشاید مرا

یہاں بست و کشا دمیں تضاد ہے۔

دیگر

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خو پشت نہ دیدہ کس از و ہیچ رو

یہاں رو کے معنے وجہ و طور کے ہیں۔ مگر اصلی معنے کے لحاظ سے پشت و رو میں تضاد ہے۔

دیگر

نشستہ سبزہ زیں سو در جیبِ گل ستادہ سرو زاں سو جانبِ راست

دیگر

گرم شدہ از مددِ جامہ مرد مردمِ بے جامہ بجاں گشتہ سرد

دیگر

گوش کن ایں گفت و مکن گفتِ کس بشنو و مشنو۔ سخن این ست و بس

ارصاد

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہی کہ شعر میں ایسے لفظ لائیں جس سے یہ معلوم ہو کہ مصرعہ ثانی کے آخر میں فلاں لفظ ہوگا۔ اور یہ جب ہی ہو سکتا ہی کہ شعر کے قافیہ کا حرفِ روی[1] معلوم ہو۔

شقۂ دیبا برِ زیبا شدہ　　　سیمبراں صورتِ دیبا شدہ

پہلے مصرعہ میں لفظ "دیبا" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ دوسرے مصرعہ کا قافیہ یہی لفظ ہوگا۔ کیونکہ پہلا قافیہ "زیبا" معلوم ہی۔

سروِ پیادہ۔ خوش بود اندر چمن ولیک　　　آں سروِ من پیادہ خوش ست و سوار خوش

اس غزل کے قافیے ہم کو معلوم ہیں کہ "زار" "بہار" وغیرہ ہیں پس لفظ "پیادہ" اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ اس شعر کا قافیہ "سوار" ہوگا۔

موے بمو گیسوے او مشکِ خشک　　　فرق نہ بودن سرِ موے ز مشک

دیگر

آئینہ صورتش از سینہ رفت　　　صورتِ او راک ز آئینہ رفت

دیگر

باغ خراب از قدمِ بومِ شوم　　　جُغدِ قدم شوم شدہ بارِ بوم

---

[1] حرف روی وہ ہی جس پر قافیہ کی بنیاد ہوتی ہی ۱۲

عکس و تبدیل

اُسے کہتے ہیں کہ کلام میں کسی چیز کو دوسری پر مقدّم کریں۔ پھر مُقدّم کو مُوخر بنائیں اور مُوخر کو مقدّم۔

خوابِ من از دیدۂ من آب بُرد　　　آبِ من این دیدۂ بی خواب بُرد

مصرعۂ اولیٰ میں خواب مقدّم ہے آب پر۔ مصرعۂ ثانی میں اُس کا عکس ہے۔

چرخ نداند در و دیوار کس　　　تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

دیگر

مردُم یک خانہ و صد خرّمی　　　خانۂ یک مردُم و صد مردمی

دیگر

چترِ شہ آن ست کہ شد چرخِ ماہ　　　چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

چترِ شاہ اور چرخِ ماہ کی ترتیب دوسرے مصرعہ میں بدل دی ہے۔ علاوہ اس کے یہاں صنعت مَردُ العجز علی الصّدر بھی ہے۔ یعنی جو لفظ مصرعہ اوّل کے شروع میں تھا وہی مصرعۂ ثانی کے آخر میں آیا ہے۔

ور قلم از سحر زباں بر کشم　　　سحر زباں را القلم در کشم

دیگر

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش　　　وقتے ست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش

دیگر

آب فرو ماند چو کوہ از شہاب　　کوہ در آمد بتزلزل چو آب

دیگر

چشمِ پدر بہرِ جگر گوشہ تر　　گوشۂ ہر چشم شدہ پُر جگر

حُسنِ تعلیل

اِس صنعت کا طریق یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے کسی شے کو علت قرار دیں مگر وہ شے حقیقت میں اُس وصف کی علت نہو۔ گویا یہ صنعت ایک تخیل ہے جس سے طبیعت محظوظ ہوتی ہے۔

چنانچہ گھوڑوں کی تیزروی کی صفت کرتے ہیں:۔

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ　　باد بدیوار بسے سر زدہ

گھوڑوں کی دوڑ سے جس نے آندھی کو بھی مات کردیا ہے ہوا نے اکثر دیوار سے سر پٹکا ہے۔ یہ امر تو ثابت ہے کہ ہوا دیوار سے ٹکراتی ہے مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ ہوا کا دیوار سے سر پھوڑنا اس رشک و حسد سے ہے کہ وہ ان گھوڑوں کی تیزروی کا مقابلہ نکر سکی۔

شدتِ سرما اور آتش کی صفت میں فرماتے ہیں۔

آتش ازانجا کہ بدل جائے کرد　　دُود برآمد ز نفس ہائے سرد

یہ بات تو ظاہر ہے کہ موسمِ سرما میں سانس کے ساتھ بھاپ نکلتی ہے جو دھوئیں سے مشابہ ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ دھواں اس سبب سے نکلتا ہے کہ آج کل دلوں میں آگ نے جگہ کر لی ہے۔

گرمی کی شدّت کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

جانبِ سایہ شدہ مردم رواں　　　سایہ بدنبالۂ مردم دواں

آدمی سایہ کی طرف کو جاتے ہیں اور سایہ آدمیوں کے پیچھے دوڑتا ہی۔

یہ تو ثابت ہی کہ آدمی کا سایہ اُس کے ساتھ ساتھ دوڑا کرتا ہی مگر شاعر کا خیال ہی کہ سایہ کا دوڑنا اِس وجہ سے ہی کہ وہ بھی آدمیوں کی طرح دھوپ سے بچنا چاہتا ہی۔

ابر و باراں کے بیان میں فرماتے ہیں:-

پردہ نشیں گشت فلک سو بسوی　　　باہمہ زالی شد پوشیدہ روی

یہ امر ثابت ہی کہ ابر میں آسمان چھپ جاتا ہی۔ مگر شاعر کا خیال ہی کہ آسمان نے شرم کے سبب سے منھ چھپالیا ہی۔ مگر تعجب یہ ہی کہ باوجود پیر زال ہونے کے اتنا پردہ کرتا ہی۔

گُل ز کرم زر دہد آں را کہ جُست　　　در پئے خود جامہ نسازد درست

گُل کے زیرہ کو زرِ گُل کہتے ہیں۔ شاعر خیال کرتا ہی کہ یہ زر بخشی گل کی طرف سے از راہِ کرم ہی۔ مگر خود پھٹے کپڑے پہنتا ہی۔ اور پھٹے کپڑے پہننا کنایہ ہی اُس کے کھلنے سے۔

از رُخِ شہ رنگ چو دریوزہ کرد　　　پشت بنہ قبۂ فیروزہ کرد

مدحِ چترِ شاہ میں کہتے ہیں کہ اُس نے رنگ بادشاہ کے رُخ سے بھیک مانگ کر لیا ہے

لہٰذا اُس کو ایسا استغنا حاصل ہو گیا ہے کہ آسمانوں کی طرف پشت کر رکھی ہے۔

یہ امر ثابت ہے کہ چتر کی پشت آسمان کی طرف ہوتی ہے اور پشت کسی کی طرف ہونا بے پروائی کی علامت ہے۔ مگر شاعر خیال کرتا ہے کہ یہ بے پروائی اس وجہ سے ہے کہ اُس نے بادشاہ سے فیض حاصل کر لیا ہے۔

پیشِ در از شرم سپہرِ کبود   نیمۂ کاسہ بزمیں شد فرود

دیگر

پشتِ بنفشہ ہمہ سمن زارہا   کوز شد از چیدنِ دینارہا

ادماج

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوتے ہوں اور دوسرے کی کچھ تصریح نہ کی ہو۔

لالہ چو از کوہ برفت آں شکوہ   کبک بُبُرّید دل از تیغِ کوہ

موسمِ خزاں میں لالہ کی بہار پہاڑ پر ختم ہو چکی ہے اس لیے کبک نے بھی پہاڑ کی چوٹی سے دل اُچاٹ کر لیا ہے۔

دوسرے مصرعہ کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ لالہ کے فراق میں کبک نے تیغ کوہ سے خودکشی کر لی ہے۔

نشستنِ او باہمہ دانندگاں   رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

دوات کی تعریف کرتے ہیں کہ وہ داناؤں کے پاس بیٹھتی ہے اور لکھے پڑھے لوگوں

کے پاس جاتی ہی۔ یا یہ کہ جو اُس کو جانتے ہیں اُن کے پاس بیٹھتی ہی اور جو بُلاتی ہیں اُن کی طرف چلی جاتی ہی۔ علیٰ ہذا

شاخ بہر بار سگے کرد راہ   جائے گہہ باز شدہ بارگاہ

رُجوع

صنعتِ رجوع یہ ہی کہ کلام اول کو باطل کرکے دوسرے کلام کی طرف کسی فائدہ کی غرض سے مصروف ہوں۔

سلطان کیقباد کی مدح میں فرماتے ہیں۔

افسرِ خورشید بشاہی توئی   نے غلطم ظلِ الٰہی توئی

یہاں رجوع کا مقصد مدح میں ترقی ہی۔

ایہام

صنعت ایہام کا طریق یہ ہی کہ کلام میں ایسا لفظ ذکر کریں جس کے دو معنے ہوں ایک قریب اور ایک بعید۔

معنی قریب وہ ہی جو اُس مقام کے مناسب ہو اور معنی بعید وہ ہی جو اُس مقام سے مناسبت نہ رکھتا ہو مگر کہنے والے کا مقصود معنی بعید ہو۔ مثلاً

ع۔ آئینہ وُ شانہ برابر شدہ

یہاں لفظ شانہ کے معنی ہیں (۱) کنگھا اور یہی معنی قریب ہیں اور آئینہ کی مناسبت سے اول اسی معنی کا وہم ہوتا ہی (۲) دوسرے معنی استخوانِ بازو ہیں جو

اس موقع پر تامّل سے سمجھ میں آتے ہیں۔ اس لیے یہ معنی بعید ہیں۔ مگر مرادِ قائل یہی معنی بعید ہیں۔ تو اس کو ایہام کہینگے۔ ایہام کے معنے ہیں "وہم میں ڈالنا"

ایہام کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے کہ "کلام میں ایسا لفظ لائیں جس کے دو معنے ہوں اور اُس محل پر دونوں معنوں کا اطلاق صحیح ہو"

یہ دوسری صورت ایہام کی پہلی صورت سے زیادہ پُر لطف اور پسندیدہ ہے

اب ہم اس مثنوی کے چند اشعار متضمن ایہام یہاں نقل کرتے ہیں:-

روم بگیرد بگہِ کار زار تیغِ وے۔ از زنگ نگیرد ز عار

لفظ زنگ کے دو معنے ہیں۔ نامِ ملک اور لوہے کا میل۔ اس موقع پر دونو معنے درست ہیں یعنی ممدوح کی تلوار جنگ کے وقت ملکِ رُوم کو تو فتح کرتی ہے اور عار کے سبب سے ملکِ زنگ کو کہ ایک حقیر ملک ہے نہیں لیتی۔

دوسرے معنے بھی صحیح ہیں یعنی عار کے سبب سے وہ تلوار زنگ کو قبول نہیں کرتی۔ بلکہ ہمیشہ صاف شفّاف رہتی ہے۔

در کششِ تیر چو شد سخت کوش زہ۔ ز کمانِ خودش آید بگوش

لفظ زہ کے دو معنے ہیں (۱) چلّۂ کمان (۲) کلمۂ تحسین و آفریں یہاں دونوں معنے درست ہیں۔ یعنی

(۱) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو کمان کی زہ کان کے پاس آگئی۔

دوسرے یہ کہ:-

(۲) جب اُس نے تیر کو زور سے کھینچا تو اُس کو اپنی کمان سے واہ! واہ! کی آواز سنائی دی۔

ناوک و پیکانش بیغمائے جنگ　　　　ایں زخطا دور شد و آں ز زنگ

یغما ایک شہر ہے ترکستان میں۔ اور خطا و زنگ مُلک ہیں۔ یہ معنے قریب ہیں۔ مگر مراد قائل دوسرے معنے ہیں۔ یعنی

یغما لوٹ۔ خطا قصور۔ زنگ لوہے کا میل۔

ایہام کے علاوہ اس شعر میں صنعتِ لف و نشر بھی ہے۔ یعنی ناوک بے خطا ہے اور پیکان بے زنگ۔

گرد رہش کان بہ بصر شد دلیل　　　　سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل

مصرعۂ دوم میں سُرمہ اور چشم کی مناسبت سے لفظ میل کے معنے قریب (سلائی) ہیں۔ مگر یہاں مراد دوسرے معنے ہیں یعنی مقدار مسافت)

صورتِ آں تخت گہِ بے بہا　　　　عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

لفظ عین کے کئی معنے ہیں (۱) آنکھ (جو ابرو کے مناسب ہے) (۲) اصل و ذات (۳) چشمہ۔ یہاں دوسرے معنے مُراد ہیں۔

بادشاہ کی کشتی جو تخت گاہِ بے بہا تھی بعینہٖ ایسی معلوم ہوتی تھی جیسے آنکھوں پر ابرو۔ یا چشمہا جمع چشمہ۔ یعنی کشتی چشموں کے اوپر مثل ابرو معلوم ہوتی تھی۔

یہ دوسرا ایہام ہے:-

پیل طلب کرد شہ پیل زور ‌ ‌ ‌ کاورد آں بے نمکاں را بہ شور

لفظ شور کے معنے ہیں (۱) کھاری جو نمک سے مناسبت رکھتا ہے (۲) غل

یہاں دوسرے معنے مراد ہیں۔ بے نمکاں بدصورت آدمی۔

مطلب یہ ہے کہ بادشاہ نے ہاتھی منگایا تاکہ اُن بدصورت لوگوں پر حملہ آور

ہو اور وہ ڈر کر شور و غل مچائیں۔

ہمچو کماں پر خم و تیر از میاں ‌ ‌ ‌ تیر ستادہ ست و کمانش رواں

یہاں تیر کے معنے ہیں کشتی کا مستول۔ اور تیر آلۂ معروف بھی ہے جو کمان

سے مناسبت رکھتا ہے۔ یعنی کشتی مثل کمان تھی۔ اور مستول بیچ میں گویا تیر کھڑا تھا

اور کمان چل رہی تھی۔

مسلمانان بگہدارید بیچارہ دل خود را ‌ ‌ ‌ کہ تیر انداز من مست و کیش کافری دارد

لفظ کیش کے دو معنے ہیں (۱) تیر دان۔ ترکش (۲) مذہب۔ یہاں معنے

دوم مراد ہیں جو بعید ہیں۔

طفل شگوفہ برہ افتاد و مرد ‌ ‌ ‌ شاخ بدید و بعنادل سپرد

لفظ عنادل کے دو معنے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو جمع عندلیب دوم عنا

بمعنے رنج اور دل بمعنے معروف۔ اور یہاں دونوں معنے صحیح ہیں۔ یعنی شاخ

نے جب شگوفہ کو مردہ دیکھا تو عندلیبوں کے سپرد کر دیا۔

دوسرے معنی یہ کہ شاخ کا دل مبتلائے رنج و عنا ہو گیا۔ اس شعر میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔

از رخِ خود پیشِ تو خاقانِ چین
صورتِ چین کردہ بروے زمیں

دیگر

سایۂ او بر سرِ ہند او فتاد
ہند شد از وے ہمہ اعظم سواد

اِس میں شک نہیں کہ اس صنعت کا التزام مذاقِ سلیم کو ناگوار ہوتا ہے حضرت خسروؒ کو جو اس صنعت کی طرف زیادہ میلان ہے شاید اس کا سبب ہندی شاعری کی تقلید ہو۔

استخدام

یہ صنعت اس طور پر ہے کہ ایک لفظ کے دو معنوں میں سے ایک معنی مراد ہوں اور ضمیر لاکر جو اسی لفظ کی طرف راجع ہو دوسرے معنی کا ارادہ کریں۔

سوئے سوادِ اَوَدھ آمد چو باد
کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

لفظ سواد کے دو معنے ہیں گرد و نواحِ شہر اور سیاہی و تحریر۔

پہلے مصرعہ میں پہلے معنی مُراد ہیں۔ اور دوسرے مصرعہ میں اُسی لفظ سواد کی طرف اشارہ کرکے سیاہی کے معنے لیے ہیں۔ اور اس پر لفظ حک دلالت کرتا ہے۔

لفّ و نشر

وہ صنعت ہے کہ اوّل چند چیزوں کو مفصلاً یا مجملاً ذکر کریں۔ پھر اُس کے منسوبات یا متعلّقات کو بلاتعیین بیان کریں اس اعتماد پر کہ سامع ہر منسوب کا تعلق منسوب الیہ کے ساتھ سمجھتا ہے۔

حصّۂ اوّل کو لف اور دوم کو نشر کہتے ہیں:۔

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر   تا بکمر۔ تا بہ گلو۔ تا بسر

اس شعر میں نشر کی ترتیب لف کی ترتیب سے معکوس ہے۔ یعنی آبِ دُر پٹکہ کی وجہ سے کمر تک اور قبا کی وجہ سے گلے تک اور تاج کی وجہ سے سر تک تھا۔

جمع، تفریق، تقسیم

چند چیزوں کو ایک حکم میں شامل کرنا صنعت جمع کہلاتا ہے۔

دو چیزوں میں فرق ظاہر کرنا۔ اس کا نام تفریق ہے۔

جب چند چیزیں یا ایک ہی چیز جس کے چند اجزا ہوں ذکر کریں۔ پھر ہر ایک چیز کی طرف کوئی بات منسوب کریں بطور تعیین تو اس صنعت کو تقسیم کہتے ہیں۔

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست   تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

اوّل تیغ ہونے میں تیغ اور زبان دونوں کو جمع کیا ہے پھر دونوں کا فرق ظاہر کیا ہے کہ ایک اچھی ہے اور ایک بُری۔ بعد ازاں ہر ایک کی طرف ایک وصف منسوب کیا ہے بطور تعیین۔ یعنی تیغ مثلِ آب ہے اور زبان مثلِ آتش۔

نافہ و خلقت کہ زد از مشک دم | ہر دو ہم زادہ شد از یک شکم
لیک جز این فرق نہ باید گزید | کز طرف مشک شد آہو پدید

یہاں نافہ اور خلقِ ممدوح کو مثالِ مشک ہونے میں جمع کیا ہی۔ پھر دونوں میں فرق بیان کیا ہی کہ نافے کے مشک کو آہو سے نسبت ہی اور آہو معنی عیب ہی۔

بگفت خسرو بکشائے زلف تا شنید | حریف و مطرب و چنگ و رباب در سایہ

یہاں حریف و مطرب و چنگ و رباب کو ایک حکم میں جمع کر دیا ہی۔

تجرید

کسی ذی صفت چیز سے کوئی چیز اُسی صفت کی حاصل کرنا۔ یا اپنے آپ کو شخصِ غیر سمجھکر باتیں کرنا۔

خسروِ من! بگذر ازیں گفتگوے | نیکی خویش و بدِ مردم مگوے
چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست | از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست؟
چشم بخود باز مکن چوں خساں | بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

مُبالغہ

مُبالغہ یہ ہی کہ کسی وصف کو اُس حد تک پہنچاویں کہ اُس حد تک اُس کا پہنچنا بعید ہو یا محال۔

اُس کی تین قسمیں ہیں:۔

۱۔ تبلیغ یعنی وہ بات جو عقل و عادت کے موافق ممکن ہو۔

۲ - اغراق یعنی باعتبار عقل ممکن ہو اور باعتبار عادت محال ہو۔

۳ - غُلُوّ یعنی باعتبار عقل و عادت محال ہو -

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک　　خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

یعنی خاک پُر از ماہ ہو گئی بسبب نقش نعل کے اور ماہ پُر از خاک ہو گیا کثرتِ گرد و غبار سے -

دیدنِ او را کُلہ افگند ماہ　　بلکہ فتادش گہہ دیدن کلاہ

منارہ کی بلندی میں مبالغہ کیا ہی کہ اُس کے دیکھنے کے لیئے چاندنے اپنی ٹوپی اُتارلی - پھر کہتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہی بلکہ دیکھتے وقت خود اس کی ٹوپی گر پڑی

خواست کہ پیشش ز سپہرِ برین　　ماہ فرود آید و بوسد زمیں

دیگر

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد　　ہم بفلک ماہ زمیں بوس کرد

دیگر

اوجِ معانی نہ بمقدار طبع　　بلکہ گزشتہ ز سمٰواتِ سبع

دیگر

عُمق درو کار بجائے کشید　　کز تہِ او گشت زمیں ناپدید

دیگر

رفت زمیں را چو حجاب از میاں　　گشت پدید از تہِ آب آسماں

دیگر

نیم فلک ہست بزیرِ زمیں　　چوں تہش نیست زمیں آں ببیں

دیگر

بس کہ زمیں رفت ز ہمراہش　　گاوِ زمیں شد خورشِ ماہش

اِن اشعار میں حوض کی گہرائی کی نسبت مبالغہ کیا ہی۔

بر درِ تو ہر کہ نہ بندد کمر　　غرق شود تا کمر اندر گہر

دیگر

نیزہ وراں نے بنان و مصاف　　در شبِ تار از سرِ کیں موشگاف

دیگر

آئینہ گشتہ زگِجِ صاف خشت　　دیدہ در و صورتِ خود در بہشت

مذہب الکلامی

وہ صنعت ہی کہ کلام دلیل و بُرہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل نتیجۂ مطلوبہ حاصل ہو جائے۔

شرک نہ در مملکتش دست سائے　　خود نتواں بود بشرکت خدائے

اس شعر میں صورت دلیل یہ ہی:-

جس کی سلطنت میں کوئی ساجھی شریک ہو تو وہ ناقص ہی اور ناقص خدا نہیں ہو سکتا۔

پس خدا وہ ہے جس کی سلطنت میں کوئی شریک نہیں۔

تجنیس

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوں اور معنی میں متغائر

باشُں بکامم کہ بکامِ تو ام ۔۔۔ زندہ ہُو نا زندہ بنامِ تو ام

دیگر

گُل کہ سپرہاشں فراہم شدہ ۔۔۔ پیشِ سپرِ غم سپرِ عنم شدہ

دیگر

فلکِ فلک مرتبہ خویش جُست ۔۔۔ رجعتِ خود کرد بمنزل درست

دیگر

حکمت وحکمش کہ ندارد زوال ۔۔۔ ہم ز خلل خالی وہم از خیال

پہلے مصرعہ میں تجنیس ہے اور دوسرے مصرعہ کے الفاظ میں شبہِ اشتقاق۔

بر درِ تو آمدہ ام شرمسار ۔۔۔ از شرِ من در گُزر و در گزار

دیگر

این خطِّ پر ز مہر دلبر کہ می دہد؟ ۔۔۔ دین رد سر بمہر بدرباں کہ می برد؟

دیگر

اُشترِ پوئیندہ پولاد پائے ۔۔۔ کوہ نما از تنِ کوہاں نمائے

دیگر

حضرتِ دہلی کنفِ عدل و داد   جنّتِ عدن ست کہ آباد باد

دیگر

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ   برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   آتشِ طبعم بقلم داد دود

قلب

تجنیس ہی کی قسم میں قلب داخل ہے جس کی دو صورتیں ہیں (۱) کلمہ کے حروف بترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں۔ یہ قلبِ کل کہلاتا ہے (۲) اگر حروف بے ترتیب اُلٹ دیئے گئے ہوں تو یہ قلبِ بعض کہلاتا ہے:-

تا بسرِ یرِ عرب آں جم نشست   رُعبِ عرب بر ہمہ عالم نشست

دیگر

فتنۂ چشم آمدہ زاں سو مدام   تیغِ زباں خفتہ میانِ نیام

اِن اشعار میں کلمات رُعب، عرب، میان، نیام میں قلبِ بعض ہے۔

اشتقاق و شبہِ اشتقاق

یہ صنعت بھی ایک طرح کی تجنیس ہے۔ دو لفظ ایک مادّہ سے مشتق ہوں تو اُس کا نام اشتقاق ہے۔ یا دو لفظ مشابہ ہوں اور مادّہ دونوں کا جُدا ہو تو اُس کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیدہ کہ نادیدۂ دیدارِ تست   دیدہ دُنا دیدہ گرفتارِ تست

دیدہ۔ نادیدہ۔ دیدار یہ الفاظ ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

دیگر

کُن مکُن او راست زنو تا کہن   آنچہ کند کیست کہ گوید مکن ؟

کُن، مکُن، کند مشتقات ہیں "کردن" سے۔

دیگر

نامۂ گُل را بہ نما خامہ کرد   نامیہ را حرف کشِ نامہ کرد

لفظ نامہ کو نما اور نامیہ سے اشتقاق میں کچھ تعلق نہیں مگر مادہ کے لحاظ سے یہ الفاظ ملتے جُلتے ہیں۔ اِس لیے ایسی صورت کو شبہ اشتقاق کہتے ہیں۔

دیگر

کون و مکاں در خطِ امکانِ اوُ   کائن و من کاں۔ گہرِ کانِ او

اِس شعر میں پانچ لفظ ایک مادہ سے ہیں۔ اور لفظ کان کہ فارسی ہے ان سے ملتا جلتا ہے۔ یہ شِبہِ اشتقاق ہے۔

دیگر

سکۂ خود زیں فنِ اندیشہ زرائے   تا نہ نشانم۔ نہ نشینم زپائے

دیگر

حاجبِ فصل آمد و تفصیل داد   کرد مفصّل ہمہ در فصل یاد

دیگر

از دو طرف تخت مطرف شود | وز دو شرف بخت مشرف شود

یہاں علاوہ اشتقاق کے صنعتِ ترصیع بھی ہے:-

چوں اثرِ شوق زغایت گزشت | کفۂ دانش زکفایت گزشت

سیاق الاعداد

یہ ہے کہ اعداد کو بترتیب یا بلا ترتیب کلام میں ذکر کریں:-

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر | شش جہت آراستہ از پنج مہر

دیگر

چار گہر کرد جہاں را پدید | در گرہ شش جہت اندر کشید

دیگر

ساختہ نہ حجرہ بہ از ہشت باغ | ہشت بہشت از نہِ او با فراغ

مراعات النظیر

اس صنعت کا انداز یہ ہے کہ کلام میں ایسی چیزیں جمع کریں جو باہم نسبت رکھتی ہوں (سوائے نسبت تقابل و تضاد کے)

وقت چنیں میوہ پزد گرم تاب | وز مدد ابر جہاں غرقِ آب

ابر دُر افشاں پئے شرِ دریا نوال | ابر شش خود راند بدار الجلال

ان اشعار میں ابر، آب، دُر، دریا الفاظ متناسب ہیں۔ اور ابر و ابرشش میں

صنعتِ تجنیس بھی ہے۔

صفتِ قلم میں بیان فرماتے ہیں:۔

آہوئے مشکین وسرش باد شاخ — وز دُم او مُشک بصحرا فراخ

یہاں بطور استعارہ قلم کو آہو کہا ہے۔ اور آہو کی مُناسبت سے سر، شاخ، مشک صحرا کا ذکر کیا ہے۔

یہ بھی صفتِ قلم ہے:۔

در طلبِ صوف تراشیدہ سر — گرچہ ہمہ جعد کنندش زبر

اس شعر میں صوف، تراشیدہ سر، جعد الفاظ متناسب ہیں۔

راکع و ساجد شدہ در ہر مقام — در دلِ شب کردہ بیکجا قیام

ہیچ نبودہ بقیامش قعود — طرفہ کہ در عینِ قیامش سجود

راکع، ساجد، قیام، سُجود الفاظ متناسب ہیں جو فِقہ کی اصطلاحات ہیں۔

حاجبی از موج بر آبِ دگر — بر تنِ دریا صفتانش گزر

حاجبی ایک قسم کا مہین کپڑا ہوتا ہے۔ اُس کی صفت بیان کرتے ہیں کہ لہروں سے اُس کپڑے میں بڑی رونق ہے۔ اور دریا صفت یعنی اربابِ کرم اُس کو پہنتے ہیں پس:۔

موج، دریا، آب الفاظِ متناسب ہیں۔

چشم چو بر گلشنِ بختش فتاد — گشت پیادہ چو گُل از پشتِ باد

روے چو گل بود بہ پشتِ زمیں　　　گشت زمیں پر سمن و یاسمیں

گلشنِ بخت سے مراد کیقباد۔ مطلب یہ ہے کہ کیکاؤس نے جب کیقباد کو دیکھا تو گھوڑے سے اُتر پڑا اور پیادہ پا ہو گیا۔ اس کا پھول سا مُنہ پشتِ زمین پر جا رہا (از راہ تعظیم) گویا زمین سمن و یاسمین سے پُر ہو گئی۔ روے و پشت میں تضاد ہے۔

ساقیِ خورشید وشِ ماہ چہر　　　دَور ہمی کرد چو مہر بر سپہر

اِس شعر میں خورشید، ماہ، سپہر، دَور الفاظ متناسب ہیں۔

سینۂ خسرو زِ تست آئینۂ زنگ خورد　　　مصقلۂ وصل کو؟ تا بزداید مرا

آئینہ، زنگ، مصقلہ الفاظِ متناسب ہیں۔

حوض کہ دَورش زِ تسلسل نشست　　　دَورِ دے از دَورِ تسلسل بجست

فصلِ دے اور شدّت سرما کے بیان میں کہتے ہیں کہ:-

اس قدر پالا جم گیا تھا کہ حوض کے دَور کا تسلسل ختم ہو گیا۔ لیکن ماہ دے کے دَور کا تسلسل قایم رہا۔

دَور و تسلسل اصطلاح حکمت اور الفاظ متناسب ہیں۔

دور کے معنے یہ ہیں کہ ایک شے موقوف ہو دوسری پر اور دوسری موقوف ہو اُسی پہلی پر جیسے مرغی کا وُجود انڈے پر انڈے کا وجود مرغی پر موقوف ہے۔ تسلسل سے یہ مُراد ہے کہ غیر متناہی اشیا کا وجود ایک ہی وقت میں ایک دوسرے پر موقوف ہو۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ ختم نہ ہوتا ہو۔

خرّم و خنداں چو گل از بارگاہ　　سوے گلستانِ دگر جست راہ

خرم، خنداں، گل، گلستاں الفاظ متناسب ہیں۔

رَدُّ العجز علی الصَّدر

یہ صنعت اس طرح ہوتی ہے کہ پہلے مصرعہ میں جو لفظ آیا ہو دوسرے مصرعہ میں اُسی کو لوٹائیں۔

عودِ قماری کہ ہمی داد دُود　　غالیہ می ساخت گل از دُودِ عود

اس شعر میں لفظ عود اور دود کو مصرعۂ ثانی میں لوٹایا ہے۔

تا کہ بعزلت نہ نشانند خیز　　پیشتر از مرگ بعزلت گریز

دیگر

باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد　　تاجِ سلیماںؑ ز سرش بُرد باد

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند　　چترِ تو از ماہ بیک سر بلند

گرچہ تبہ بُد برگ و نوائے ثباغ　　برگ و نوا بود بمجلس فراخ

می کُنم از تیغِ خود آں دم دریغ　　چوں کُنم از خونِ خود آلودہ تیغ

ترصیع

وہ صنعت ہے کہ دونوں مصرعوں کے الفاظ وزن اور قافیہ میں متحد ہوں اور وزن میں موافق ہوں۔ ہم قافیہ نہوں تو اُس کو مماثلہ کہتے ہیں۔

بادہ نوشیں بصفا خواست کرد　　وعدہ دوشیں بوفا راست کرد

دیگر

نورِ ہدایت بچراغم رساں　　　بوئے عنایت بدماغم رساں

دیگر

از حدِ ناسوت بروں تاختہ　　　بر خطِ لاہوت وطن ساختہ

دیگر

ہر دہنے یک گل و صد آبجوے　　　ہر چمنے صد گل و صد آبروے

دیگر

بر ملکش سایہ طرف بر طرف　　　تا فلکش پایہ شرف بر شرف

دیگر

از دو طرف تخت مطرّف شود　　　وز دو شرف بخت مشرّف شود

دیگر

غمزدگاں را بطربِ دلکشاے　　　گمشدگاں را بکرم رہنماے

دیگر

حقۂ تن را بفنا در کشاے　　　جوہرِ جاں را بہ بقا رہنماے

دیگر

طفلِ گیا را ز ہوا ریخت شیر　　　مغزِ جہاں را ز صبا زد عبیر

دیگر

گم شده ام - راه نمایم تو باش　　بے بصرم - نور فزایم تو باش

دیگر

بے کرمے نام فروشی کنند　　بے گہرے مرتبہ کوشی کنند

دیگر

برق بہر سوے بتابے دگر　　دشت ز ہر جوے بآبے دگر

دیگر

تیغ برگیر تا ز سر برہم　　تیر بکشاے کز نظر برہم

دیگر

مہر چہ جوئی ز وفاے کہ نیست　　روے چہ بینی بصفاے کہ نیست

دیگر

منزلِ سعدین شود برجِ تخت　　مجمعِ بحرین شود روے بخت

دیگر

ہر طرفش رہ بشتابے دگر　　ہر قدمش سیر بر آبے دگر

ذو قافیتین

اُس شعر کو کہتے ہیں جس میں دو قافیے ہوں یہ بھی ایک صنعت ہے

تن زغنیمت بہزیمت سپرد　　بُردنِ جاں را بہ غنیمت شمرد

دیگر

بہ چرخ زبید اد عناں تافتہ   مملکت از ظلم اماں یافتہ

دیگر

چنگِ نوازں بہوا سر کشید   چنگ نوا زندہ نوا بر کشید

ہوا، نوا، سر، بر ہر مصرعہ میں دو دو قافیے ہیں۔

دیگر

خوشۂ چرخ از علفِ خانہ خیز   بہر عروسانِ سحر دانہ ریز

دیگر

جملۂ عالم بوفا جوئیش   خاطرِ خسرو بہ ثنا گوئیش

دیگر

آتش ازاں جا کہ بدل جای کرد   دود برآمد ز نفس ہای سرد

دیگر

آبِ معانی ز دلم زاد زود   ز آتشِ طبعم بقلم داد دود

تلمیح

یہ ہے کہ کلام میں کسی قصہ یا واقعہ کی طرف اشارہ ہو جو مشہور ہو یا کتابوں میں مذکور ہو۔

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ   گوہر خود ریخت بپاداشِ سنگ

اس شعر میں جنابِ رسالت مآبؐ کے دندانِ مبارک کے شہید ہونے کی طرف

اشارہ ہے۔

رفت و برا و رنگِ سکندر نشست | در صفِ پیلاں سدِ یاجوج بست

یہاں اشارہ ہے اُس واقعہ کی طرف کہ سکندر نے قوم یاجوج و ماجوج کا حملہ روکنے کو سدِّ روئیں بنائی تھی۔

تنسیق الصّفات

یہ ہے کہ ایک موصوف کے کئی اوصاف پے در پے ذکر کریں۔

بادہ ہمہ وقت بشادی و ناز | بادہ کش و خصم کش و بزم ساز

لشکرِ مشرق زا و دھتا بہ بنگ | چیرہ دل و خیرہ کش و تیز جنگ

خیرہ، چیرہ میں تجنیس خطی بھی ہے۔

چند ہزارش ز سوارانِ کار | تیغ زن و کینہ کش و نامدار

نظمِ مسجّع

وہ ہے کہ قصیدہ یا غزل کی ہر بیت میں سوائے مطلع کے تین تین قافیے ہوں اور چوتھا قافیہ قصیدہ یا غزل کی زمین کا ہو۔

چنانچہ اس مثنوی میں ایک مسجّع غزل موجود ہے۔

اے زندگانی بخشِ من! العلِ شکر گفتارِ تو | در آرزوئے مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شہد باشد بر زباں۔ یا آبِ حیواں در دہاں | گفتار میگویم کہ آں نبود مگر گفتارِ تو

زیں پس بخوباں ننگرم۔ در کوئے ایشاں نگزرم | گر ہیچ یکرہ جاں برم! از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوے تو بر ہر درے۔ افتادہ می بینم سرے | این نیست کارِ دیگرے جز کارِ تست دکارِ تو
خواہی نمک زن ریش را۔ خواہی بکش درویش را | ہر چونکہ خواہی خویش را۔ بربستہ ام دربارِ تو
چون غم بگفتار آورم۔ یا گریہ درکار آورم | یا سر دو بدیوار آورم۔ بارے ہمان دیوارِ تو

خواہی کہ بر ہر خندۂ۔ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ۔ نو بردۂ بازارِ تو

قافیہ معیوب دو ایک جگہ اس مثنوی میں شائگاں قافیے بھی آگئے ہیں اگرچہ اس قسم کے قافیے کو اہلِ سخن نے جائز رکھا ہی مگر اس کو معیوب سمجھا ہی۔

باد زنہ دست بدستِ ہمہ | وزدمِ او باد بدستِ ہمہ

ایک اور شعر میں ایسے قافیے ہیں جن کو شائگاں بھی نہیں کہہ سکتے۔

بادِ خزاں آمد ازاں جا کہ بود | خشک شدہ شاخ ہم آں جا کہ بود

ممکن ہی کہ اس شعر کی کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو۔

تنافُر دو ایک اشعار میں تنافر بھی پایا جاتا ہی۔ تنافر اُسے کہتے ہیں کہ ہر ایک لفظ بجائے خود تو فصیح ہو مگر اُن کے اجتماع سے تلفظ میں گرانی پیدا ہو جائے اور وہ زبان پر آسانی سے رواں نہو سکیں جیسا کہ حضرتِ نظامیؒ کے اس شعر کا دوسرا مصرعہ مشہور ہی:-

زسمِ ستوراں دراں پہن دشت | زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

اس مثنوی کے یہ دونوں شعر بھی اسی طرح کے ہیں۔

ہست ز یکسو تو میراثِ شاہ　　　من ز سہ شاہم تو میراث خواہ

مصرعہ ثانی میں ز۔س۔ش کے اجتماع سے کسی قدر ثقالت پیدا ہو گئی ہے:-

زشت تر از زنگ شدہ بوئے شاں　　　پست تر از پشت شدہ روئے شاں

دوسرا مصرعہ زبان پر آسانی سے جاری نہیں ہوتا۔

پاے ستوراں بزمیں درشدہ　　　گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ

دوسرے مصرعہ میں ایک گونہ ثقالت پیدا ہو گئی ہے (س۔ش کے اجتماع سے)

ضلع جگت کا اعتراض

مولانا شبلی مرحوم نے شعر العجم میں حضرت خسروؒ کی لفظی رعایتوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ "کہیں کہیں وہ ضلع جگت کی حد کو پہنچ گئی ہیں"۔ لیکن اس مثنوی میں تو صرف ایک شعر ہے جس کو ضلع جگت کہہ سکتے ہیں:-

طفلِ شگوفہ برہ افتادہ مُرد　　　شاخ بدید و بعنادل سپرد

قبولِ عام

جس طرح خواجہ نظامیؒ کی مثنویات خمسہ میں سے سکندر نامہ کو زیادہ شہرت اور قبولیت نصیب ہوئی اسی طرح خسرو کی تمام مثنویات میں قران السعدین کو قبول عام کا فخر حاصل ہوا۔

اب سے نصف صدی پہلے تک جب کہ فارسی زبان کی درس و تدریس کا عام رواج تھا سکندر نامہ اور قران السعدین یہ دونوں مثنویاں ہمارے مکاتب میں داخلِ درس تھیں۔ اسی لیے بڑے بڑے قابل لوگوں نے ان کتابوں پر حواشی لکھے اور ان کی شرحیں مرتّب کیں۔ رفتہ رفتہ وہ رواج کساد سے تبدیل ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ اب ان کتابوں کے پڑھنے پڑھانے والے نادراتِ روزگار میں شمار ہونے لگے۔

قران السعدین کے اسباب قبولیت سے اوّل وہ چند خصائص ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور ان خصائص نے اس مثنوی کو محض مثنوی نہیں رکھا بلکہ نظم کے اصنافِ ثلٰثہ کا ایک بامزہ مرکب بنا دیا ہے جس میں ہر مذاق کا سامانِ ضیافت موجود ہے۔ قصیدہ کی جگہ قصیدہ غزل کی جگہ غزل اور مثنوی کی جگہ مثنوی۔ پھر مثنوی میں محض قصہ گوئی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر موسم اور اُس کے لوازم کی تفصیل ہے۔ ہندوستان کے پھولوں اور پھلوں کا ذکر ہے دلّی اور اُس کی عمارتوں کا بیان ہے۔ یہ مضامین اہل ہند کے لیے قدرتاً موجبِ انبساطِ خاطر ہیں۔

اصل قصہ بھی ہندوستان کا ایک تاریخی واقعہ ہے اور حضرت خسروؔ نے اکثر چشم دید حالات کو نہایت وضاحت سے نظم کیا ہے۔ اس لیے تاریخی حیثیت سے بھی وہ حالات قدر و وقعت کے قابل ہیں چنانچہ بعد کے مورخین نے کیقباد کی سلطنت کے ذکر میں اس مثنوی کے اشعار سے اکثر واقعات کا استناد کیا ہے۔

اِن تمام خوبیوں کے علاوہ تشبیہ و تمثیل کی نُدرت، اسالیبِ بیان کی تازگی، نئے نئے الفاظ کی کثرت اور سب سے بالاتر خسروؔ کا حُسنِ بیان ہے جس نے اس مثنوی کو قبولِ عام کا خلعت پہنایا تھا۔

خاتمہ

(از خاکسار مقدمہ نگار)

مثنوی چند جز این مثنوی — هست نگارِ قلمِ خسروی
خرّم و خنداں چو گلِ بوستاں — تحفۂ نغز ست پئے دوستاں
هاں بنگر ایں نامہ کہ دانش نام — یافت ازاں جملہ فراتر مقام
چشمِ هنر بیں شدہ حیرانِ اُو — ریختہ نیرنگ ز الوانِ او
دیدۂ بینندہ بگہِ دیدنش — سیر نگر دیدہ ز گل چیدنش
هرچہ فزوں دید۔ فزوں شد هوس — کرد ثنا ها خردِ نکتہ رس
بیتِ قصیدہ چو مغے در کنشت — هر غزلے همچو غزالِ بہشت
موج زناں نظم چو آب رواں — از نفسِ طوطیِ عذب البیاں
دادِ نوا سنجیِ آں نغز گو — تا بدهد بلبلِ شیراز کو؟
طوطیِ هند ار بنوا آمدے — بلبل از ایراں بہ ثنا آمدے
من کہ ندانم روشِ پارسی — بے خبرِ هندیم ار وارسی
من ز کجا نیفتدِ سخن از کجا؟ — کاسۂ تهی دعملِ از کیمیا!
گر ز کجی سازِ خطا می زنم — بانگِ کرم زن کہ کجا می زنم
ور قلم افتادہ دریں باب راست — راستیش حضرتِ نوابؒ راست
خانِ فضائل حشم اسحٰق خاںؒ — آئینۂ حسرتیِ نکتہ داں
پر خذرم از سرِ سوداءِ اُو سود — دامِ دلم خاطرِ والاش بود

تا ختم ام هرزه براهِ دراز — بر اثرِ حکم، نه از روی آز

نوبتِ پیری و منم طفلِ راه — عاجزم و عاجزیم عذر خواه

خوش مثلی گفته و دُر سفته اند — "پیری و صد عیب چنین گفته اند"

نیز سپاسی بجنابِ بشیر[1] — خُلقِ وی آمیخته شکر به شیر

یاوریِ او که بسی کار کرد — از کتب خواسته انبار کرد

خامه زنِ من که حسن چشتی[2] ست — رهرو آبیم و خطش کشتی ست

هر ورقی نقشِ نو انگیختن — لعل و دُر از نوکِ قلم ریختن

گز لکِ او بر رُخِ کاغذ روان — لیک نه بینی ز ستردن نشان

عارضِ کاغذ که سمن زار بود — گشته کنون سرخ و سیاه و کبود

لاجرم آن کاغذ زار و حزین — شد همه تن پیرهنِ کاغذین

از ستمِ شان خامه که دُردی کش ست — یادِ بزرگان نه بدروی خوش ست

شعرِ تو ای خسروِ شیرین بیان! — زندهٔ جاوید، تو هم زنده مان

خضر توئی و سخن آبِ حیات — نوشِ تو باد اسخن از عینِ ذات

شعرِ تو پروردهٔ در دست و سوز — شعلهٔ او سرد نگشته هنوز

گرچه گذشته است ازش شش صد فزون — لیک نه کم شد تفِ سوزِ درون

تا دمِ گرمِ تو فغان بر کشید — آتشِ سوزنده زبان در کشید

شاد بمان خسروِ جنت نشین

باد بجانِ تو ز حق آفرین

تمت

[1] شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی و آنریری مجسٹریٹ میرٹھ ۱۲ [2] ایس ایم حسن چشتی اندرکوٹ [illegible] میرٹھ ۱۲

مثنوی

قِران السّعدین

خسروؒ

ساختہ گشت از رَدِش خامہ
از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضاں شد بسعادت تمام
یافت قران نامۂ سعدین نام
آں چہ بتاریخ ز ہجرت گزشت
بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت
(از مثنوی قران السّعدین)

فہرست مضامین

متن

قران السعدین

مثنوی ہذا کے عنوانوں کی دو قابل لحاظ خصوصیتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ بھی منظوم ہیں دوسرے یہ کہ اول سے آخر تک اِس طرح مرتب و مسلسل ہیں کہ ان کو بہ یک نظر پڑھنے سے کتاب کے مضامین کا ماقل و دل خلاصہ عمدہ طور پر مفہوم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے ان اشعار میں اس کی جانب کنایہ فرمایا ہے ؎

طرزِ سخن را روشِ نو دہم ۔۔۔ سکّۂ ایں ملک بجشتر و دہم

نو کنم اندازۂ رسمِ کہن ۔۔۔ پس روی پیش روانِ سخن

در نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام ۔۔۔ تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام

کامم ازیں نامۂ عنواں کناسے ۔۔۔ نامم بلندست کہ ماند بجاسے (صفحہ ۲۲۸-۲۲۹)

اس لئے مناسب سمجھا گیا کہ فہرست مضامین میں ان عنوانوں کو یک جا کر دیا جائے اور غزلیں جو متن کے اندر بیچ بیچ میں آتی جاتی ہیں اُن کا سلسلہ جدا قائم کر دیا گیا ہے اور بطور حوالہ کے صرف مطلع کا پہلا مصرعہ درج کیا گیا ہے۔

اسی ضمن میں چند الفاظ مثنوی کے اشعار کی تعداد کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ کیوں کہ مولنا محمد اسمٰعیل صاحب مرحوم (غالباً مقدمہ کے ختم کرتے ہی انتقال فرما جانے کی وجہ سے) متن کی جانب توجہ نہ فرما سکے تھے اور مقدمہ کے اندر اُنھوں نے صرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ حضرت

امیر خسرو نے مثنوی کے اشعار کی تعداد ۳۹۴۴ بتائی ہے ؎

ور ز جمل بازکشائی شمار
نہ صد و چار و چہل و سہ ہزار (صفحہ ۲۳ متن و ۵۹ مقدمہ)

مگر موجودہ نسخہ میں یہ تعداد صرف ۳۶۹۰ ہے، یعنی ۲۵۴ ابیات کم ہیں۔ ۷۷ عنوانات کے ۷۸ اور ۲۱ غزلوں کے ۱۹۰ اشعار (اصل ۳۹۴۴ یا موجودہ ۳۶۹۰ کے علاوہ) ہیں

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

غزلیات



نوٹ - مندرجہ بالا طریق پر مضامینِ متن کی فہرست مرتب ہو چکنے کے بعد حضرت امیرؒ کے دیوان بقیہ نقیہ کے ایک نہایت قدیم نسخہ کا حال معلوم ہوا جس کے مضامین کی فہرست بھی منظوم عنوانوں کے یک جا جمع کر دینے کے ذریعہ سے مرتب کی گئی ہے اور اغلب ہے کہ یہ ترتیب خود مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں اس مثنوی کے اندر حسن اتفاق سے ایسی قابلانہ اور پر از معلومات تمہید و تنقید کا جمع ہو جانا بھی ایک نہایت عجیب اور نادر قران السعدین ہے۔ ایک سے زیادہ امور میں توارد درحقیقت ایک ایسا لطیفہ ہے جس کی توجیہ صرف خسروؒ کے روحانی فیض کے حوالہ سے ہو سکتی ہے۔ برد اللہ مضجعہ۔

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

شکر گویم کہ بتوفیقِ خداوندِ جہاں — بر سرِ نامہ زتوحید نوشتم عنواں

نامِ ایں نامۂ والاست قِران السعدین — کز بلندیش بسعدین سپہرست قِراں

حمدِ خداوند سرایم نخست — تا شود ایں نامہ بنامش درست

واجبِ[1] اوّل بوجودِ قدم — نے بوجودے کہ بود از عدم

بیشتر از وہمِ خرد پروراں — بیشتر از فہمِ فراست گراں

نور فزائے بصرِ دوربیں[2] — دیدہ کشائے دلِ عبرت گزیں

فکرتِ صاحب خرداں خاکِ او — معترفِ عجز دراداکِ او

دل متحیر کہ چہ داند ورا — روح دریں گم کہ چہ خواند ورا

زہرہ ندارد خردِ سُست[3] خیز — تا کند اندیشہ دریں راہ تیز

---

[1] یعنی خداوند تعالیٰ واجب الوجود ست ای ذات وے مقتضی وجود اوست و اول ست ای وجود وے پیش از ہمہ چیز ست پس واجب اول صفت بعد صفت ست مر خداوند را و اول را صفت واجب داشتن از برائے احتراز ممکنے کہ واجب بالغیر ست ۱۲ [2] یعنی بصری کہ نظر بر عواقب امور و غوامض حکم و مصالح ایزدی می اندازد نور العین و شناسائی او را می افزاید ۱۲ [3] از اں رو سُست خیز گفتہ کہ جولان وے اوّل درا ثر ست و بدریافت آثار در ماندہ ۱۲

آدمی این جا بسخن راہ جوست | لیک سخن کے رسد آنجا کہ اوست
ہر کس ازو آمدہ در گفت و گوے | معرفتش از ہمہ پوشیدہ روے
رخشِ علل در رہش افگندہ سم[1] | علت و معلول درو ہر دو گم
کس نبرد راہ بہ تحقیقِ او | در برد الا کہ بتوفیقِ او
من کہ ہمہ ہستیِ من نیستی ست | ہستیِ بے نیست ندانم کہ چیست
ہستیِ ما نزدِ خرد اندکے ست | واں ہمہ با نیستیِ ما یکے ست
نیست شناسندۂ ہستی مگر | آنکہ ورا نیست زہستی گذر
نیستی از ہستیِ او شست دست | ہست و بود و نیست شود ہر چہ ہست (موجود ۱۲، آیندہ ۱۲)
ثابتِ[2] مطلق بصفاتِ احد | زندۂ باقی ببقائے ابد
بود در اول کس ازو پیش نہ | ماند در آخر کس ازو بیش نہ
حادثہ را با ازلش کار نے | نقشِ فنا با ابدش یار نے
حکمت و حکمش کہ ندارد زوال | ہم ز خلل خالی و ہم از خیال
کرد خرد وحدتِ او را سجود | ثانیِ او ممتنع اندر وجود

---

[1] سم افگندن کنایت از عجز و درماندن ست حاصل معنی این کہ چوں دلیل در راہ معرفت حق بجائے نرسید بے مدلولے کہ بوسے ثابت شود و معلولے کہ ازوے حاصل آید نیز گم و لاشے خواہد بود پس ہم علت گم گشت و ہم معلول ۱۲

[2] ثابت اے موجود دایم مطلق اے منزہ از جمیع قیود۔ مراد باحدیت صفات آنکہ ہر یک از صفات حق فی نفسہا واحد ست تکثر و تعدد بکثرۃ متعلقات ست مثلاً علم یکے ست و کثرت او باعتبار کثرت معلومات ست و قدرۃ یکے تعدد او باعتبار تعدد مقدور ست ایں چنیں سایر صفات ۱۲

غیرتِ[1] غیر از قدرش دور سیر — پاک ز امکانِ تغیّر[2] چو غیر

شرک نه بر مملکتش دست سای — خود نتوان بود بشرکت خدای

فطرتِ هستی نه باسباب ساخت — بی سبب غیر عَلَم بر فراخت

نقشِ صور کرد - بآلت نه کرد — بر فلک و طبع حوالت نکرد

چون و چرا نقش طرازِ تن است — آئینهٔ صورت از و روشن است

آن که نگنجد بخیال و صُوَر — چون و چرا کی کند آن جا گذر

پاک ز آلودگیِ آب و خاک — پاک‌تر از هر چه بگویند پاک

نی کس از و زاده و نی او ز کس — زادن و نازادنِ ما زوست بس

دیدنِ خود گفت بما در نهفت[2] — شاد هماں کس که بدید و نگفت

دیدنِ او هست ز مردم دروغ — تا هم از و دیده بیابد فروغ

چشمِ جهت بینش[3] چه بیند بنور — تا نکند خود جهت از دیده دور

بستهٔ مکان را بجهات و صفات — هم ز مکان فارغ و هم از جهات

بی همه جا و بهمه جا درون — در همه جا و ز همه جا برون

راستیِ او بدرستی که خواست — راست درست آنچه کند جمله راست

---

[1] یعنی مرتبه حق جل شانه عالی‌تر است از انکه غیر او بر وغیرت برد و دعوی مساوات او کند چه غیرت در اقران و در صفة ممکن الحصول باشد منزه است از امکان تغیر ۱۲ [2] این بیت ترجمه آیه لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار است یعنی بینائی ها او را نمے یابند و او بینائی ها را مے یابد یعنی ما را حکم داد که من بر ملا بنظر نخواهم آمد بل پوشیده از چشم ظاهر ۱۲ [3] ضمیر شین راجع بمردم است و درین مصراع تلمیح است بحدیث که چون آنحضرت صلی الله علیه وسلم از معراج باز آمد صحابه پرسیدند که یا رسول الله تو خدا را دیدی بجواب گفت خدائے تعالیٰ نور است چه طور دیده شود ۱۲

راست روی برده ز بے حاصلاں — داده درستی بشکسته دلاں

غمزدگاں را بطرب دل کشائے — گم شدگاں را بکرم رہنمائے

مونسِ ہر دل کہ فراغیش نیست — محرمِ ہر شب کہ چراغیش نیست

ہر چہ نہ او۔ در خطِ امکانِ[1] اوست — ہر چہ جز او بندۂ فرمانِ اوست

روزیِ ہر کس برساند بسے — منتِ روزی نہ نہد بر کسے

داد لب[2] روزیِ تن را کلید — جستہ و نا جستہ بخواہد رسید

کن مکن او راست ز تو تا کہن — ہر چہ کند کیست کہ گوید مکن

عالم بر حق نہ بہ تعلیمِ کس — ہر ہمہ زو یافتہ تعلیم و بس

ہر چہ کند در کل و در جز اثر — کلی و جزئیش بو دزاں خبر

مور چہ جائے کہ نہد پائے راست — او بشبِ تار بداند کجاست

آنچہ بہ ہستی رقمش حرف جوست — خامہ گزارِ قلمِ صنع اوست

صانعِ بے عیب ز علت بری — نور فزائے قمر و مشتری

غالیہ سائے شبِ مشکیں پرند — پردہ بر انداز سپہرِ بلند

نور دہِ انجمِ خورشید تاب — سبز کنِ خاک بتاثیرِ آب

---

[1] ما سوائے حق داخل امکان اوست لے از جملہ ممکنات مخلوقہ اوست یا آنکہ از قدرت اوست یعنی ایجاد و عدم آں نزد او برابر ست امکاں بمعنی قدرت بسیار آمدہ ۱۲

[2] یعنی لب را کلید تن گردانید کہ از وے در روزی او کشادہ شود بدانکہ روزی کہ مفہوم رزق ست مخصوص بخوردن و آشامیدن نیست بلکہ ہر چہ شخص کہ در معیشت و تمدن محتاج آنست روزی اوست و میتواں از کلید سخن مراد داشت زیرا کہ سخن سبب تحصیل اسباب معاش ست ۱۲

حقۂ تن را بفنا درکشاے | جوہر جان را ببقا رہنماے

زآب عنایت[1] گہر انگیخته | در صدف کن فیکون ریخته

قطرۂ احسانش بفیض عمیم | حمل صدف بسته ز در یتیم

حجله کش جلوۂ بکران باغ | خاص کن عطر بہ قصر دماغ

نقش طرازے که بصنع بدیع | راند قلم بر صفحات ربیع

نامۂ[2] گل را بہ نما خامه کرد | نامیه را حرف کش نامه کرد

سنبل تر بر رخ گلشن کشید | سنبله را دانه بخرمن کشید

طفل گیا را ز ہوا ریخت شیر | مغز جہان را ز صبا زد عبیر

ناف[3] شگوفه ز بخور نسیم | کرد بعنبر نفسی مستقیم

جلد سمن را که ورق کرد باز | مہر خودش داد بعنوان راز

چشم سحاب از نم دریا کشاد | چشمۂ آب از دل خارا کشاد

چار گہر کرد جہان را پدید | در کرۂ شش جہت اندر کشید

دور زمین را بزمان باز بست | دام وجود از وے بامان باز رست

---

[1] تواند که از گہر جوہر اول که روح محمدی ست مراد باشد و ریختن در صدف کن فیکون عبارت از ایجاد است و تواند که از گوہر انسان مراد باشد و از صدف کن فیکون فلک یا عالم ۱۲ [2] اضافت نامۂ گل بیانیہ ہست و نما و نمو یکے ست بمعنی بالیدگی نامیه قوتے که صفت نمو دارد تقریر معنی آنکه الله تعالی از برائے نوشتن نامه گل نے بجہت آفریدن گل نما را بجائے قلم و نامیه را بمنزله کاتب نامۂ گل ساخت ۱۲ [3] بخور خوشبوئے معنبر نفسے مرکبست و بانفسے یحتمل که فارسی باشد بمعنی نیکتر یعنی یک عنبر آلود و نفس مستقیم ای درست و دیر پا و یحتمل که یائے عربی بمعنی مصدر باشد لے عنبر آلود نفس بودن و فاعل او الله تعالی ست و مفعول او ناف شگوفه یعنی ناف شگوفه معنبر نفس ساخت یا آنکه معنبر نفسے بودن وجه استقامت داد و در بعض نسخه بعنبر نفسے ست لے ناف شگوفه بعنبر نفسے لے عنبر نفس بودن ثابت نکرد ۱۲

سلسلهٔ آب زن بر زره | طوقِ زمیں کرد گره بر گره

باد محیطِ کرهٔ آب ساخت | نار به پیرامنِ آن بر فراخت

کُحلِ شب از دیدهٔ انجم نمود | نورِ دل از سینهٔ مردم نمود

طالعِ مردم ز شمارِ نخست | کرد بتقویم عنایت درست

زآب چناں کرد مصوّر خیال | کاں بتصور ننماید جمال

نقش چناں بست بهر تن که هست | کش بدلِ خود نتواں نقش بست

قصرِ جسد را به همیں داوری | زآب و گلے کرد عمارت گری

دفترِ دل را خطِ شاهی نوشت | جائزهٔ سرِّ الٰهی نوشت

جاں که بهر جسم روانیش داد | پرتوے از نورِ خدائیش داد

گوش بآوازِ سخن تازه کرد | وز سخن آفاق پُرآوازه کرد

ما که نبودیم ـ بوجود آمدیم | از عدم از وے بوجود آمدیم

کیں در اگر او نکشادے بما | دولتِ ایں خانه که دادے بما

نورِ بصر داد که بینا شدیم | چشم کشا شد که شناسا شدیم

معرفتش گر نشدے رہنمائے | نے ز خود آگه بُدے نے از خدائے

گر همه زاندیشه جگر خوں کنم | شکرِ چنیں مرحمتے چوں کنم

طاعتِ ما نے کرمش بے قیاس | وائے برآں کس که نگوید سپاس

اے صفتت بنده نوازندگی | از تو خدائی و ز ما بندگی

گرچه نیاید ز منِ خاکسار	زانچه شوم بر درِ تو رستگار
هم بتوام هست امیدِ تمام	کز درِ تو رد نشوم والسّلام

در تضرّع به درِ حق که گنهگاراں را
داد بارانِ گنه شوئے ز عینِ غفراں

اے بجلالت قدم آراسته	شُبهه[1] ز شِبهت ز میاں خاسته
ذاتِ تو پیداست ولے نے چو من	من ز تو پیدا و تو از خویشتن
نیست شناسائے کمالِ تو کس	هستیِ خود هم تو شناسی و بس
دانشِ هر کس که بسویت گذشت	یک دو قدم رفت و عناں تاب گشت
فکر دریں پرده به راز ایستاد	بانگ زدش حیرت باز ایستاد
عقل دریں خطّه امانے نیافت	خطِّ اماں جست و نشانے نیافت
دل بتو داده است نشانی مرا	در تو رسم گر برسانی مرا
سوئے خودم کش که الٰهی شوم	خازنِ گنجینهٔ شاهی شوم
آں عمل آور ز من اندر وجود	کاں بتوام راه تواند نمود
وانچه دلم را ز تو دوری ده است	دور ترک دار که دوری بد است
نورِ بصر ده بشناسائیم	تا نبود جز به تو بینائیم

[1] شُبهه اوّل بمعنی شک و شِبه بالکسر بمعنی نظیر یعنی ایں شبه از میاں برخاست که کسے نظیر تو باشد شرح آیهٔ لیس کمثله شیء ۱۲

قوتِ دل بخش ز دینِ خودم
سینہ قوی کن بیقینِ خودم

تا چو زعونِ تو قوی دل شوم
بو کہ توانم کہ بمنزل شوم

درد ندارد دلِ بے حاصلم
چاشنیِ درد نہ اندر دلم

حسنِ عمل نیست کہ پیش آورم
عذر برسوائیِ خویش آورم

بر منِ رسوا شدہ عیب کوش
عیبِ تو پوشی کہ توئی عیب پوش

گر ہمہ نیک ست عمل یا بدم
دیدہ برافروز بعیبِ خودم

چوں کژیِ دل کنم خود پرست
آئینہ راستیم دہ بدست

در بسوئے راستی آید سرم
راست چناں دار کزاں نگذرم

ہر رہِ خیرے کہ بگیرم بپیش
راہبرم بخش بہ توفیقِ خویش

وانچہ ببد رہ برد انجامِ کار
از من و از خاطرِ من دور دار

معرفتم دہ کہ شناسا شوم
بخردیم بخش کہ دانا شوم

نورِ ہدایت بچراغم رساں
بوئے عنایت بدماغم رساں

اے ز کرم بر دلِ ما در کشاے
گم شدگاں راسوئے خود رہنماے

بر درِ تو بستہ ام امیدِ بار
بار کشا بر منِ امیدوار

باز کن از روضۂ رحمت درے
بو کہ بیابم ز سعادت برے

از درِ خویشم بدرِ کس مراں
خود چہ کشاید ز درِ دیگراں

من کہ بحکمِ تو دریں کارگاہ
از عدم ایں سو زدہ ام بارگاہ

جز تو شناسندهٔ ایں راز کیست   کامدنِ و رفتنِ ما بہرِ چیست

بہ کہ چو آوردی و بازم بری   ہم بسوئے خویش فرازم بری

جز برہِ خویش مدارم مدار   ور بتو امید ندارم مدار

پردہ بر انداز کہ چوں لاشوم   پردہ کشائے درِ الّا شوم

گم شدہ ام راہ نمایم تو باش   بے بصرم نور فزایم تو باش

دامنِ تر آب ندارم بجوئے   دامنم از عینِ عنایت بشوئے

ساختۂ سوختنم چوں خساں   آب ز سر چشمۂ غیبم رساں

گرچہ تنِ من ز پئے سوز راست   رحمتِ تو از پئے ایں روز راست

اے گنہ آمرز شفاعت پذیر   پر گنہاں را بکرم دستگیر

من کہ نہ نیکی ہمہ بد کردہ ام   نیک و بدِ خود بتو آوردہ ام

نیک بدم نیک نشد ہیچ بد   از منِ بد ساز نکش نیکِ خود

در بد و نیکم بتو امید وار   نیکی بپذیر و بدی درگذار

خود منم از فعلِ بد و کردِ زشت   کندۂ دوزخ نہ نہالِ بہشت

کُندہ چو در سوختن آرد وبال   پیشتر از سوختنش کن نہال

ہست چو انعامِ تو اے کارساز   ق از من و از طاعتِ من بے نیاز

مرحمتے کن کہ گنہ کردہ ام   نامۂ اعمال سیہ کردہ ام

عدلِ تو گر حکم بطاعت کند   ہمچو منے را کہ شفاعت کند

تا نشود عونِ تو ام دستیار | کے شوم از طاعتِ خود رستگار
خاصه که چون بنگرم احوالِ خویش | عذر نه و جرم ز اندازه بیش
اے بعنایت علم افراختہ | کارِ دو عالم کرمت ساختہ
در تتقِ سرِّ تو ام راه نیست | جز تو کس از سرِّ تو آگاه نیست
سرِّ مرا چون همه دانندهٔ | باز رهانم که رهانندهٔ
گر ز تو بر خلد براتِ من ست | نامهٔ من خطِّ نجاتِ من ست
ور تو کنی سوئے جهنم رهم | در که پناهم که ز تو وا رهم
عذر ندارم چه کنم بر گناه | عفوِ تو گو تا شودم عذرخواه
بر درِ تو آمده ام شرمسار | از شرِ من درگزر و درگزار
روے سیاهم بتو دارد امید | هم تو کنی روئے سیاهم سپید
کار بدستم چو ندادی نخست | کارِ من آخر همه بر دستِ تست
دستِ من آن دم که بماند ز کار | دست ز کارِ منِ مسکین مدار
از عملِ خود چو نشینم خجل | ذیلِ کرم پوش برین تنگدل
در شبِ تاریک چو بینی رهم | مشعلهٔ ده ز انارِ اللّٰهم
اے ز نورِ خود مرا ۱۲
چون شبِ من تیره شود روز بخش | شامِ مرا شمعِ شب افروز بخش
صبحِ قیامت که بود گرم تاب | ظلِّ خودم بخش در آن آفتاب
پیشِ تو آرم چو حسابِ جفا | حسبِ کفم بخش ز حسبی کفا

اے کرمت غسل گنہ را سحاب ق مرحمتے کن کہ بیوم الحساب
گر بمثل نیک و اگر بد شوم در کنفِ ظلِّ محمدؐ شوم

نعتِ سلطانِ رُسل آنکہ مسیحا بدرش

پردہ دارے ست نشستہ زپسِ شادرواں

پیشہ ورِ کوکبہ انبیا کوکبش از منزلتِ کبریا
کون و مکاں در خطِ امکانِ او کاین و من کاں گہرِ کانِ او
کرد لوا نصب درِ ایوانِ ہو تحتِ لوا آدم و من دونہ
از حدِ ناسوت برون تاختہ بر خطِ لاہوت وطن ساختہ
لعلِ وے از خاتمت آگہ شدہ خاتمِ انگشتِ یداللہ شدہ
خاتمش از ہفت فلک حلقہ ساز یافتہ از مہرِ نبوت طراز
گرچہ سلیماں شود انگشتریں خنصرِ او را نرسد در نگیں
گرد شدہ حلقۂ پیغمبراں خاتمش مہر نہادہ براں
ختمِ نبوت شدہ برہانِ او مصحفِ ختم آمدہ در شانِ او
سکہ چو از مہرِ نبوت کشاد محمدتش نام محمدؐ نہاد
طرفہ کہ ہر حرف کزاں کم کنند فائدۂ خاص فراہم کنند
گر دہنِ میم شود زو نہاں حمدِ خداوند کند بے دہاں

ور زمیانِ حلقهٔ حا گشت دور | مدِّ ظلالی دہد آں شاخِ نور
ور کمرِ میم دگر بر کشاد | دال برحمت شد و آں در کشاد
نادرہ نامے کہ بہر حرفِ خویش | نادرہا بخشد از اندازہ بیش
نامِ محمدؐ بدو تد ویرِ میم | در حدِ خود یافت دو چشمِ سلیم
یعنی اگر کس ز محمدؐ پرد | چشمِ وے آں بہ کہ ز حد نگذرد
بلک محمدؐ بدو میمِ درست | یافت دو حلقہ بحدِ خویش چست
حلقهٔ او سلسلهٔ تافتہ | ہر دو جہاں بستهٔ آں یافتہ
در شبِ تاریکِ عدم رہ نبود | ور چہ کہ رہ بود کسی آگہ نبود
نورِ نخستش چو علم بر کشید | شامِ عدم را سحر آمد پدید
ہستی ازاں نور چراغے بدست | راہ نما گشت بہر کس کہ ہست
یافت نخست آدم ازاں نور تاب | عطسہ زد از دیدنِ آں آفتاب
چشمش ازاں نور چو بینا شدہ | عطسهٔ او نورِ مسیحا شدہ
با دمِ مسیحاش چو دمساز شد | مریم از و حاملهٔ راز شد
مُردہ مسیحش بدمِ بندگی | دم نزدہ پیشِ وے از زندگی
سینهٔ آدم دم از و یافتہ | زخمِ عصا مرہم از و یافتہ
بلک خود آدم برہش خاک بود | خاکِ ورا کردہ ملایک سجود
آتشِ بدخواہ چو شد تابناک | دولتِ او گشت بیک مشتِ خاک

در تتق بارگهش گاهِ بار | مایده کش عیسی و خضر آبدار
پیش چنان چشمهٔ دریا قیاس | نوح ز بی آبی خود در هراس
موسی اگر در رهِ او نیست پیک | کی ارنی گوید و انظر الیک
زان رخ گلگون که گل افشان شده | نارِ براهیم گلستان شده
خوی خوشش چون خوی گل گشت پاک | از خوی او گل بدمیده ز خاک
گل که لباسِ خوشش در بر ست | از خوی دیباچهٔ پیغمبر ست
ساخته نه حجره به از هشت باغ | هشت بهشت از تهِ او با فراغ
حجرهٔ نه و خلد نه از هشت بیش | یعنی ازان هشت به یک حجره پیش
تا بسریر عرب آن جم نشست | رعبِ عرب در همه عالم نشست
خطبهٔ لولاک بپرداخته | منبرِ نه پایه ازان ساخته
هستیِ او تا بعدم خانه بود | نقشِ وجود از همه بیگانه بود
چون ز وجودش عدم آوازه یافت | تختهٔ هستی رقم تازه یافت
سایهٔ رحمش که ز گردون گذشت | رزق رسان بر همه آفاق گشت
سایه ز بس نور نه بد پیش و پس | سایهٔ خورشید ندیده است کس
سایه نه و ظلِ سلامت ازو | سایهٔ خورشیدِ قیامت ازو
از پیِ خورشیدِ قیامت جهان | ساخته از گیسوی او سایبان
موی بموی گیسوی او مشکِ خشک | فرق نبوده سرِ موی ز مشک

بے غلط آنجا کہ چنیں مو بود — مشک نگویم کہ ز آہو بود

کعبہ ز مشکش بزمیں داد ناف — خوش دم ازو نافۂ عبد المناف

امت ازاں سلسلۂ مشکسائے — یافتہ منشورِ نجات از خدائے

از کرمش غرقۂ آبِ فنا — یافتہ در بحرِ بقا آشنا

ایمنیِ امت ازاں گونہ جست — کامنِ خود از ایمنۂ خود بشست

عونِ عباد اللہ ازاں ساں نمود — کآفتِ عبد اللہ اش آساں نمود

عذر ز عاصی بود اندر گناہ — طرفہ کہ من عاصی و او عذر خواہ

سنگ وقارش بصفِ اصطفا — مردۂ حلم آمد و کوہِ صفا

تیغ زبانش کہ چناں تیز بود — بد گہرش بیں کہ بسنگ آزمود

سنگ کہ بر گوہرِ تیغش رسید — رخنۂ دندانش ازاں شد پدید

گرچہ کہ دندانہ فتادش بتیغ — ہم سرِ بدخواہ بُرد بے دریغ

شرطِ کرم بیں کہ بہنگامِ جنگ — گوہرِ خود ریخت بپاداشِ سنگ

خنجرِ تیزش ہمہ تن شد زباں — تا کند آئینِ شریعت بیاں

ریختہ از لب ہمہ دُرِّ ثمین — رشتۂ آں دُر شدہ حبلِ متین

خصمِ رکیکش بہ عیان و نہفت — شاعرے گفت ارچہ کہ شعرے نگفت

آنکہ بدو وحی پیاپے رسد — شاعرِ کذاب بدو کے رسد

وانکہ سخن راست کند از دروغ — پیشِ چناں مرد ندارد فروغ

من که بدل راستیم نیست کار | رسته نگردم بجز آں رستگار

نے بہوا گفت اگر راز گفت | کانچه بگفتند بدو باز گفت

ماه ز سیرش اثرے یافته | تاب نیاورده و بشگافته

گرچه شب چار دهم راست مه | چار ده مه خوانش نه بل چار ده

ابرو و مژگاں قلم و نون هم | صورت او سورهٔ نون والقلم

اُمّیِ دانا که بعلم فزوں | رانده قلم بر ورق کاف و نوں

بے خط و قرطاس ز علم ازل | مشکل لوح و قلمش کرد حل

چوں قلم اندازهٔ علمش نداشت | علم بدل کرد و قلم را گذاشت

اَعلم حاذق بوجود و عدم | اَفصح صادق ز عرب تا عجم

آنکه دریں پرده مخالف نواست | گو بحجاز آے که حجت بجاست

اے[1] که نبی گفتهٔ او گفتهٔ | مُرده تواں گفت اگر خفتهٔ

هست[2] نبی گر سخن (قرآن ۱۲) آں بشر | تو بشری نیز بگوئی دگر

آنچه دل از یک نقطش گم بود | کے بحد فکرت مردم بود

دور شو از حجت غیبت بدور | کیں همه گفت آنکه بُد اندر حضور

سخت تریں کفر که اعراب راست | غیر براهیں نشد ستند راست

---

[1] دریں شعر تعقید ست یعنی اے که میگوئی قرآں گفته (کلام) نبی ست کلام خدا نیست اگر تو ازیں رمز غافلی ترا مرده تواں گفت ۱۲

[2] دریں بیت هم تعقید ست یعنی اگر قرآن کلام نبی ست که او بشر ست آخر تو هم بشر هستی مثل او بگو۔ شرح آیهٔ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ شَکٍّ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۱۲

مدتِ ہفصد شد ازو تا بما | تازہ ترست ایں خطِ والا بما
گر بگزافے بُدے ایں رہ بپائے | او شد و ایں نیز نماندے بجائے
ہرچہ نہ آثارِ خدائی دہد | کے ہمہ وقت روائی دہد
اینت شہے کو زجہاں بست بار | دولتِ او تا بہ ابد پائدار
بارِ خدایا بحقِ آں رسول | کیں سخنِ چند کن از ما قبول

وصفِ معراجِ پیمبر کہ شب روشن شد

سِرِّ اَسریٰ[1]ش ز زلفِ سیہ مشک فشاں

چوں شبِ قدرش بفلک نور داد | قدرِ ہزاراں شب ازاں نور زاد
شمعِ نخستینش کہ سر برفراخت | دودۂ آں راشبِ معراج ساخت
چشمِ ملایک زسوادے کہ داشت | کرد ہمہ گونۂ آں شب نگاشت
موئے وے از گیسوئے کحلی نشاں | باز سیہ کردہ ہمہ چشمِ شاں
نیم شباں پیکِ الٰہی ز دور | آمد و آورد براقے ز نور
پائے براقش کہ ز اختر گزشت | چشمِ کس از پائے وے آگہ نگشت
انجمِ آں شب ہمہ دیدہ سپید | طالبِ آں نور بچشمِ اُمید
ویں نتواں گفت کہ بود او بخواب | خفتہ کہ دیدست مہ و آفتاب

---

[1] اتباع رسم قرآن کردہ شدہ تلفظ اسرا بشس باشد ۱۲

داد نویدش کہ ازیں قعرِ چاہ | خیز و بدریای ابد جوے راہ
رَو کہ کشادہ درِ احساں ہست | داعیۂ دعوتِ یزداں ہست
منتظر انند ملایک بہ پیش | منتظراں را نظرے دہ بخویش
باز کشادست درِ آسماں | پاے برون نہ ز زمین و زماں
خیمہ ازیں دایرہ بیروں فگن | غلغلہ در عالمِ بیچوں فگن
در قدم افراز یزک را علم | ساقہ سوئے عرش فرست از قدم
عقب سپاہ ۱۲
باز کشا صفِّ جناح از ملک | برگزراں جنبشِ قلب از فلک
قلب رواں کن درِ سلطاں بزن | تیغ برون کش سرِ شیطاں بزن
فرصتِ آں نیست کہ شینی بجائے | خیز بدولت برکاب آرپائے
صاحبِ معراج کہ ایں مژدہ یافت | روے ازاں معجِ دولت بتافت[۱]
برق صفت جست بہ پشتِ براق | کرد بمیثاق شتاب از وثاق
خانہ ۱۲
صفِّ ملایک برکابش دواں | پیشرو کوکبۂ خسرواں
طرّقوا از غیب ندائے رہش | مشعلہ در پیش ز نور اللّٰہش
چار ملک غاشیہ بستہ بدوش | ہفت فلک حلقہ فگندہ بگوش
بر فلکِ ماہ برآمد نخست | ماہ کہ بشکست[۲] ازو شد درست
تاخت ازاں جائے بمیدانِ تیر[۳] | تیر[۳] دراں کیش شد آرام گیر

---

[۱] بتافت یعنی روشن کرد ۱۲ [۲] بشکست از معجزۂ شق القمر ۱۲ [۳] تیر اول عطارد و تیر دوم براق ۱۲

زہرہ کہ دریافت ازاں صبح تاب[1] — کرد حرارت بدفِ آفتاب

دید چو خورشید بدریائے نور — کرد زنِ چشمۂ بے آب دور

گشتہ دراں کوکبۂ بہرام پست — تیغ بیفگند و بہم دست بست

یافت غبار سے زرہش مشتری — قیمتِ آں داد نہ انگشتری

پرتوِ او تافت بروئے زحل — گشت نحوست بسعادت بدل

کرد از آنجا بثوابت عروج — سُرمۂ خورشید شد از وے بروج

پاش چو کرسیِ فلک را گزاشت — عرش رواں کرسیِ خود پیش داشت

(فی الکمال ۱۲)

پیشترک زاں چو شدندش دلیل — لرزہ درآمد بپرِ جبرئیل

دامن ازاں پایہ فرو تر کشید — پائے بدامانِ ادب درکشید

طائرِ عرشی بسوئے سدرہ راند — خطبۂ طوبیٰ لکش از دور خواند

جست بروں جوہرش از کن فکاں — یافت مکانے بحدِ لامکاں

از زبر و زیر بروں بُرد ذات — زیر و زبر ہیچ نماند از جہات

در محلے کز جہت آمد بری[2] — زاب و گلش کرد عمارت گری

پیشتر از عقلِ کُل از جائے خویش — رفت بکُل با ہمہ اجزائے خویش

---

[1] یعنی چوں زہرہ ازاں صبح تاب حاصل کرد دفِ آفتاب را حرارت دادہ سرودن آغاز نہاد دف را بوقت نواختن از آتش گرم میکنند ۱۲

[2] یعنی در محلیکہ از جہات ستہ بری بود رسول صلعم آنرا از گلِ تعمیر نمود یعنی مع جسم ظاہر تشریف بردند مراد این ست کہ معراج مع الجسد بود نہ بہ مجرد روح ۱۲

آنکه با نکار دریں دم زند[1] — بر دهنش زن که زنخ می زند

اے کہ ترا عقل دریں شبہ دید — ایں خبر او داد کہ عقل آفرید

باخبرش عقلِ تو گر خویش نیست — عقلِ تو از دانشِ او بیش نیست

عقلِ تو تحقیقِ ترا در نیافت — کے بتواند بجہاں رہ شتافت

طورِ دگر بیشتر از عقل ہست — واں نبود کے رسد آنجا دست

دست ہماں مرد بداں جا رسد — کز حدِ قوسین بہ ادنیٰ رسد

راست بقوسین در آمد چو تیر — چشم زمازاغ شدہ گوشہ گیر

آں دو کمانش کہ بیکجا کشید — بانگِ زہ از چرخ بگوشش رسید

ترکِ کماں کرد قدم پیش برد — دست بآماجگہِ خویش برد

منزلتے یافت منازل نورد — کیف و کم از راہ بروں بر دگرد

پردۂ خویشی ز میاں خاستہ — مرتبۂ بیخودی آراستہ

آئینہ صورتش از سینہ رفت — صورتِ ادراک ز آئینہ رفت

چوں ز میاں رفتہ حجابِ خیال — بے جہتش جلوہ نمود آں جمال

رفت چو حدِّ جہت از پیش و پس — از پس و از پیش خداوند و بس

نقشِ خود از راہِ فنا بر گرفت — نورِ بقا دید و ثنا در گرفت

بانگ بروں زد بادائے سپاس — شکر فزوں کرد ز راہِ قیاس

---

[1] کسانیکہ دریں باب بانکار دم زن ہستند بر دہن آنہا طپانچہ بزن کہ لغو می گویند ۱۲

دل بتضرع خرد اندوز کرد — لب بتحیت ادب آموز کرد

گاه بخود لا شد و الّاک گفت — گاه بدو نعبدُ ایاک گفت

رحمتِ حق نیز بعونِ تمام — گفت سلامیش علیه السّلام

ریخت بدامانش ز هر گفتنی — گوهرِ ناسفتنی و سفتنی

یافت کرامت بخطابے که خواست — گشت مشرف بجوابے که خواست

جامِ عنایت بصفا نوش کرد — از خودے خویش فراموش کرد

بس که برون برد وصالش ز پوست — فرق ندانست ز خود تا بدوست

راه که پر گم شد ازاں جبرئیل — وهم ملایک نشد آنجا دلیل

عزم ازاں قبله گهِ دل کشید — پیشتر از خویش بمنزل رسید

بس که وے آں راه بسرعت نوشت — پیشتر از رفتنِ خود باز گشت

رفته و باز آمده دریک زماں — رفتن و باز آمدنش تواماں

چشمِ یقینش چو برحمت فتاد — امتِ بیچاره ز رفتش زیاد

هر تحفے کز کرمِ غیب یافت — دامنِ پُر جانبِ امت شتافت

با شرفِ رحمت و تشریفِ جود — گوهرِ اقبال بجیبِ وجود

آمد ازاں مقصدِ مقصود باز — زاد ره آورد باهلِ نیاز

گفتنی آں را که سزا دید گفت — داشتنی هم بدل اندر نهفت

آب که خود خورد ازاں زمزمه — قطره چکانید بکامِ همه

قطرهٔ او چشمهٔ والا شده ‏ ‏ چشمه چه گویند که دریا شده
ای شبِ تو روشنیِ روزِ ما ‏ ‏ نورِ رخت شمعِ شب افروزِ ما
تو شده مخصوص بعونِ خدای ‏ ‏ عونِ تو ما را بخدا رهنمای
بنده سه حاجت بتو امید بست ‏ ‏ وان باجابت رسد امید هست
اوّلش این کین سخنم در پذیر ‏ ‏ ور ز خلل هست گرفته مگیر
آن دومیش گرچه نه اندر خورم ‏ ‏ سوی خودم خوان و مران از درم
سومش آن ست که انجامِ کار ‏ ‏ دست بگیر و بخدایم سپار

مدحتِ شاه که نامش بفلک رفته چنانکه نقشِ آن داغ شده خنگِ فلک را بر ران

وقت شد اکنون که بجادوگری ‏ ‏ باز کشایم درِ داوری
در قلم از سحرِ زبان بر کشیم ‏ ‏ سحرِ زبان را بقلم در کشیم
بر سمن از غالیه بندیم بند ‏ ‏ پیشِ صفِ مورچه ریزیم قند
سلکِ سخن را که در افشان کنیم ‏ ‏ پیشکشِ حضرتِ سلطان کنیم
ای سخن از رشته برون ریز دُر ‏ ‏ وز دُرِ خود کن همه آفاق پُر
زانکه چو بوسم درِ دولت پناه ‏ ‏ تحفه ازین به نبود پیشِ شاه
شاهِ سکندر روش و دارا نشان ‏ ‏ آینهٔ روی سکندر وشان

برج شرف چون فلک از هفت پشت — هفت فلک خنصر او را مشت

با شرف ماه سر افراخته — جای شرف بر سر مه ساخته

پشت به پشت از دو طرف شهریار — هر طرف از هر دو طرف تاجدار

در گهر از تاجوران سربلند — بر صفت تاج بگوهر بلند

میوهٔ دلهای بلند افسران — شاخ تناخش نسب سروران

میوه که آمد چو ز بالش ببار — میوه یکی آمد و بالش چهار

نور جد از جبههٔ او تافته — فر جد از فر جد خود یافته

شمس جهانگیر جد با فرش — اظهر من شمس جد دیگرش

ناصر حق شاه فرشته سرشت — خوی خوشش نسخهٔ باغ بهشت

جد سوم شاه غیاث امم — حاکم فرمان ز عرب تا عجم

هر سه جدش کعبهٔ ارکان جود — کرده دو عالم سه جدش را سجود

پایهٔ شاهی که ز مه برترست — کیست که این پایه بدو درخورست

شاه جوان بخت معز جهان — تاج ده و تخت ستان شهان

وارث اکلیل کیان کیقباد — کافسر جد فسر کیانیش داد

یافته از خطبهٔ نامش اثر — پایهٔ منبر بفلک برده سر

با همه زان منبر چون نردبان — خطبهٔ او برشده تا آسمان

سکهٔ نامش چو درم شد درست — بلکه بنامش درم از خاک رست

تا ز کفش یافت زمیں کیمیا
رست زر از خاک بجائے گیا

گل کہ بروید ز زمیں سُرخ و زرد
تنکۂ زرداں کہ کفش تخم کرد

سکۂ زر ریخت بروے زمیں
گرچہ کہ رو زرد شدہ زر ازیں

در کفش از سکۂ ضربِ کرم
کوفتگیہاست بروے درم

سکہ چو از مہر درم ساز کرد
بخششِ او مہرِ درم باز کرد

گر جدِ والاشِ ز بہرِ کرم
کرد یکے را دو عیارِ درم

بیں کہ عیارِ درمش تا چہ شد
کز سہ یکے بود یکے را سہ شد

ہر طرفے کاخترِ اُو رو نہاد
فتح دوید و درِ دولت کشاد

خاکِ درش بر سرِ شاہاں سزاست
خاک براں سر کہ نہ اینش ہواست

چشم جز ایں سرمہ نیارد ازو
کیست کہ ایں چشم ندارد ازو

بس کہ بخاکِ درِ او گاہِ بار
چشم نہادند سراں صد ہزار

سُرمہ کہ ہر چشم براں در فشاند
خاک ہمہ گم شد و آں سرمہ ماند

ز اہلِ بصر ہر کہ براں در شتافت
خاک طلب کرد و لے سرمہ یافت

از سُمِ اسپش کہ زمیں کرد چاک
خاک پُر از مہ شد و مہ پُر ز خاک

خواست کہ پیشش ز سپہرِ بریں
ماہ فرود آید و بوسد زمیں

سوئے فلک رفت ز میدانش گرد
ہم فلکِ ماہ زمیں بوس کرد

تیغ زناں گرم شود آفتاب
تا ہمہ آفاق بگیرد ز تاب

نورِ جبینش چو پدید از کمیں — در شده از شرم بزیرِ زمیں

دشمنِ او در رست زرفعت مکاں — زیرِ زمیں چوں زبرِ آسماں

عزم چو برکشتنِ دشمن کند — خونِ بداندیش بگردن کند

گاهِ وغا یک تنه چوں صد سپاه — ملک ستاننده تر از مهر و ماه

بست چو در قلعه کشائی کمر — لعل و گہر ساخت عدو را جگر

سلکِ گہر از دُرِ بحری برش — عبرهٔ بحرین بہائے دُرش

روم بگیرد بگہِ کارزار — تیغِ وے از زنگ نگیرد زعار

ناوکِ وے پیکانش بہیجاے و جنگ — ایں زخطا دور شد اُو ز زنگ

گر بکمان دست برد چوں ہژیر — قوسِ قزح داں کہ برآمد زابر

در کششِ تیر چو شد سخت کوش — زه زکمانِ خودش آمد بگوش

روے چو خورشیدِ وے اندر کماں — کوہتیِ روزِ بداندیش داں

آمده تیرش زخطا چند دم — لیک نرفته بخطا ہیچ گہ

تیرِ وے از شیر جہد گاہِ کار — شیر ز تیرش بجہد در شکار

گوے زمیں در خمِ چوگانِ اوست — حالگہِ[۱] بخت بمیدانِ اوست

ایزدش از فتنه نگہدار باد — بادِ وے و بادِ دولتِ وے یار باد

---

[۱] حالگہ اے جولانگاه و میدانِ گوے بازی ۱۲

درخطابِ شہِ عالم چو بسلکِ خدمتش
آیم و ایں گہرِ چند فشانم ز زباں

اے سرِ چترِ تو ز اختر بلند	چترِ تو از ماہ بیک سر بلند
سود بمہ چترِ سیاہِ تو سر	در مہ ازاں گردِ سیاہی اثر
گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ	قطرۂ بارانست در ابرِ سیاہ
کِلّۂ گردوں کہ عماری وشست	بر درِ قدرِ تو عماری کشست
رایتِ میموں کہ شدہ چرخ تاب	کوس زدہ با علمِ آفتاب
کوسِ تو کافاق پر از صیتِ اوست	جز سخنِ فتح نگوید بپوست
لشکرِ تو از عددِ ذرّہ بیش	ہر یک ازاں ذرّہ ز خورشید پیش
افسرِ خورشید بشاہی توئی	نے غلطم ظلِّ الٰہی توئی
بارگہت رحمت ہنگامِ بار	مہر سلاحی و فلک پردہ دار
صفّۂ کسریٰ کہ تواں طاق گفت	بارگہت را نتواں گفت جفت
قصرِ ترا برجِ کمان تیر[1] کش	شمسۂ آں نہ فلکِ شیشہ وش
مہ کہ در انگیزشِ رنگ ست چست	نقش گرِ صورتِ ایوانِ تست
بر درِ تو ہر کہ بہ بندد کمر	غرق شود تا کمر اندر گہر
تیغ بر آور کہ بلند اختری	آئینہ برگیر کہ اسکندری

(کِلّہ: خیمہ ۱۲)

---

[1] تیر شمشیر ۱۲

پیشِ سریرت کہ شد از چرخ پیش | خندۂ ضحاک بر اورنگِ خویش

از رخِ خود پیشِ تو خاقانِ چیں[1] | صورتِ چیں کردہ بروے زمیں

کیست فریدوں کہ ببندد کمت | می ننہد دیدہ بخاکِ رہت

چشمِ سیہ کو کہ نساید براہ | تا نکند خاکِ رہت را سیاہ

نامِ تو جم بر سرِ افسر نوشت | نیست مرادرا بہ ازیں سرنوشت

تا تو گرفتی ہمہ عالم بنام | تیغ فرو خفت میانِ نیام

جبہتِ تو بار قمِ عدل و داد | لوحِ خدائیست کہ محفوظ باد

عدل چو موئے تو بہر چار سوے | جملہ جہاں بستہ بیکتارِ موے

عدلِ تو بر بست بہ نیروئے خویش | گردنِ دہ گرگ بیک موئے میش

تا درِ عدلِ تو جہاں بر کشاد | بید نلرزید ز طوفانِ باد

عدلِ تو تا ایمنیِ دہر خواست | نرگسِ رعنا ز زمیں خفتہ خاست

کفر شد از بس کہ خرابی پذیر | دیو نگردد بجد دیو گیر

ہیبتِ تو تیغِ سیاست بدست | حربہ زد اندر دلِ شیرانِ مست

فتنہ ز بختِ تو نجنبد بسے | بختِ تو در خواب نہ بیند کسے

روشنی از رائے تو گیرد جہاں | چشمۂ خورشید نماند نہاں

خاتمِ جم با ہمہ نقشِ کمال | از تو شد انگشت نما چوں ہلال

---

[1] یعنی خاقانِ چین رخِ خود را پیشِ تو بر زمین سود و بر زمین نقشِ چین (جبین) پیدا شد ۱۲

نافهٔ خلقت که زد از مشک دم — هر دو بهم زاده شد از یک شکم

لیک جز این فرق نشاید گزید — کز طرفِ مشک شد آهو پدید

صحنِ زمین پیشِ تو با این وقار — ماند چو ذرّه بهوا بیقرار

دورِ فلک مست ز جامِ تو شد — دهر بیک جرعه غلامِ تو شد

زهره بخنیاگریت کرد عزم — بو که ازین[۱] پرده درآید ببزم

خون شده ز احسانِ تو کان را درون — وز دلِ صد پاره بر انداخت خون

موجِ کفت رفته بدریای آب — آب گذشت از سرِ دُرِّ خوشاب

لافِ نوالت چو ز دریا شنید — آب ز تیزی لبِ دریا گزید

خود همه دریا ز کفت خاک شد — چون کفِ خود حاملِ خاشاک شد

باد مدام آن کفِ دریا نشان — ز ابرِ کرم بر سرِ ما دُرفشان

گشت گهِ بخششِ دُرِّ ثمین — هر غزلم خاصهٔ تو خاصه این

غزل

اے زندگانی بخشِ من لعلِ شکر گفتارِ تو — در آرزوی مردنم از حسرتِ دیدارِ تو

گر شهد باشد بر زبان یا آبِ حیوان در دهان — گفتار میگویم که آن نبود مگر گفتارِ تو

معذوری از زلفِ سیه پوشی بر آن روی چو مه — سیری ندارد هیچگه چون دیده از دیدارِ تو

گیرم ترا زین چشمِ تر دشواری آید نظر — بیرون کنم دیده ز سر آسان کنم دشوارِ تو

---

[۱] ازین پرده یعنی پردهٔ فلک ۱۲

زیں پس بخوباں ننگرم در کوئے ایشاں نگذرم
گر ہیچ یک رہ جاں برم از غمزۂ خونخوارِ تو

در کوئے تو بر ہر درے افتادہ مے بینم سرے
ایں نیست کارِ دیگرے ایں کارِ تست ایں کارِ تو

خواہی نمک زن ریش را خواہی بکش درویش را
ہر چونکہ داری خویش را بربستہ ام در تارِ تو

چوں غم بگفتار آورم یا گریہ در کار آورم
یارو بدیوار آورم بارے ہماں دیوارِ تو

خواہی کہ بہرِ خندۂ پیش افگنی افگندۂ
اینک چو خسرو بندۂ نو بردۂ بازارِ تو

صفتِ حضرتِ دھلی کہ سوادِ اعظم ہست منشورِ وی از حرسہا اللہ نشاں

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد
جنتِ عدن ست کہ آباد باد

ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات
حرسہا اللہ عن الحادثات

دورش از انگاہ کہ پرکار شد
دائرہ چرخ زپرکار شد

تا کہ بنا یافت نگنجید پیش
در ہمہ عالم ز بزرگیِ خویش

از سہ حصارش دو جہاں یک مقام
وز دو جہاں یک نفسش دہ سلام

حصنِ برونیش ز عالم بروں
عالمِ بیرونش بحصن اندروں

حصنِ درونیش تو گوئی مگر
چرخ بزیر ست و حصارش زبر

گفت حصارِ نو او را سپہر
کائے[1] فلکِ نو بکہن دہ مہر

---

[1] یعنی اے فلکِ نو من بمقابلہ تو کہن ہستم بر من مہربانی دار ۱۲

هردم ازاں قلعۂ مینو سرشت — قلعۂ فیروزہ شدہ خشت خشت

چوں فلکِ ثابتہ ثابت صفات — نے چو فلکہائے دگر بے ثبات

برجِ فلک آمدہ ثابت سہ چار — برجِ حصارش ہمہ ثابت شمار

برج بہ برجش درجاتِ سپہر — گشتہ بگردِ سرِ او ماہ و مہر

کنگرِ او گشتہ زبانِ جملہ تن — وآمدہ با ماہِ سما در سخن

چرخ نداند درو دیوارِ کس — تکیہ بدیوار و درش کردہ بس

ملک ز دروازۂ او فتح یاب — سیزدہ دروازہ و صد فتحِ باب[۴]

نامِ بلندش رہِ بالا گرفت — تاختن شد ہمہ یغما[۱] گرفت

گر شنود قصۂ ایں بوستاں — مکہ شود طائفِ[۲] ہندوستاں

شہرِ نبی را بسرِ او قسم — شہرِ خدا گشتہ ز صیتش اصم

در حقش از چرخ چو دیدم عطا — گفتم روم ست نگفتم خطا[۳]

قبۂ اسلام شدہ در جہاں — بستۂ او قبۂ ہفت آسماں

ساکنِ او جملہ بزرگانِ ملک — گوشہ بگوشہ ہمہ ارکانِ ملک

تختگہِ تاجورانِ بلند — گشتہ ز اقبالِ شہاں بہرہ مند

گوشۂ ہر خانہ بہشتے شگرف — گشتہ بصنعت زرِ بے صرفہ صرف

بر سرِ ہر کوز بزرگاں صفے — در رفِ[۵] ہر خانہ نہاں رفرفے

۱؎ یغما بمعنی ملک و بمعنی غارت۔ ہر دو موزوں ہستند ۱۲ ۲؎ طائف طواف کنندہ و نیز شہری ست در عرب ۱۲

۳؎ خطا بمعنی غلطی و نیز نام ملک در شعر ہر دو معنی درست ست ۱۲ ۴؎ طاق کہ در پہلوے دروازہ سازند ۱۲

مردمِ یکخانہ وصد خرّمی　　خانۂ یک مردم وصد مردمی

صفتِ مسجدِ جامع کہ چنان ست درو
شجرۂ طیبہ ہر سوئے چو طوبی ؔالجناں

مسجدِ او جامعِ فیضِ آلہ　　زمزمۂ خطبۂ او تا بماہ

بر سرِ نہ تخت گرفتہ شہی　　منبرش از خطبۂ بیت اللّٰہی

آمدہ در وے ز سپہرِ کبود　　فیض بیک خواندنِ قرآں فرود

غلغلِ تسبیح بگنبد دروں　　رفتہ ز نہ گنبدِ والا بروں

گنبدِ او سلسلہ پیوندِ راز　　سلسلہ چوں کعبہ شدہ حلقہ ساز

خواندہ امم کعبۂ دینِ خودش　　پیش نشستہ حجر الاسودش

بندۂ سنگش دُر و لعل و عقیق　　زو ہمہ آزادیِ بیت العتیق

ہر کہ سعادت بودش رہنمائے　　بر درِ او سر نہد آنگاہ پائے

در تہِ سقفش ز سما تا زمیں　　نصب شدہ جملہ ستونہائے دیں

قامتِ خود کردہ موذّن دراز　　دادہ اقامت بہ ستونِ نماز

صفتِ شکلِ منارہ کہ ز رفعت سنگش
از پئے خنجرِ خورشید شدہ سنگ فشاں

شکلِ منارہ چو ستونے ز سنگ　　از پئے سقفِ فلکِ شیشہ رنگ

سقفِ سما کز کہنی شد نگوں | در تہِ او داشتہ سنگیں ستوں

تا سرش از اوج بگردوں شتافت | گنبدِ بے سنگِ فلک سنگ یافت

آنکہ ز زر بر سرش افسر شدہ است | سنگ ز نزدیکیِ خور زر شدہ است

سنگِ وے از بس کہ بخورشید سود | زو زرِ خورشید عیاری نمود

سنجرِ سنگیں کہ ستونِ سپہر | آمدہ از مہر شدہ ہم بمہر

گر نہ خزف شد فلکِ شیشہ ساز | از چہ براں سنگ بود شیشہ باز

دیدنِ او را کلہ افگندہ ماہ | بلکہ فتادش گہِ دیدن کلاہ

ماہ نخسپد ہمہ شب تا سحر | کز سرِ تختش خلہ دارد ببر

زاں خلہ ہر بار کہ در ابر داد | برق ز جا جست و دگر جا فتاد

شد چو بلند از شرفِ نفسِ خویش | زد ز بلندی بحق چرخ نیش

بر ملکش سایہ طرف بر طرف | تا فلکش پایہ شرف بر شرف

از پئے بر رفتنِ ہفت آسماں | کردہ زمیں تا بفلک نردباں

گرد سرش کرد موذن چو گشت | قامتش از مسجدِ عیسی[1] گذشت

موذنش[2] آنجا کہ اقامت کشید | قامتِ موذن بتو اندر رسید

مسجدِ جامع ز درون چوں بہشت | حوض ز بیروں شدہ کوثر سرشت

---

[1] بیت المقدس ۱۲

[2] مؤذن ظرف از اذان یعنی مکبّرہ کہ موذن براں ایستادہ اذاں می گوید ۱۲

صفتِ حوض کہ در قالبِ سنگین گوئی
ریختہ دستِ ملک زآبِ خضر صورتِ جاں

در کمرِ سنگ میانِ دو کوه — آب گہر صفوت و دریا شکوه

ساختہ سلطانِ سکندر صفات — در سدِ کوه آئینہ زآبِ حیات

تا خضر آبِ خوشِ او نوش کرد — آبِ خوشِ چشمہ فراموش کرد

شہر گر از وے نبود آب کش — کس نخورد در ہمہ شہر آبِ خوش

آب کہ علت زبرائے تری ست — تری آں آب زعلت بری ست

در نخورد آبِ وے اندر زمیں — کے بزمیں[1] در خورد آبے چنیں

در تہِ آبش زصفا ریگِ خرد[2] — کور تو اند بہ دلِ شب شمرد

موجِ بلندش کہ رسد تا بماه — باز دہد آب بابرِ سیاه

سیلِ وے آہنگ بکہسار کرد — کوه بتر دامنے اقرار کرد

چوں مد و جزرش زنشیب و فراز — زآب زکوه آمده رُفتہ باز

چوترہ و قصرِ بلندش در آب — گشت ازاں ساغرِ صافی حباب

رود بسے زو شده تا آبِ جون[3] — جوں زپے آب ازو جستہ عون

---

[1] یعنی آب آں حوض در زمیں نمیرود زیرا کہ زمیں لایق ایں آب محرم نیست ۱۲

[2] یعنی ریگِ آب او چناں مصفاست کہ کور ہم در میانہ شب ذرہائے او را میتواند شمرد ۱۲

[3] جون دریائے جمن ۱۲

مرغ بہر رودِ وے اندر سرود | رقص کناں ماہی از آواز رود
شیشہ گری[1] کرد برآبش حباب | شیشۂ خالی و جہاں پُر گلاب
باد کہ بر وے خطِ زیبا نوشت | نسخۂ ماہیتِ دریا نوشت
عمق درو کار بجائے کشید | کز تہِ او گشتہ زمیں ناپدید
رفت زمیں را چو حجاب از میاں | گشت پدید از تہِ آب آسماں
نیم فلک ہست بزیرِ زمیں | چوں تہش نیست زمیں آں ہمیں
بسکہ زمیں رفت بہ سر اہیش | گاوِ زمیں شد خورشِ ماہیش
حوض نگویم کہ جہانے ز نور | نور کزو دیدۂ بد باد دور
گردِ وے از اہل تماشا گروہ | دامنِ خیمہ شدہ دامانِ کوہ
نادرہ شہرے کہ بحدش دروں | نادرہ زینساں تو دراز حد بروں
شہر نہ بل بحرِ عجائب نما | بحر دمے گشت بکوہ آشنا
زاں بہ دلِ کوہ گرفتہ قرار | تا کند اقلیمِ عدو سنگسار
تا بدو فرسنگ بہ پیرامنش | روضۂ باغ و چمنِ گلشنش
تا فلک از جون بدو داد آب | دجلہ رواں برد ببغداد آب
ہر کہ دریں ملک دمی آب خورد | گشت دل از آبِ خراسانش سرد
بسکہ خنک دید خراساں سپہر | گشت ہمہ سال بر و سرد مہر

---

[1] شیشہ گری فریب دہی ۱۲

گرچه دریں ملک هوا هست گرم — از خنکیهائے خراساں چه شرم

مهرِ فلک گرم شد اندر رو فاش — گرم ازاں گشت جهاں را هواش

گل همه ساله بچمن خوش نسیم — خاک ز گلها شده پُر زرّ و سیم

ترّی صد گونه بصد برگِ تر — کوزهٔ هر خاک پر آبے دگر

خطِّ ترِ سبزه بصحرا و کِشت — نسخه گرفته ز سوادِ بهشت

میوه ز هند و ز خراساں بسے — زانچه نخورده بخراساں کسے

مردمِ او جمله فرشته سرشت — خوش دل و خوش خوے چو اهلِ بهشت

هر همه نزدیکِ دل و گرم خوں — رفته چو جاں در تنِ مردم دروں

هر سرِ مو بر تنِ ایشاں هنر — و آمده در موئے تنگافی بسر

هرچه ز صنعت بهمه عالم ست — هست در ایشاں و زیادت هم ست

و ز قلم هرچه بر آرد علم — و آنچه نگنجد بزبانِ قلم

بیشتر از علم و ادب بهره مند — و اهلِ سخن خود که شمارد که چند

هر طرفے سحر زبانے نو ست — ریزهٔ چیں کمترِ شاں خسرو ست

چوں ز سخن بگذری آهنگ و ساز — نغمهٔ مرغانِ بریشم نواز

زخمه زنانے که بگاهِ سرود — از رگِ ناهید بتابند رود

و از هنر نیزه و پیکان و تیر — هر که در آید بنظر بے نظیر

لشکرِ ما نی همه لشکر شکن — گاهِ وغا غازیِ کافر شکن

پنج هزار از ملکِ نامدار — لشکرِ شاں بیشتر از صد هزار

کوکبهٔ زینگونه کواکب عدد — کانجمنِ چرخ بر ذراں مدد

بر سرِ شاں شاهِ جواں بخت راد — تاجور و پاک گهر کیقباد

کرد چو در ششصد و هشتاد و شش — بر سرِ خود تاجِ جدِ خویش خوش

ضبط چناں کرد جهاں راز داد — کز نکے و جمشید نکرد ند یاد

گنج برانگونه بصحرا فگند — کز کرم آوازه بدریا فگند

مرتبهٔ عدل چناں بیش گشت — کاتش و خاشاک بهم خویش گشت

بسکه جهانے بزر اندوده شد — لشکر و شهری همه آسوده شد

گرم شد آوازه بگردِ جهاں — جزیه بدرگاه رسید از شهاں

لرزه در افتاد بر ایوانِ هند — از حدِ لکهنوتی تا آبِ سند

رفت خبر بر شهِ مشرق پناه — ناصرِ دیں وارثِ ایں تختگاه

کافسرِ او را پسر انباز گشت — واں شرف از وے به پسر باز گشت

گرچه نجو در ره نداد ایں غبار — عاقبتش بود تغیّر بکار

چتر بسر کرد و علم بر کشید — ساخته کیں شد و لشکر کشید

لشکرِ مشرق ز عوض [اوده ۱۲] تا به بنگ [بنگاله ۱۲] — چیره دل و خیره کش و تیز جنگ

ترکِ خدنگ افگن و سنداں گذار — هر همه شیر افگن و اژدر شکار

تاجکِ[1] گردن کش و لشکر شکن — بیشتری نیزه ور و تیغ زن

---

[1] تاجک نام قوم غیر عرب که بسیار جری مے باشد ۱۲

راوتِ[1] ژوپین زن و خار اشگاف — پشت بپشت از پئے روئے مصاف

خشت[2] زنانے کہ گہِ آزموں — خشت نشانند بسنگ اندروں

پایک بازی گر و موزوں خرام — دادہ ببازی سرِ خود بسرِ نام

پیلِ گراں سنگ سُبک ایستاد — تند چو ابرے کہ رود در وزِ باد

بحرِ رواں لشکرِ دریا نورد — موج زنان آب زمردانِ مرد

ساختۂ جنگ سپاہے چنیں — گشت رواں در پئے شاہے چنیں

تند چو باد آمد ازاں خار خار — از پئے گلگشت بسوئے بہار

راند ازاں جا بعوض باد پائے — باد ہمی ماند ز سیرش بجائے

در عوض آمد کمرِ کینہ چست — خطبۂ خود کرد بدآنجا درست

شہرِ عوض راہم ازاں دستبرد — غارت ترکانش بیغما سپرد

زیں طرف آگاہ نہ فرزندِ شاہ — کز پئے او راند سپہ در سپاہ

نوش ہمی کرد مے از جامِ مہر — بے خبر از گردشِ دورِ سپہر

دورِ خوشی باد مدام از میش — ساغرِ مقصودِ پے اندر پیش

از طرفِ چنگ بہنگامِ نوش — ایں غزلش جائے گرفتہ بگوش

غزل

اے دہلی واے بتانِ سادہ — پگ بستہ و ریشہ کج نہادہ

---

[1] راوت قومے ست در ہند کہ آں را راجپوت گویند۔ ژوپین نیزۂ کوچک ۱۲ [2] نوعے از شمشیر ۱۲

خوں خوردنِ شاں باشکارست | گرچہ پنہاں خورند بادہ
فرماں نبرند ازانکہ ہستند | از غایتِ نازِ خود مرادہ[1]
نزدیکِ دل آنچنانکہ جاں را | بر داشتہ گوشہ نہادہ
جائے کہ برہ کنند گل گشت | در کوچہ دمد گلِ پیادہ
آسیبِ صبا رسید بر دوش | دستارچہ بر زمیں فتادہ
شاں در رہ و عاشقاں بدنبال | خوناب ز دیدہا کشادہ
ایشاں ہمہ بارِ حسن در سر | وانہا ہمہ دل بباد دادہ
خورشید پرست شد مسلماں | زیں ہندوگانِ شوخ و سادہ
کردند مرا خراب و سرمست | ایں مغ بچگاں تاک[2] زادہ
بربستہ شاں بموئے مرغول | خسرو چو سگیست در قلادہ

صفتِ فصلِ دے و سردیِ مہرِ شہ شرق و آمدنِ تیغ کشیدہ زپے ضبطِ جہاں

شاہِ فلک چوں بکماں دست برد | تیرمہ[3] اقلیم بسرما سپرد
گشت چو کج خانہ کمانِ سپہر | داد سپہر آتشِ تیرش زمہر
قوس ہمی گشت نمی ایستاد | زاں فلکش آتشِ خورشید داد

---

[1] مرادہ سرکش ۱۲ [2] تاک نے قوم نانک ۱۲ [3] تیرمہ و تیرماہ بلقب پارسیان ۰ ت ماندن آفتاب دربرج سرطان و خریف را نیز گویند ۱۲

بسکه ز خورشید شد آتش نشین ‏ گشت همه خانهٔ[1] قوس آتشین

زالِ جهان چرخ زدن کرد ساز ‏ داد بشب رشتهٔ بغایت دراز

رشته ز تطویل همه خورد پیچ ‏ نامهٔ تقصیرِ درازیش هیچ

بنده بسے دید که شب کم نگشت ‏ گرچه که بر شب مهِ کامل گزشت

گم شده روز از شبِ بے منتها ‏ خواند همی از پئے خود والضحیٰ

روز چنان تنگ مجال آمده ‏ کش بگه چاشت زوال آمده

خنجرِ خور یک نقط از خطِ شب ‏ کرد حک و روز نهادش لقب

بستنِ یخ بود به هر بوستان ‏ گرچه نبُد برف بهندوستان

از عملِ عالمِ پر انقلاب ‏ نقرهٔ خالص شده سیماب آب

داشت چمن بادِ دے دیوانه خنک ‏ جوئے همی داد بدیوانه سنگ

آب ز آهن شده زنجیر تاب ‏ بلکه ز آهن شده زنجیرِ آب

هر که که در سلسله کاری نشست ‏ سلسلهٔ گم شد و دیوانه جست

چشمه ز بے سنگیِ خود می نتافت ‏ گشت گران سنگ ز سنگی که یافت

آب که صد شیشه نمودے ز دست ‏ سنگ شد و شیشهٔ خود را شکست

بسته جهان بندِ مسلسل بر آب ‏ داد کلیدش بکفِ آفتاب

قطره که از ابر چکان بر هوا ‏ مهرهٔ بلور شده در هوا

---

[1] برج قوس مزاج گرم خشک دارد لے نقطه آتشین ست ۱۲

بستہ ہوا بر دلِ آب از عمل — عقدۂ مشکل کہ نمی گشت حل

سکۂ دے کردہ بضربِ کیاں — نقرہ فزوں در درمِ ماہیاں

باد کہ بر آب ہمی زد قلم — آب چو شد تختہ بماند از رقم

گردِ دے دیوانہ جنوں در گرفت — باد ز آب ار چہ رقم بر گرفت

دانہ بعہدے کہ نرست از گیا — آب شد از گردشِ دور آسیا

گشتہ غدیر از تہِ بط نقرہ سائے — زو بطِ زرپائے شدہ نقرہ پائے

حوض کہ دورش بہ تسلسل نشست — دورِ دے از نقشِ تسلسل نجست

چونکہ شمر[۱] سلسلہ در پا فگند — کرد ہوا سلسلہ را تختہ بند

آبِ رواں شد گرہِ ناکشاد — روئے زمیں آخورِ سنگیش داد

صفتِ آتش و آں گرم رویہاش بدی
کہ شب و روز بود شمع دل و میوۂ جاں

آتش از انجا کہ بدل جائے کرد — دود[۲] برآمد ز نفسہائے سرد

گرچہ زبردستِ عناصر نشست — گشت بسرہا ہمہ را زیر دست

بسکہ جہاں سوزی دگر می نمود — چوب چناں خورد کہ برخاست دود

دود کز و سوختہ در تف و تاب — بر شدہ بر ابر باُمّیدِ آب

---

۱ شمر بفتحتین حوض خورد یعنی از کثرت برف حوض منجمد بر دو ہوا سلسلہ موج را تختہ بند کرد بود ۱۲

۲ دود برآمدن ہلاک شدن ۱۲

در همه تدبیر شده پخته کار / خلق و جهاں گشت ازو پخته خوار

پخته بسے گشته ازو دیگِ مرد / دیگ بسے پخته ولے خود نخورد

گاه بهر خانه وطن ساخته / گاه بسے خانه براند اخته

بسکه زباں آوری آموخته / جمله جهاں را زبان سوخته

تیغِ زباں را چو گرفته بدست / روئے ازو تافته هر کس که هست

ذرّهٔ او سوئے هوا در شتاب / ذرّه که گرد دیدے آفتاب

تیز چو شد خنجرِ آں گرم خوے / پشت ندیدش کس ازو هیچ روے

گاه گلِ شمع شده در ضیا / گاه شده فاکهةٌ[۱] فی الشّتاء

هندو ازو سوزشِ تن دید سود / بیشترش گرچه پرستش نمود

هر که شد از دونِ خدا قبله ساز / سوخته گردد هم ازاں قبله باز

آب که زو جوششِ بسیار دید / کُشتنِ او مصلحتِ کار دید

کُرّهٔ ناری نسب و نامدار / گام نزد تا نشدش باد یار

کُرّه که چوں باد روانه شده / گاه شدن خانه بخانه شده

کُرّه که هر بار طبق پخته کرد / سوخته شد دم بدم و چوب خورد

لیک اگر جست بروں ناگهاں / گرم چو خورشید گرفته جهاں

بس که درو یافت لطافت اثر / نامده کیفیتِ او در نظر

---

۱ در حدیث آمده است النار فاکهة فی الشتاء یعنی آتش میوه است در سرما ۱۲

شمع اگر کشته شد و او داد جاں　　　زنده نشد تا که نداد او زباں

نور چراغے که بشب داشت پاس　　　گشته بهر خانه از و روشناس

سود کلاهِ سیهش سر بماه　　　کوز دخاں یافت کلاهِ سیاه

هر که دمے زو شده عیسے قدم　　　زنده کناں آتشِ مرده بدم

شعله کشاں از سرِ آتش زباں　　　شقّه بهر پشت شده پشتباں

خلق زپیش آتش و پنبه زپس　　　خود بمیاں مانده چنیں دید کس

هر که زپوشش مدد پشت یافت　　　روئے خود از آتشِ خورشید تافت

پوششِ شاهانه خز و آبِ رز　　　خاصه که پوششِ ایّامِ خز

سیمبراں بسته بگاهِ سلب　　　گردنِ[۱] مه را بدوالِ قصب

آب تنک شد زتری بهراں　　　تا بگلو یار مرا هر زماں

لرزه کناں برتنِ خوباں حریر　　　چوں گلِ نسریں بلبِ آب گیر (حوض ۱۲)

پیرهن از پشت بتانِ چو ماه　　　شعرِ سیه در تهِ جعدِ سیاه

تار بباریکیِ مو تافته　　　بافتهٔ و شعر لقب یافته

تن زکتاں در لت و بالرزه بار　　　لت که کند برتنِ خود اختیار

شقّهٔ دیبا برِ زیبا شده　　　سیم براں صورتِ دیبا شده

اطلس رنگیں که زخوں آمده　　　آتشے از دود بروں آمده

---

[۱] یعنی گردن خود را از گلوبند بسته بودند از مه مراد چهره است ۱۲

قرطه شده برتنِ چون سیم ناب | غرقه خون گشته از و آفتاب
درکلهٔ شه شده قندز مقیم | خاسته مو برتن قندز ز بیم
قاقمِ انگشت تما پشت دست | بردهنِ وی زد و برهم شکست
رقت بقاقم بتِ سنجاب سای | موی ز قاقم نخلیدش بپای
شانه بران مو چو زبان آوران | رفت و بلغزید زبانش دران
شانه زده مویش نا بافته | شانه زپشتِ ملکان یافته
زانبوهیِ موگرهِ مو نخاست | کز گره موی ز پهلو نخاست
از همه پیوند درونی سمور | از دم سنجاب نی گشت دور
سوزنِ موسینه شده حلّه توز | موی تنگافی شده موئینه دوز
دست کشیده همه در آستین | کرده مه دی همه را پوستین
موی بمو مفلس موئینه دوست | گرگ تنگالی شده در زیر پوست
قاقم و سنجاب منعم رسان | برد گلیمی بسرِ مفلسان
برد خطی و قلمی دم بدم | کرده بهم دعوی خط و قلم
بس که خطی در هنرِ خط فزود | پیچش بسیار بکاغذ نمود
از خطِ او هیچ کژی برنخاست | کش نی جوله بقلم کرد راست
وان قلمی زان خطِ نو بافته | داغِ خطا بر سرِ خز یافته
زیرِ گلیمی شده هر کس مقیم | آمده مردان همه زیر گلیم

هر که بشب کرد گلیمے فراز ... کرده باندازهٔ آن پا دراز

وانکه زاندازه برون برد پاے ... سردی ایام نمودش سزاے

این شده پشمین ز گلیم درشت ... شقّه شده او ز پے پنبه پشت[1]

گشته بهم پنبه و پشم آشنا ... گرچه بود پشم ز پنبه جدا

دُکدُکِ دندانِ برهنه تنان ... چون شغبِ چوبکِ چوبک زنان

گرم شده از مددِ جامه مرد ... مردمِ بے جامه بجا گشت سرد[2]

بو که ز سرماش رهاند خداے ... لرزه گرفته همه را دست و پاے

زانوئے مردم بشکم در شده ... آئینه و شانه برابر شده

دست بکش[3] مردمِ مفلس ز باد ... کش خنکے دست کشیدن نداد

هر که طلب کرد ز خورشید تاب ... گرم روی کرد برو آفتاب

تافت جهان رشتهٔ صبح از سپهر ... دوخت بسے جبّهٔ مسکین[4] ز مهر

مهر نما چرخ به مهر جبے ... هم ز پسِ پشت هم از پیش روے

بس که شده پرستش خورشید گرم ... پشت بدو داد همه کس ز شرم

شبه چنین وقت بر آهنگ مے ... رخش طرب کرده روان پے به پے

باده همی خورد نمی خورد غم ... عیش همی کرد نمی کرد کم

---

[1] از بسیارے پنبه پشت ایشان پنبه شد گویا که پشت ایشان عین پنبه شده بود ۱۲ [2] یعنی هلاک شد ۱۲

[3] مفلس دستها در بغل خود کرده بود زیرا که سردی او را اجازت دست از بغل کشیدن نمیداد ۱۲

[4] قال النبی صلی الله علیه وسلّم الشمس جبّة المساکین ۱۲

ریختہ ساقی مے رنگیں بجام — می زلب شاہ رسیدہ بکام

در خز و دیبا ہمہ دیوار قصر — صورت دیبا شدہ شاہانِ عصر

تاجوراں غرقۂ دُر تا بسر — منطقہ بنداں بگہر تا کمر

محرمِ خلوت شدہ خاصانِ شاہ — خرگہِ خورشید شدہ پُر ز ماہ

عیشِ مدام آمدہ فرزانہ را — دَورِ نشاط آمدہ پیمانہ را

ہر ہمہ را سرخوشیِ از شراب — دوست شدہ سرخوش و دشمن خراب

امن پدید آمدہ در چار سوے — فتنہ ز ہر شہر و دِہے کردہ روے

چرخ ز بیداد عناں تافتہ — مملکت از ظلم اماں یافتہ

ضبط شدہ روئے زمین زیرِ تیغ — ہمچو غبارِ زمیں از آبِ تیغ

خنجرِ شہ قطرۂ آبے شمار — قطرہ کہ بنشاند زمیں را غبار

تا کہ از انجا کہ جہانے جہانست — قاعدۂ دولتِ شاہنشانست

گرم شد آوازہ کہ خورشیدِ شرق — تافتہ شد بر خطِ مغرب چو برق

ناصرِ دنیا شہِ کشور کشاے — تیغ برآورد بکیں کرد راے

راند ز لکھنوتی و دریاے ہند — تا سپہش گرد برآرد ز سند

بیں کہ سپہرش چہ تمنّا نمود — کآب فرومیل ببالا نمود

قوت سیلے بنود تا برود — آب ببالا نرود از فرود

سوے سوادِ اودھ آمد چو باد — کرد حک از خنجرِ تیز آں سواد

چند هزار از شش زسوارانِ کار — تیغ زن و کینه کش و نامدار

هر همه یکدل شده کز دست برد — جان بسپارند بگاهِ سپرد

نیزه درانے بسنان در مصاف — در شبِ تار از سرِ کین موشگاف

پایک بازنده برون از قیاس — پُردل و خالی دلِ شان از هراس

بر سرِ خود تیغ ببازی کشان — یافته بازی اجل از تیغِ شان

اطلسِ خون داده ز شمشیرِ کین — جامگیِ زرد قبایانِ چین

بیلکِ ترکانِ شکاریِ[1] شکر — دم بدم آلایشِ خونِ جگر

کشتن گاومیش بدشتِ فراخ — در کفِ شان داد کمانهائے شاخ

پیش کمان شان شکمِ گاومیش — زخم بسے خورده هم از شاخِ[2] خویش

بحر روان تیز زغایت برون — آمد و نامد بنهایت درون

قصر روانے چو سپهر ارجمند — از قدمِ شاه شده سربلند

تن زنهنگیش فزون آمده — وز دهنِ مار برون آمده

لاهره زین بارگهِ سرفراز — چار طرف کرده درِ خویش باز

بتوه یکے خانه عمارت برآب — ناشده از آب عمارت خراب

لوریکے ماهیِ دُم در هوا — ماهی چوبین و بآب آشنا

چند صف آراسته پیلانِ مست — روئے زمین در تهِ پا کرده پست

---

[1] بیلک نوعی از تیر و شکر مخفف شکره که جانورے ست شکاری ۱۲

[2] شاخ خویش. کمان که از شاخ گاومیش ساخته بودند ۱۲

هر یک ازاں پیل حصاری ز عاج   بستهٔ زآفاق بدنداں خراج

حمله چو بر کوه برند از ستیز   کوه قیامت کند اندر گریز

خشکی و تری همه لشکر رواں   از شه و خان و ملک و خسرواں

در بر و بحر از سپهٔ خشمناک   غلغله در بحر و تزلزل بخاک

قلبے ازیں گونه بر آراسته   تیغ شده خوں ز میانِ خاسته

آمده اقصائے او ده درگرفت   وازهمه اقلیم سراسر گرفت

نیست شب و روز جز انیش سخن   کایں منم اسکندرِ دارا شکن

گر پدرم رفت جهانیاں منم   وارثِ اکلیل سلیماں منم

تا سرِ من درخورِ افسر بود   سر که نهد تاج کرا سر بود

هر که ز دعویِ من آید بقیل   سر کشمش چوں دبه در پائے پیل

مردمک دیدهٔ من کیقباد   کافسر جد فرِ بزرگیش داد

گوهرش از نسبتِ من روشن ست   کاں گهر از مهرهٔ پشتِ من ست

گرچه جهانگیر شد و تاجدار   نیست جهاندیده تر از من بکار

تختِ پدر گر نه بپائے من ست   هر همه دانند که جائے من ست

جائے خود از بخت بود رهنمائے   تا نه ستانم نه نشینم ز پائے

مهر غیاثے که بدیں سکه گشت   از خط نامم نتواند گزشت

حاصلِ ایں حادثه کامد پدر   شاهِ جهاں یافت پیاپے خبر

کرد اشارت که دلیرانِ رزم — ساخته دارند همه سازِ عزم

گفت بخازن که ندارد نگاه — سیم قراری[۱] ز قرارات خواه

خرج و قرارات بهم ضم کنند — کارِ حشم زین دو فراهم کنند

خازنِ شه کرد درِ گنج باز — گشت حشم هم بدرم دل نواز

گشت چو لشکر ز زر آراسته — یافت بسے خواسته ناخواسته

بیدرمی شد ز کفِ مرد سلب — گشت درم از سر و پا مرد قلب

نامه فرستاد بهر کشورے — خواند ز هر شهر و ولایت سرے

جمع شدند از امرائے دیار — از شه و خان و ملکِ شهریار

تیغ زنانِ همه اقلیم هند — نیزه گزارانِ نواحی سند

عرضه طلب کرد شهِ سرفراز — خامه سرِ محضر را کرده باز

در قلم آمد ز یل و پهلوان — یک لکه آراسته برگستوان

مردم و یک اسپ بکارے نبود — پایک و افغان بشمارے نبود

لشکرِ این مهر ستاره سوار — باد چو ذراتِ هوا بے شمار

چاکرِ او گشته سکندر برزم — ساقیِ او خضر بهنگامِ بزم

بنده زیادش بهمه حال شاد — دین غزل از حالِ منش داد یاد

غزل

شد هوا سرد کنون آتش و خرگاه کجاست — بادهٔ روشن در خسارهٔ دلخواه کجاست

---

۱ سیم قراری مشاهره مقرره و قرارات خواه سپاهی ۱۲

روشن اینک دل دمے گریۂ خونیں تنِ من | خرگہِ گرم دلے ماہِ بخرگاہ کجاست

دے ہمی رفت و زبس دیدہ کہ غلطید بخاک | گفت یارب کہ کجا پاے نہم راہ کجاست

ہر شب اے دیدہ کہ بر چرخ ستارہ شمری | جانِ من عزمِ سفر کردہ بگو ماہ کجاست

ماہِ من کور شد ایں دیدہ زبیداریِ شب | آخر از زلف نپرسی کہ سحرگاہ کجاست

گفتی از طرۂ کوتہ شبِ تو روز کنم | اے بریدہ سرِ آں طرۂ کوتاہ کجاست

من برانم ز زنخدانت کہ در چہ افتم | یکزماں ترک[۱] زنخ گیر و مگو چاہ کجاست

پیش ازیں کردمی از آہ دلِ خود خالی | دل کرا ماند کنوں طاقتِ آں آہ کجاست

عزم حج دارد خسرو زپئے توبۂ عشق | توشۂ اینک غمِ دل بارگہِ شاہ کجاست

جنبشِ شاہ ز دہلی زپئے کینِ پدر
گشتن آغازِ غبار و شدنِ مہر نہاں

روز دوشنبہ بگہِ چاشتگاہ | در مہِ ذی الحجہ بپایانِ ماہ

رایتِ منصور ببالا کشید | ماہِ علم سر بثریا کشید

شاہ شد از خانۂ دولت سوار | خانۂ دولت شد ازو بختیار

کوکبۂ چوں فلک آراستہ | ماہِ علم تا بفلک خاستہ

صف شکناں صف زدہ در پیشِ شاہ | انجمنے ساختہ بر گردِ ماہ

---

۱ ترک زنخ عبارت از ترک گفت ۱۲

زاں صف انجم کہ مُہیّا شدہ | مہ بشرف گاہِ ثریّا شدہ
نور علمہا کہ بگیہاں گرفت | آتشے گوئی بہ نیستاں گرفت
خواست کہ افتد بزمیں چرخ پیر (برق نیزہ) | لیک شدش چوب علم دستگیر
پرچم بیرق کہ بگردوں رسید | در رُخِ مہ کرد محاسن پدید
از شغبِ کوس دمے کاندر دست | گاؤ زمیں را خلل آورد پوست
دمدمۂ کاسہ بآوازِ خوش | کوس زدہ با فلک کاسہ وش
نیزہ کہ بر چرخ سر افراختہ | تیر فلک خانہ زنے ساختہ
بسکہ زمیں شد ز علم سایہ دار | ماند چو (عطارد) سایہ[1] زدگاں بیقرار
ہیکلِ فیلاں بزمیں خم فگند | زلزلہ در عرصۂ عالم فگند
زاں ہمہ دنداں کہ بلا سنج بود | روئے زمیں رقعۂ شطرنج بود
از حشم و پیل دراں پیل مال | حشرِ جسد ثابت و سیرِ جبال
جنبش اسپ از سم خارا شگاف | لرزہ در افگند زمیں را بناف
از روش اسپ بگام فراخ | گاؤ زمیں را شدہ سر شاخ شاخ
واز اثرِ نعل بصحرا تمام | خاک پر از نون[2] شدہ و عین و لام
ہر یک ازاں کوہ تنان چو پیل | رقص ہمی کرد ببانگِ صہیل[3]
گرد سواراں کہ بخورشید جست | قطرہ (بل) برچشمۂ خورشید بست

---

[1] سایہ جن و پیری وغیرہ ۱۲ [2] یعنی از نعل اسپاں بر زمیں نشانہائے نون و عین و لام بودند صنعت این ست کہ در نعل ہمیں سہ حرف ست ۱۲ [3] صہیل آواز اسپ ۱۲

بلک ازاں گرد سرافراشتہ | چشمۂ خورشید شد انباشتہ
نے خود ازاں گرد کہ برشد بمہر | گشت[1] جزیرہ بمحیطِ سپہر
شاہ براں سوئے چو کشتی براند | کشتیِ ماہ آمدہ بر خشک ماند
شاہ فلک رفعت و خورشید تاب | زیر علم چوں بشفق آفتاب
گرد رہش کاں ببصر شد دلیل | سُرمۂ ہر چشم شدہ چند میل
گردِ وے از خاصگیان و سراں | موج چو دریا زدہ از ہر کراں
موئے شگافاں بکماں بستہ زہ | زہ زدہ ابروئے کماں را گرہ
ترکش پُر تیر کمر بستہ تنگ | شیر نیستاں شدہ از بہرِ جنگ
پیشِ رکاب از روشِ تیغ تیز | سوئے عدم کردہ سلامت گریز
گردِ از ہیبتِ تیغ یلاں | نے بزمیں بود و نہ بر آسماں
تیغ برہنہ کہ بپوشید دشت | پر برہنہ را ہیں کہ چہ پوشندہ گشت
تیغ نہ بلک آتشِ پولاد خیز | بر دلِ سنگینِ عدو گشتہ تیز
تیز زباں ہندیِ سر درمیاں | طرفہ بود تیزیِ ہندی زباں
گرد بگرد شہ والا گہر | حصن پلارک شدہ سرتا بسر
در صفِ تیغ آں تنِ آراستہ | چوں گلے از سوسنِ تر خاستہ
پیشِ سپہ روشنیِ دور باش | داد جگر گاہِ عدو را خراش

---

[1] یعنی گرد دریاے فلک از گرد سم اسپاں جزیرہ (ٹاپو) پیدا شد ۱۲

زیر علم آں شہِ خورشید تاب — بود یکے سایۂ و صد آفتاب

لشکرِ انبوہ بہم بستہ صف — غرق عرق گشتہ سواراں ز تف

کوکبۂ زیں نمط انجم[۱] شمار — رفت بروں با عَلَمِ شہریار

نصب شد اعلام مبارک اصول — گرد سراپردہ بشیری[۲] نزول

دامنِ دہلیز[۳] بریشم طناب — بر شدہ زاں رشتہ ببامِ سحاب

میخ کہ شد دور تر از دامنش — رفت فرو در زمیں از سرزنش

بارگہِ شاہ در آں بوستاں — روے ظفر داشت بہندوستاں

چار ستوں بود بر سم شہاں — در حرمِ دہلیز جہاں در جہاں

عزِ معزیش بناکش نہاد — خانہ ز تربیع بہ تسدیس داد

بارگہی را دو ستوں رسم بود — شاہِ یگانہ دو دگر در فزود

چار ستوں بارگہِ عرش سائے — عرشِ دو دم گشتہ بداں چارپائے

شیر سیہ شد ز سرِ بارگاہ — خانۂ خورشید گذرگاہِ ماہ

از اثرِ ہیبتِ شاہِ دلیر — لرزہ ہمی کرد ز ہر باد شیر

کوشکِ لعل و سیہ شد بلند — ہر یک ازاں سایہ بگردوں فگند

لعل چو آتش سیہش ہمچو دود — سوختہ زیں ہر دو سپہرِ کبود

ہر دو دو برجِ مہ و خورشید تاب — گرچہ بیک برج بود آفتاب

---

۱ یعنی لشکر کثیر بعدد ستارگاں بود ۱۲ ۲ نام مقامی ۱۲ ۳ نوعیست از خیمہ ۱۲

خرگهِ زرّین که درآمد مهش | چنبرِ مه شد کمرِ خرگهش

بود چو داخل بزرگیِ علم | گشته پیاده ز شکوهش حشم

هرکه درون زد قدمِ دلدلش | راند به نیزه علمِ داخلش

میمنه بر تلپیته زد میسره (نام مقام) | بود میان اندپیته میسره (نام مقام)

پیلِ گران سنگ بهاپور بود | قلب چو دریاش درآمد بجود

پیشِ بهاپور بقدرِ سرِ میل | سنگِ گران سرمه شد از پای پیل

پایگهِ خاص بسیری رسید | سبزهٔ تر بر سرِ سبزی رسید

خیمه ز هر سوے بیک پاے خاست | چار وتد گشت بیک قطب راست

دائرهٔ خیمه چو پرکار گشت | نقطهٔ خاکی بمیانش نشست

خیمه پر از گل چو گلستان نمود | وز گلِ او دشت چو بستان نمود

دائرهٔ خیمه بسیری قطار | ابر فرود آمده در مرغزار

بس که دران گلشن مینو نشان | شاه شد از ابر کرم دُر فشان

هرکه درین سبزه نظر در گرفت | قطره طلب کرد و گهر بر گرفت

یک شبے آن جا بخوشی گام راند | خور دمے روشن و گوهر فشاند

روزِ دگر صبح چو ضحاک شد | مارِ سیه در شکمِ خاک شد

داورِ جمشید نسب کیقباد | تاجِ کیان بر سرِ والا نهاد

سروِ جوانیش که شد میوه دار | شاخِ کرم گشت و درآمد بهار

تختِ شہی کرد سلیماں پدید — خلق چو موراں زدہ صف کشید
فرق نہادند سراں بر زمیں — خاک شد از فرق سران ناف چیں
خلق دو صف ادب ساز کرد — بار یک آمد شدن آغاز کرد
یافتہ چوگانِ زر از دستِ شاہ — حالِ کساں گفتہ دراں حال گاہ
حاجبِ خلقے چو دراں فتحباب — گشت مشرف بشکوہِ جواب
رخش طلب کرد شہِ تاجور — رفت زیک تخت بہ تختِ دگر
خانۂ زیں منزلِ خورشید شد — سرو ہمسایگیِ بید شد
عزم بروں کرد شکار افگناں — بر دلِ خورشید غبار افگناں
روے زمیں گشت پر از یوز و باز — ہر ہمہ آہوکش و نخچیر ساز
اشکرہ را گشت ہمیں دستگاہ — از ہنرِ خویش زبر دست شاہ
چوں ہنر از عیب فرا واں شود — مرغ زبر دستِ سلیماں شود
واے بر آں آدمیِ بے خبر — کو کم از آں مرغ بود در ہنر
باز ز دستِ ملکاں می پرید — چوں نہ پرد ہر کہ چناں جاے دید
خفت چو خرگوش بخوابِ درا — جست زخواب از خلۂ چنگِ باز
سار و کلنگے کہ نوا می گرفت — چرغ خود آں را بہوا می گرفت
مرغِ ہوا جملہ سیہ چشم[1] برد — صیدِ زمیں پیشِ سیہ گوش مرد

---

[1] سیہ چشم پرندۂ شکاری ست ۱۲

هرچه ز بالاءِ فنر رو نمود | ملکِ سیه چشم و سیه گوش بود
بود چو خورشید ولایت فروز | گشت کنان تا بگهِ نیم روز
چشمهٔ خورشید چو شد گرم رو | گردشِ نو هوسِ شهرِ نو
رفت بکیلوکهرے دادِ عون | از مددِ دست چو دریا بجون
قصر شد از فرِ شهی ارجمند | چون فلک از منزلتِ خور بلند

صفتِ قصرِ نو و شهرِ نو اندر لبِ آب
که بود عرصهٔ رفرفِ[1] چو رفِ آن ایوان

قصر نگویم که بهشتے فراخ | روفته طوبیٰ درِ او را بشاخ
باغچمنِ هشت درش در یکے | با فلکِ هفت سرش سر یکے
بامِ سفیدش بفلک سوده سر | گرد بخورشید سفیدے ابر
پایه چو مهتاب ببامش نهاد | گشت[2] ز دوران به زمین اوفتاد
رفت درونِ درِ او آفتاب | وقفِ زمین کرد رخِ چرخ تاب
رفت صبا زان در و دیوارِ خس | گفت ندانم در و دیوارِ کس
ره بسوے روزنِ او جست ماه | هیچ ندادِ او بسوے خویش راه
بانگ کشاده درِ او دم بدم | رفته بدر بند و بدر رد و از هم
مقام مقام

---

[1] رفرف بالش ها و بساط هاے گرانمایه و تختے که رسول صلعم را سوے خداے تعالیٰ در شبِ معراج برد۔ و رف طاق ۱۲
[2] یعنی از دوران سر بر گردید و بر زمین اوفتاد ۱۲

با درِ بارش دو جہاں پست او | قلعۂ شہ در شدہ در بستِ او

از شرفِ پایۂ او نرد بان | پایۂ سایہ شدہ بر آسماں

کالبدِ چرخ بجنبش یکیست | خشتِ زمیں کالبدِ بیش نیست

آئینہ گشتہ زگچ صاف خشت | دیدہ را و صورتِ خود در بہشت

ہر چہ کہ در آئینہ بیند جواں | پیر دراں خشت بہ بیند ہماں

ہر چہ کہ نقاش بیکسو کشید | عکس بدیوارِ دگر شد پدید

نیست درو حاجتِ نقش از صفا | بس کہ شد از عکس کساں رونما

نقش بلندش بہوا خامہ راند | تختۂ سقفش بفلک باز خواند

دیدۂ بد مردم ازاں جاے خوش | تیر بسے خوردہ ز ہر تیر کش

قطرہ بر آں بام نیفتاد تیز | ابرِ گریزندہ زباراں گریز

شکل ستونش بمقامِ ستاد | قصر ارم را شدہ ذات العماد

گشت چو جاروب بخاک روب | گرد ز سیخش[۱] ہمہ کس سرمہ چوب

طرفہ عروسی شدہ آراستہ | آئینہ از آبِ رواں خواستہ

چوں گرد گشت حبابے عیاں | قصر نمود از تہِ آبِ رواں

ہمچو دو آئینہ مقابل ز تاب | آب درو عکس نما او در آب

عکسِ وے اش مثل نیارد دگر | گرچہ کہ سر زیر کند یا زبر

---

[۱] سیخ (تیلی) سرمہ چوب اے چوب سرمہ یعنی سلائی ۱۲

طاق بلندش بفلک گشت جفت حاصلِ او شد فلک اندر نهفت

کنگرِ طاقش بزبانِ دراز پیشِ فلک گفت سخنهاے راز

سنگِ سفیدش که شده برسپهر آمده از مهر و شده هم‌مهر

یکطرفش آب و دگر سوے باغ باغ و آبے زد و سویش بلاغ

بازی ۱۲

آبی ازاں باغ برو ماند زرد باغ ازاں آب بجا گشت سرد

شاخ بهر بار گهے کرده راه جایگهِ بار شده بارگاه

شه چو دراں خلدِ برین جاے کرد خرّم و خنداں بطرب راے کرد

بازبے بُرد کفِ زرفشاں کرد پر از زر کفِ ساغرکشاں

باده کشاں بازکشیدند صف گشت مئی لعل درافشاں زکف

رود زناں از سینه بروں برد صبر آبِ چکاں دست چو باراں ابر

بس که شد او مست ز آواز خویش ریخته از پرده بروں راز خویش

چنگ ز سر گشته تواضع نماے بادِلِ کبر بسر افگنده ناے

زخمه چو نولِ بط در رود و چنگ راه چکاوک زد و بانگِ کلنگ

مرغک و صد مرغِ دگر در صفیر بر همه مُرغاں شده کنجشک میر

شاه دراں زمزمهٔ ناے و نوش بحرِ کفش گشت چو دریا بجوش

دست ندیمے که ورق برگرفت مهرهٔ کاغذ بگهر در گرفت

بربطِ مطرب که نوا برکشید تار بریشم بدُر اندر کشید

گشت بدنبالِ حریف از زوال — قامتِ هر بدره کشیے چون ہلال

بس که نمے شد کفِ شه گنج سنج — بیش درِ آفاق نگنجید گنج

موسمِ دی جمله بعشرت گذاشت — ز آتشِ می مجلسِ خود گرم داشت

باده همه وقت خوش و شادکام — کس نه زبردست دی الا که جام

مه بجنیبت کشیِ عزمِ او — زهره بجنیاگریِ بزمِ او

همّتِ عالم بوفا جوئیش — خاطرِ خسرو به ثنا گوئیش

این غزل از مطربِ موزون اصول — یافته در گوشِ همایون قبول

غزل

سوارِ چابکِ من باز عزمِ لشکری دارد — دلِ من پار[1] برد امسال با جان داوری دارد

من اندر خاکِ میدانش لگدکوبِ بلا گشتم — هنوز آن شهسوارِ من سرِ جولانگری دارد

بهر شکلے که می آید ز من جان می برد آرے — دروغ ست آن که این شیوه ز بهرِ دلبری دارد

مسلمانان نگه دارید بیچاره دلِ خود را — که تیر انداز من مست ست و کیشِ کافری دارد

ندارم آن چنان بختے که خواند بندهٔ خویشم — غلامِ دولتِ ادیم که با او چاکری دارد

مثل گر یک سخن با من بگوید عاقبت آن را — بیارد بر زبان و سرزنش خود برسری دارد

توئی دیوانه وش جانان که داری سایه گیسو — دلم دیوانه تر از تو که آسیبِ پری دارد

مرا چون صیدِ خود کردی شفاعت میکند جانم — نمیگوید بکُشش لیکن سخن در لاغری دارد

---

[1] پار سال ۱۲

به بدنامی برآمد نامِ خسرو کز پئے دیده | نه یک ترد امنے دارکه صد دامن تری دارد[1]

صفتِ فصلِ خزان و مغلِ عزمِ سپاه

هم برآں ساں که تباراجِ چمن بادِ خزاں

فصلِ خزاں چون بچمن خانه خوست | بادِ رداں کرده بگلزار تاخت
شاهِ سپرِ غم زدلایت براند | کش بچمن هیچ ولایت نماند
کوه زسنگ آتشِ لاله فروخت | شعله بداماں کش گرفت و بسوخت
لاله سر از سنگ بلنگر سپرد | ماند بجا لنگر و بادش ببرد
بادِ خزاں آمد ازاں جا که بود | خشک شده باغ هماں جا که بود
گشت سمن نازک وزرد و حقیر | کاب گرفتش بلبِ آب گیر
رفت سمن روے چمن را گزاشت | زاں که خزاں روے نگاهش نداشت
جامهٔ خود کرد بنفشه کبود | گشت چو صوفی بر کوع و سجود
شد به تنِ نازکِ زیباے گل | پاره همه پوست زسرتاپاے[2] گل
لاله زبسیاریِ خون در فساد | ریخته نازک تنش از رنج باد
سوخته از آتشِ خود لاله زار | گشته درونش زخزاں پُرغبار
دفترِ صد برگ فتاده زدست | آمد و هر ورقِ او شکست

---

۱ اضافت مقلوب یعنی تری صد دامن ۱۲ ۲ گلابی جاڑا ۱۲

جلدِ چمن را شده شیرازه باز | نامه از بادِ ورقها فراز
سوسنِ آزاده در افتادگی | هیچ نمی گفت ز آزادگی
نسترنِ آویخته بر شاخ بود | هر دو بهم باز گسستند زود
شاخ چو از بادِ خزان گوژپشت | بادِ خزان نیز ازو برشکست
سرو که از سایه نشانی نداد | سایه نشینان همه را داده باد
هر شجرِ باغ ز سر تا تنه | ماند ز بی برگیِ خود برهنه
برهنه گشته تنهٔ گل بباغ | باد کنان جنس کشی از روی لاغ
دیده چو نرگس به چمن این فساد | گل[۵۱] شده در دیدهٔ خویش اوفتاد
نرگسِ بی دیده روان گورشم | خارِ عصا بادِ خزان کورکشم
ریختنی کرد درختان ز سر | گشته زمین پر ز درمهای زر
پشت بنفشه به سمن زارها | کوز شد از چیدنِ دینارها
بر زمین افتاده بسی نازنین | لرزه کنان بر سرِ شان یاسمین
خاک ز زردی شده پر زعفران | خنده نه با این همه در ارغوان
شاخِ گل از بس که نگون شد گلش | کرد نگون سر ز نشینِ بلبلش
باد بهر سرو رسیده فراز | سرو ز هر باد بجنبد دراز
سبزه بسی خطِ تر انگیخته | باد بسی خاک بر آن ریخته
گل همه سرخیش دامان ز بدن | کش همه در پوست در افتاد خون

---

۵۱ مراد از گل سپیدی ست که در چشم می افتد و آں را در هندی پھولا گویند یعنی نرگس از دیدن فساد خزان کور شد ۱۲

آب که باران بگلِ کوزه بیخت — کوزه بیفتاد و شکست و بریخت

ابر که بگریست به بستان بجبر — شد مژه ها ریخته از چشمِ ابر

نم بکفِ دستِ چنار از روش — زیبقِ لرزان بکفِ مرتعش

گربهٔ بید[1] از عمل دست برد — گشت لگدخوار ز گنجشکِ خرد

بید ببارید ز هر برگ تیغ — ریخته خون از تنِ گل بی دریغ

لاله فرو ریخته در پیشِ باد — خونِ خود آن جا که خوئے گل فتاد

غنچه که با باد کشادیش دل — شد هم ازان باد گریبان گسل

جامهٔ گل پاره شده بر تنش — غنچه گره[2] بر زده در دامنش

دامنِ نسرین که در آمد بخار — ماند همان جا دو سه پیوند دار

گل شده بے روئے[3] همه بوستان — مرغ ز بے روئیِ او در فغان

از کلهٔ مرغ نوائے که خواست — سرو برقص آمد و پایش نخاست

بر سرِ هر خار که بلبل گذشت — حلقِ وے افتاد و خراشیده گشت

بلبل ازین غصه چنان خون نشست — کش تهِ دم رنگِ دگرگونه گشت

گنگ شده طوطی و زاغ و زغن[4] — در دهنش یافته جائے سخن

کور شده فاخته از نولِ زاغ — فاخته کور[5] آمده گل را بباغ

---

[1] گربه بید نوعی از بید ست ۱۲

[2] رسم ست که چون جامه پاره می شود بر دامن گره می دهند ۱۲ [3] بیمروت ۱۲

[4] زاغ و زغن در خزان آواز می کنند و طوطی خاموش می ماند ۱۲ [5] فاخته کور نام علتے ست که درختان را خشک سازد ۱۲

فرش بہ پیچید گل از روے گل | گفت علیوا ز کے کطی السجل
باغ خراب از قدمِ بومِ شوم | چغدِ قدم شوم شدہ یارِ بوم
نائے میسچہ[1] کہ نماندہ دمش | حلق تہی گشت ز زیر و بمش
در طلبِ روے نکو سو بہ سو | قمریِ کوکو زدنی کو بہ کو
باد کہ اندر سرِ ہُدہُد فتاد | تاجِ سلیماں ز سرش بُرد باد
گرچہ ہزار آئینہ طاؤس داشت | حُسن چو شید حملہ پسِ دم گذاشت
آں کہ پریدے زپرِ خود تذرو | ماند چو پر گم شدگاں زیرِ سرو
لالہ چو بر کوہ برفت از شکوہ | کبک ببرید دل از تیغِ کوہ
سبزکِ دیباچہ خود باز خواند | شارکِ بیچارہ دہن باز ماند
طفلِ شگوفہ برہ اُفتاد و مُرد | شاخ بدید و بعنا دل سپرد
گرچہ گلے بیش نشد در چمن | گم نشد از مجلسِ شاہِ زمن
گرچہ ز گُل لالہ نہاں کرد پے | لالۂ نو ساخت شہ از جامِ مے
گرچہ نہ بُد برگ و نوائے بشاخ | برگ و نوا بود بمجلس فراخ
گرچہ کہ بر بست ہوا سیمِ آب | شاہ کشاد از کفِ خود سیمِ ناب
گرچہ چمن گشت پر از برگِ زرد | شاہِ زمیں در تہِ دینار کرد
از کرمِ شہ کہ عدو سوز بود | فصلِ خزاں موسمِ نوروز بود

---

[1] میسچہ جانورے ست خوش الحان ۱۲

شہ بچنیں فصل بریں گونہ شاد | کز مغل آوازہ بعالم فتاد

نامہ کشے چند چو تیر از کمیں | آمد و بوسید چو پیکاں زمیں

کز حدِ بالا مغلِ تیز عزم | سوے فرو راند بآہنگِ رزم

لشکرِ انبوہ چو ذرّاتِ ریگ | جوش بر آورد چو آبے بدیگ

بوم بسر بستہ سیاہی چناں | آمد ازاں بوم خرابی کناں

ناوکِ شاں دیدہ کشے ساز کرد | دیدہ نیارست کسے باز کرد

گشتہ بہم قطرۂ بارانِ تیز | سیل شد و کرد بدریا ستیز

قوّتِ آں سیل کز ایشاں رسید | آب زہا پور بملتاں رسید

ہر کہ گہے چشم نمی زد ز ترس | چشم زدن چشم زدہ شد ز خس

مردمِ آں خاک فرو شد بخاک | گرد بر آورد از ایشاں ہلاک

امن و اماں دور شد از راہِ سال | بو کہ بفریاد رسد شاہ شاں

ایں رمہ کاندر رہِ گرگ اوفتاد | وا رہد از قوّتِ راعی العباد

شہ کہ ز گستاخیِ آں گمرہاں | یافت چنیں آگہی آں آگہاں

تلخ بخندید چو شیر از غضب | تلخ بود خندۂ شیراں بلب

گفت کہ خہ خہ[1] بجہاں عہدِ من | وز دگراں زلزلہ در مہدِ من

غازیِ ما چوں نہ بکارِ غزاست | کافر اگر تاختن آرد سزاست

---

[1] خہ خہ خندہ تلخ را گویند یعنی خندیدہ گفت کہ در جہاں بادشاہی من ست و از دیگراں زلزلہ در مہد من ست ۱۲

سلطنتِ جملهٔ عالم مرا — وانگه از آهنگ کساں غم مرا

خلق چہ گویند بہر کشورے — شاہ من و قلعہ کشا دیگرے

بوم کہ باشد کہ بجنگِ دراز — طعمہ برد از وطنِ جرّہ باز

گرگ و سگے ہست بر آہو دلیر — پنجہ نخواہد زدن آخر بشیر

من کہ بہ ہند از ہمہ رایاں بسال — جزیہ ستانی کنم از پیل و مال

گہ بکشم زر دہم از گوجرات — گاہ بدیوگیر نویسم برات

اسپ ہمہ تند کشم از تلنگ[1] — پیل ہمہ مست ستانم ز بنگ

مالوہ را وقفِ دفا این کنم — جام نگر[2] و جبہ خزاین کنم

نیست مرا و چہ قبا[3] جنسِ خطا — سرحدِ چیں بستہ بندِ قبا

زیں دگلی[4] چند نگرد کلہ پوش — کز پے کیں پنبہ کشیدم ز گوش

پنبہ کنم[5] لشکرِ شاں را چناں — کز تنِ شاں پنبہ شود استخواں

گرچہ چو مور و ملخ ست آں سپاہ — مور شود کشتہ چو افتد براہ

پیل من آں دم کہ بجو شد چو نیل — چیست صفِ مورچہ دریاے پیل

می شود م دل کہ بہ جنبم زجاے — فرقِ قراخاں سپرم زیرِ پاے

لیکنم از تیغ خود آید دریغ — چوں کنم از خونِ سگ آلودہ تیغ

---

[1] نام ملک ۱۲ [2] جام نگر نام مقام ۱۲ [3] قبا بالضم قاف نام مقامی ۱۲

[4] دگل یعنی دغل و دگلہ پوستین یا جامۂ کہ پر از پنبہ باشد ۱۲

[5] پنبہ کنم لے مثل پنبہ پارہ پارہ ساختہ بر ہوا ابر آنم ۱۲

بس نزدہ تیر بمرد[۱] ارخوار | جز بگردہ[۱] ہمہ نکند ایں شکار

چوں سخنِ چند ازیں در براند | عارضِ دانائے سپہ را بخواند

گفت کہ خواہم ز سوارانِ کار | نامزدِ مغل شود سی ہزار

بر سرِ ایشاں باربکِ تیغ زن | خانِ جہاں شاہک[۲] لشکر شکن

عارضِ فرزانہ بفرمانِ شاہ | کرد رواں سوے مخالف سپاہ

باربک و قلب گہی رزم ساز | وز ملکاں صد سرِ گردن فراز

ساختہ در رزم چو شیرانِ مست | سوے سگِ چند کشادند دست

انجمنے چوں فلک آراستہ | چرخ ازاں انجم اماں خواستہ

ماہ سبک سیر شد اندر شتاب | خنجر تیز اختر چوں آفتاب

ناحیہ بر ناحیہ راندند تند | بود صبا پیش چناں سیر کند

از قدمِ شومِ مغل آں بلاد | نام و نشانے ز عمارت نداد

از حدِ سامانہ و تا لاؤہور[۳] | ہیچ عمارت نہ مگر در قصور

لشکرِ اسلام کہ آں جا رسید | بود زمیں تشنہ کہ باراں رسید

یافت خبر کافرِ ناخوب کیش | تیز تر از تیر بروں شد ز کیش

تن ز غنیمت بہزیمت سپرد | بردنِ جاں را بغنیمت شمرد

---

[۱] غلولہ گلین و مردارخوار را گویند ۱۲ [۲] شاہک سپہ سالار، کاف تصغیر ۱۲
[۳] لاؤہور لاہور ۱۲

گرچه تمر[1] تیزی و سختی نمود — گشت چو موم ارچه که پولاد[1] بود

سر سد و کیلی دو بیک سو شتافت — پچلک و بید و بدگر سوئے تافت

جمله ز بی‌سنگیِ خود بی‌درنگ — در گلهٔ مرغ در افتاد سنگ

بر زده دامانِ قبا هم گروه — عطف نمودند بدامانِ کوه

روئے مغل بود بهر سو که بود — پشت مغل بود بهر رو که بود

روئے چو بنمود سپاهِ درشت — رو ننمودند نمودند پشت

بار یک اندر پئے شاں کینه‌خواه — تیغ زناں قطع همی کرد راه

روئے بدند از همه رو در ستیز — پشت شدند از همه رو در گریز

دست وے از قوتِ چوگانِ زر — کرد پر از گوئے زمیں سر بسر

بس که ببرید سرِ آں خسراں — شد خرهٔ سگ ز سرِ خرسراں

روئے زمین کرده چو طشتِ نگوں — دید سرِ خود همه در طشتِ خوں

تیغ که بر تارکِ آنها گذشت — کرد بیکجائے سر و تیغ و طشت

لشکرِ اسلام که دنباله کرد — کوه ز خوں زیر و زبر لاله کرد

خر تنه چند ز لشکر کشاں — رفته عناں تافته بے نشاں

وانچه دگر بود ز برنا و پیر — یا علفِ تیغ شده یا اسیر

خان جهانگیر که این فتح یافت — فرخ و فیروز عناں باز تافت

---

[1] تمر و پولاد نام مغل بود ۱۲

بست اسیرانِ مغل را قطار — داد بدان چند شتر در مہار

گردنِ شاں ہر رسن ساز کرد — سر برسن بست و رسن باز کرد

کشتہ ہم ایمن نشد از ترک و تاز — تا ز سرش پوست نگردند باز

چوں ز چنیں فتح جہاں یافت بہر — دست ہمی برد سپہدار دہر

مجلسے آراست بر آئینِ کے — داد بسے کشتیِ زریں بمے

شیشۂ می ریخت بہ یاقوت گنج — طرفہ بود شیشۂ یاقوت سنج

ساقیِ مہوش بقدح دست برد — دورِ قمر جام بساقی سپرد

چرخ ہر آں دُر ازیں پیش داد — رفت بریدانِ قضا را ز یاد

تا کہ ز ساقی شنود بانگِ نوش — پنبہ بروں کرد صراحی ز گوش

صف زدہ یارانِ خوش و بادہ کش — سرخوشِ بادہ سری کردہ خوش

ہر یک ازاں پہلوے شمشیر و تیر — شیر گرفتند چو شد شیر گیر

بزم گہے ساختہ شد چوں بہشت — خاک شد از جرعہ معنبر سرشت

جرعۂ مشکیں کہ زمیں در گرفت — گاو زمیں خوردہ بعنبر گرفت

بربط و طنبور کہ شد نغمہ ساز — کرد ز حیرت سر قرابہ باز

زخمہ در آمد بزباں آوری — داد بمطرب بزباں یاوری

بادہ چو خورشید ز گہ تا بشام — داشت طلوعی و غروبی بجام

کرد چو خورشید بوقت غروب — طالع خود بر ہمہ آفاق خوب

وقت در آمد کہ حریفانِ بزم | بر طرفِ خانہ نمایند عزم
میر سپہ کرد بسے ہدیہ راست | داد بیاران وبسے عذر خواست
پیشِ بزرگان وسرانِ نبرد | خدمتے آورد سزاوار مرد
کرد بزرگی بحقِ کہتراں | داد بسے جامہ بقیمت گراں
ہر ہمہ خشنود وخوش از بزم گاہ | باز گرفتند سوئے خانہ راہ
بزم ز مہماں چو تہی یافت جائے | بزم نشیں باز ہمی کرد رائے
خلوتیِ چند ز خاصان خویش | پیش طلب کرد ومی آورد پیش
جام کہ شد چوں دلِ کافر بجوش | کرد بیادِ شہِ اسلام نوش
چنگ نواز ازاں ہوا سر کشید | چنگ نواز ندہ نوا بر کشید
گفت بر آہنگ نمطہائے تنگ | ایں غزلِ نغز بر آوازِ چنگ

غزل

برگ ریز آمد و برگِ گل وگلزار برفت | سرخروئی ز رُخِ لالہ وگلنار برفت
سرو بشکست وسمن زرد شد ونرگس خفت | گو بروایں ہمہ چوں از برِمن یار برفت
نزدِ من بادِ خزاں دوش غبار آلودہ | آمد وگفت کہ سروِ تو زگلزار برفت
خواستم تا دم اندر طلب رفتۂ خویش | یادم آمد رُخِ او پائے من از کار برفت
در دو دیدہ اشک چو باز آمدنِ خویش ندید | دل بانداخت ہم اندر رہِ خونبار برفت
خونِ دل گرچہ کہ بسیار برفت اندک ماند | صبر ہر چند کہ بود اندک وبسیار برفت

هرچه از عقل فزون شد همه عمرم جو جو — اندرین غارتِ غم جمله بیک بار برفت

باد خارے زرهِ گلرخِ من می آرد — جانم آویخته در آن خار گرفتار برفت

گِلہ کرد آں بتِ شیریں زبر خسرو رفت — خلہ کرد آں گلِ نسریں زسر خار برفت

صفتِ فصلِ بہاراں کہ چناں گردد باغ
کہ بدو نرگسِ نادیدہ بماند حیراں

فصلِ بہاراں چو علم بر کشید — ابر سراپردہ بر اختر کشید

سکّۂ گل چوں درمِ شہ زدند — سکّہ بصد وجہ موجّہ زدند

شہ سپر غنچہ چمن داد بار — خار سلاحی شد و گل پردہ دار

تیغ کشید ارچہ کہ سوسن بباغ — ہم زسرش سایۂ نبرید باغ

تا نشود کش سوسنِ آزادہ رام — خار غلامی شدہ سرتیز نام

خونِ خود از باد خزاں گل بخواست — لیک صبا از سرِ خونش نخاست

خواست گل از باد بخواہد دیہ — برد بروں نرگسش از تعمیہ

سوسن ازیں غصہ بکیں خواستن — خاست بشمشیر زہے خاستن

او خود ازاں خاست کہ آزاد گشت — غنچہ چہ افتاد کہ برباد گشت

بس کہ صبا ہمدمِ غنچہ کرد — تازہ نشد تا دمِ او را نخورد

باد حریفِ گل و گستاخ زد — جامۂ صد برگ بصد شاخ زد

باد ہمہ خاکِ زمین را بہ بیخت / یافت زر و دُر بر صد برگ ریخت

بس کہ گرانیِ زر از حد گذشت / دامنِ صد برگ بصد پارہ گشت

جامۂ گل پارہ شدہ بر تنش / غنچہ گرہ بر زدہ در دامنش

گل ز کرم زر دہد آن را کہ جست / وز پئے خود جامہ نساز د درست

آب سمن در چہِ خوئے مشک سود / باد شد آہوتگ و مشکش ربود

باد کہ از شاخ ہمی بر شکست / بازچہ برہا کہ بر آن شاخ بست

سایہ کنان سرو برافتادگان / باہمہ کس راست چون آزادگان

گرچہ برانید صبا ہرچہ خواست / در صفتِ سرو ہمی بود راست

نرگس تر گشت ہمہ روش چشم / خیرہ شد اندر رُخِ خیر دش چشم

خون سمن چشمکِ پوشیدہ داد / چشم نہ زد از کسے الا زباد

سبزہ چنان شد کہ جہان در گرفت / چشمِ نرگس نتوان بر گرفت

نسخۂ دیباچۂ عشرت جہان / خواند صحیح از ورقِ ارغوان

خون بچکید از گلِ نازک خیال / لالۂ خود روے از آن یافت حال

سُرخ گل از باد چو آورد یاد / خونش بجنبید ز آسیبِ باد

شاخِ گل کوزہ کہ تر شد برش / کوز تر از دستۂ کوزہ سرش

ساختہ گل کوزۂ نو از نبات / ابر درو ریخت آبِ حیات

باغ ز ہر غنچہ شدہ کوزہ ور / گردشِ چرخ از گلِ تر کوزہ گر

باد دراں کوزہ شد و سر کشاد | گرچہ کہ در کوزہ نگنجید باد
نسترن از روئے نکو می پرید | بلبل و قمری ہم ازاں می برید
فاتحہ خواں غنچہ بگاہِ سحر | نرگس و سبق گل و علمِ نظر
گل کہ سپرہاش فراہم شدہ | پیش سپرِ غم سپرِ غم شدہ
گل کہ ہمہ روئے شناسا شدہ | روئے شناسِ ہمہ صحرا شدہ
قطرۂ شبنم زدہ بر یاسمیں | ماہ بہ پرویں شدہ ہم در زمیں
گرد بسنگ آتشِ لالہ نشست | زاغ شدہ ہندوئے آتش پرست
گربۂ بید از گلِ لعل و سپید | گربہ مشکیں شدہ در مشک بید
بید شدہ تیغ فشاں زیر پائے | سایہ از و خستہ شدہ جا بجائے
لرزہ کناں آب ز آسیب باد | بس کہ بر و سایۂ بید اوفتاد
آب کہ آہن شدہ بود از سپہر | آہنِ او آب شد از تابِ مہر
غرقِ سپر گشتہ زنیلوفر آب | بر سرِ ش قبّۂ سیم از حباب
طرّۂ سنبل ز شکن گشتہ باز | پنجۂ شمشاد شدہ شانہ ساز
بر گلِ بالا کہ دھد بوستاں | بیشترے ہست بہندوستاں
آں گلِ ہندی کہ چمن کرد راست | نے بخراساں کہ بعالم نخاست
کیورہ ہر برگ چو سیمِ سپید | عود از و سوختہ چوں مشک بید

ے یعنی خود را کشادن می خواست ۱۲ ۔ ے گربۂ بید نوعی از بید ۱۲

ہر گلِ بالا کہ بود تازہ روئے — جز تری زو نتواں یافت بوے

نغزیِ ایں گل کہ ز تری مغز — داد بہ خشکی و تری بوے نغز

ماند چو در جامہ سیمش مقیم — جامہ نماند کہ نماند نسیم

سیوتیِ خوش کہ کنندش گلاب — از ہمہ سو رو ہمہ روئے آب

یک گلِ بیل ودہ دیگر درون — گل ز گل و گل ز گل آید بروں

از گلِ بسیار دلش گشتہ باغ — وز خوے او در جگرِ لالہ داغ

مولسری خرد و بزرگ از ہنر — خرد و بزرگ از ہنرش بہرہ ور

بوے وے آں را کہ مغز آرمید — بوئے دگر گل نتواند کشید

پنجہ کشادہ گلِ لعل از پلہ[1] — غرق بخوں ناخنِ شیرِ یلہ

نے غلطم نافہ۔ و لے نیم خام — چیزے از و مشک دگر خوں تمام

تا کند اندر دلِ بدخواہ ریش — زاغ نشاند بسر شاخ خویش

جاے نہ در باغ ز گلہاے جاے — مرغ در افغاں کہ بگیرند جاے

از پئے گل ہر کہ بہ بستاں شتافت — ملکِ جہاں یافت اگر جاے یافت

گشت ز سر شفت گلِ زرد امزاد — گل بہ زمیں گونہ زرد وام داد

سبزہ گشتش ہمہ صحرا خرام — پر گلِ زریں شدہ صحرا تمام

غنچہ بہ بستاں زِ نم آوردہ شیر — مرغ چو طفلاں شدہ اند نفیر

---

[1] پلہ شیسو ۱۲

زاغ برفتہ زچمنہائے نو | بوم ہم آوردہ دراں زاغ رو
شارکِ رعنا بہ چمن باز خورد | چشم بر خسارۂ گل سرخ کرد
بلبلِ سرمست زنظمے کہ خواند | غنچۂ سربستہ دہن باز ماند
زاں قدحِ لالہ کہ قمری چشید | طوق گرو کرد و زگل زر کشید
کبک چو بر لالۂ کوہی گزشت | پاش چو منقار زخوں سرخ گشت
ہدہد ازاں آیۂ ہب لی کہ خواند | تاجِ سلیماں بسر خود نشاند
طوطیِ ناطق چو زباں بر کشاد | منطقِ مرغانِ خراسانش داد
فاختہ ناطق باصولِ کلام | گفت یکے صانعِ خود را مدام
رہبرِ جاں گشتہ بگلزار طیب | رہزنِ عشاق شدہ عندلیب
شاہ دریں فصل بعشرت گری | باگل و بلبل بطرب گستری
بادہ بشاخ آمدہ در گل شدہ | وز دمِ او بلبلہ بلبل شدہ
مطربِ بلبل نفس از نغمہ مست | ویں غزلش بردہ بسی راز دست

غزل

آمد بہار و شد چمن و لالہ زار خوش | وقتیست خوش بہار کہ وقتِ بہار خوش
در باغ با ترانۂ بلبل دریں ہوا | مستی خوش ست و بادہ خوش ست و خمار خوش

ــــــــــــــــ

۵۱ اشارہ بدعائے کہ سلیمان علیہ السلام فرمودہ بود کہ "ربِ ہب لی ملکاً لا ینبغی لِاحدٍ من بعدی"

مائیم و مطربے و شرابے و محرمے — جائے بزیر سایۂ شاخ چنار خوش

اے باد کاہلی مکن و سوئے دوست رو — مارا بکن ز آمدن آں نگار خوش

چیزے دگر مگوے ہمیں گو کہ در چمن — سبزہ خوش ست و آب خوش و جوئبار خوش

گر خوش کند ترا بجدیثے کہ یار کرد — پیشش مکن و بیار مشو زینہار خوش

ور بنیش کہ مست بود خفتنش مدہ — ہم ہمچنانش مست بہ نزد من آر خوش

با او در آں زماں کہ بیش راہ میدہد — بازی خوش ست و بوسہ خوش ست و کنار خوش

من مست خوش حریفیِ او یم کہ آں حریف — سر خوش خوش ست و مست خوش و ہوشیار خوش

سرو پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک — آں سرو من پیادہ خوش ست و سوار خوش

از وے خوش ست بر شکنیہا[1] نگاہ ناز — وز خسرو شکستہ فغانہائے زار خوش

صفت موسم نوروز و طرب کردن شاہ
بزم دریاؤ کف دست چو ابر نیساں

رفت چو خورشید برج حمل — نور شرف گرد بگیتی عمل

دور جہاں وز نو از سر گرفت — موسم نوروز جہاں در گرفت

شاہ دراں روز ہم از بامداد — قصر فلک مرتبہ را تاب داد

کنگرۂ قصر طرف بر طرف — تا بحمل رفتہ شرف بر شرف

۱؎ بر شکستن اعراض کردن ۱۲

صفّۂ نُہ طاق بیاراستند | پرۂ زربفتِ فلک خواستند

تخت زدند و تتق آویختند | عرشِ دگر بر زمیں انگیختند

چتر ز ہر سو بفلک سر کشید | ابر سر از شرم بجا در کشید

پنج طرف چتر چو مہرِ سپہر | شش جہت آراستہ زاں پنج[۱] مہر

ہمچو گل و سُنبل و سوریِ بید | لعل و سیہ گلگز و سبز و سپید

صفتِ چترِ سیہ کز پئے چشمِ خورشید
آں سیاہی کہ تو در خود طلبی ہست ہماں

چترِ سیہ را شبِ قدری شمار | گشتہ شبِ قدر بروز آشکار

گونۂ او زاں سیاہی شتافت | کز تہ و بالاش دو خورشید تافت

بر سرِ او سایۂ فرِّ ہماے | در تہِ او سایۂ عونِ خداے

سوختہ خود را ز تفِ آفتاب | باز رہانید جہاں را ز تاب

گرد شود سایہ چو پیرامنش | سایہ کہ گرد آورد از دامنش

تا ز پئے سایہ بشہ کرد رُوے | شاہِ جہاں گشتہ از و سایہ جوے

سایۂ او بر سرِ ہند اوفتاد | ہند شد از وے ہمہ اعظم سواد

خامۂ نقّاش بسحرِ بناں | نقش نگردہ ست سوادے چناں

---

۱ عبارت از پنج چتر ۱۲

گوہرِ آں چتر کہ بر شد بماہ		قطرۂ باراں ست ز ابرِ سیاہ

صفتِ چترِ سپید از پسِ آں چترِ سیاہ
چوں شبِ قدر و سپیدہ دمِ عید از پسِ آں

چترِ سپید آمن چرخِ اُمید		بیضۂ اسلام از و رو سپید
سقف زد در کردہ ستون از زرش		وز گہر آویزش سر تا سرش
داشتہ ابرے بستون در سما		قطرہ معلّق بمیانِ ہوا
ابر سپید و گہرِ بے بہاش		قطرۂ او داں کہ نمود از صفاش
سایہ ز خورشید بود رو سیاہ		سایۂ رویش بسفیدی چو ماہ
نور دہ و روشن و عالم فروز		چوں رُخِ خورشید گہِ نیمروز
شکلِ وے از فرقِ شہ کامیاب		پارۂ نورے ہم ازاں آفتاب
از بر خورشید سرش بر گذشت		جامہ سفیدش ہم ازاں چشمہ گشت
چترِ سیہ کرد سوادے پدید		ویں بہ بیاض از سببِ و رسید
ماہِ دو ہفتہ کہ مدوّر نشان ست		عکسِ وے از آئینۂ آسماں ست

صفتِ چتر کہ لعل ست چو خورشیدِ صبح
بلکہ ہست او شفق و صُبحِ جمالِ سُلطاں

چترِ دگر روشن و خورشید تاب		لعل و منوّر چو بصُبح آفتاب

نه فلک از پیش روی در پیش | خوانده کواکب فلکِ اطلسش

سود سرش بر فلکِ سبز دوام | گشت فلک سرخ و شفق یافت نام

از رخِ سرخ شه رنگ چو دریوزه کرد | پشت بنه قبهٔ فیرون کرد

ابر نبارد چو شود لعل کار | او شده ابرے که بود لعل بار

روشن بسرخی چو گلِ تر شده | سرخیِ روے همه کشور شده

سرخیِ او تا ز فلک برگذشت | دیدۂ خورشید و سرخ گشت

معدنی و معدنِ یاقوت و دُر | معدنِ او گشته ز یاقوت پُر

چترِ سیه را همه تن مشک دید | خونِ خود از غیرتِ او خشک دید

لعل که آویخته گشت از برش | خونِ چکاں ست ز رنگِ ترش

صفتِ چتر که سبز ست ز سرسبزیِ شاه
برگِ نیلوفری اندر سرِ دریاے رواں

چترِ دگر همچو فلک سبز رنگ | بسته از و چشمهٔ خورشید رنگ

اطلسِ او سبز تر از آسماں | موجبِ سرسبزیِ شاهِ جهاں

سبز درختے ز گهر یافته | سایه ز حق بر سرِ شه تافته

سائیه او گشت چو صحرانشین | سبزه زمرد شده اندر زمین

طرفه درختے که چو آید ببار | بر دهد جز گهرِ شاهوار

پرتوِ او ماند بجائے کہ دیر — مہر بر آں خاک نتابد دلیر

پیشِ وے از شرمِ سپہرِ کبود — نیمۂ کامل بزمیں شد فرود

کلّہ او گشت چو با چرخ جفت — در غلط افتاد دہبانی و گفت

چترِ شہ آں ست کہ شد چرخِ ماہ — چرخِ مہ این ست کہ شد چترِ شاہ

دید سپہرش چو بداں نیکوئی — گفت کہ یارب منم و یا توئی

تو بسرِ شاہ و من اندر محن — یکنفسے چرخِ تو شو چترِ من

صفتِ چتر کہ گل گر شدہ از گل گرِ او
بر سرِ شاہ ز گل سایہ کند تابستاں

چترِ دگر گلِ گرز[1] و گلگوں چو زر — چوبِ وے اکسونِ فلک کردہ گز

یک گلِ وے بر ہفت فلک پردہ پوش — شہ شدہ در سایۂ گل بادہ نوش

کرد گلی رنگ دلِ مل شدہ — مرغ چو بلبل بسرِ گل شدہ

سایہ اش آں جا کہ فتد بر زمیں — گل بدمد گز بگز اندر زمیں

بر سرِ مہ کردہ نہ گل خرمنے — گشتہ معلّق بہوا گلشنے

گردِ رخِ شاہ چو جولاں نمود — گل[2] کہ مہتاب دمد آں نمود

---

[1] گز بفتح جنس از ابریشم لغتے تست در قرات گز بکاف فارسی لہجہ بدان گز کنند و جامہ پیمایش نمایند و تیر بے پر دنام درختے کہ عرب آں طرفا و ہند جھاؤ نامند ۱۲ [2] چتر را بمنزلۂ گل کرد و روی بادشاہ را نسبت بماہ کردند ۱۲

داد بخورشید فلک پایگی
خاصه برای حقِ همسایگی

پشتِ وی از بارِ گهر خم زده
چون سحرِ گلشنِ شبنم زده

گوئی از انجم همه گُل چیده ماه
دوخته و ساخته زان چترِ شاه

خامه بسی نقشِ تر انگیخته
رنگی ازان گونه نیامیخته

جامه چنان رنگ نیارد پدید
خامه چنان نقش نیارد کشید

وصفِ دُور باش که نزدیک شد از هیبتِ شاه
گنگ ماندست زحیرت نکند کارِ زبان

روی بر و آئینهٔ دُورباش
گاه گهر سنج گهی نور پاش

از دو طرف رفته به پهلوی شاه
گوهرِ شان گوهرِ بازوی شاه

تیغ زبان آخته چون بید برگ[۵]
در دلِ بدخواه زبان گیر مرگ

ز آبِ گهر جوشنِ شان پُر شده
ریخته دستارچه پُر در شده

زان سرِ دستارچهٔ بی بها
در دلِ بدخواه بسی ریشها

دستهٔ شان فرقِ سران کرده کوب
بسته بزر چوب ز تعظیم چوب

وان دو کرگ از دو طرف چون دو شیر
باد بجنبید ز دو سوش دلیر

گرگس آن جا پرد اندر هوا
در رود اندر دهنِ اژدها

---

۵ بید برگ جنس از پیکانِ تیر ۱۲

کردہ بجائے کہ سہ پایہ بہ فرش　　کرسیِ نو ساختہ پہلوے عرش

گاہِ نبردش بزبان کار داد　　جانِ بداندیش بجاندار داد

حربۂ جاندار شدہ جاں خراش　　در جگرِ خصم زبانِ دورباش

دستِ سلاحی شدہ شمشیر سنج　　دستِ وے از بارِ گہر زیرِ گنج

صفتِ تیغ کہ با خصم نیامش گوید
کہ زبہرِ تو فرو چیند برم آب[1] دہاں

قطرۂ آبی کہ بہنگامِ غرق　　بگذرد از گردن و آنگہ ز فرق

او بخوشی خفتہ میانِ نیام　　خوابِ مخالف شدہ ازوی حرام

شعلۂ آتش بزباں آوری　　ز آہن و سنگ آمدہ در داوری

آبِ ورا گوہرِ نصرت بہ پشت　　آہنِ او را زرِ عالم بمشت

قیمتِ زر بیشتر از آہن ست　　لیک زر را ز آہنِ او روشن ست

آہنش ار نیست قوی تر ز زر　　ہرچہ زر بستہ بہ پیشش کمر

پارۂ آہن کہ بزر درخور ست　　حرمتِ آہن نہ از آنِ زر ست

از تنِ بدخواہ کشد گاہِ کار　　رشتۂ رگ در گہرِ شاہوار

گردنِ دشمن زند با سر بہم　　مہرہ در آمیختہ گوہر بہم

---

[1] یعنی آدمی چوں چیزے ترش و شیریں می بیند دہن پر آب میگردد ہمچناں دیدن خصم نیام را دہن پر آب میگردد و آب عبارت از تیغ ست ۱۲

هندیِ گرگشته با سلام راست | یافته از شاهِ جهان دست راست

صفتِ چرخِ کمانے کہ بیاز دی شہ است

نیم چرخ ست کہ او نام نہادست کماں

تُرکِ کماندار کمانے بدست | کز خمِ او چرخ شده در شکست
از هنر و علم کنندش چو زه | افگند از ناز در ابرو گره
هست گرش علم بداند کسے | علم بدست آرکه هست او بسے
مانده بپایے بکشاکش اسیر | ناآمده از کش مکش اندر نفیر
گوشهٔ خانه زکشاکش دوال | خانه بجا ماندهٔ و تیرش روال
خانه دو دارد بجهان خرمی | تیرزنی[1] خانه بدان محکمی
تا کند اندر دلِ بدخواه ریش | زاغ[2] نشانده بسرِ شاخِ خویش
هرچه بود خشک بیابش آب | ترشد[3] از و آب نه بینی بخواب
زشت بود آب چو بر وے گذشت | زشت تر آنگاه که بے آب گشت
چوں کشندش عرق خداوندِ او | ماه شود بستهٔ پابندِ او
چوں زهنر بر کفِ شاهاں نشست | زه کندش هر که بود زود دست

---

[1] چوب که در ته تیر می باشد او را تیر نیزی گویند۔ هندی کرنی ۱۲

[2] زاغ رمز از تیر زیرا که لازمه زاغ پریدن ست و تیر نیز می پرد ۱۲

[3] اگر تر شد ۱۲

صفتِ تیر کہ بارانش بغایت سخت نیست

سخت بارانی در تیر مہ و در نیساں

تیرِ پلنگ افگن و آہو شکار / وز دلِ دشمن شدہ سنداں گذار

گاہِ پریدن چو عقابی درشت / کردہ ز خوں کرگسِ پر سرخ پشت

پیسہ عقابی کہ چو ماہی نشست / جستہ براں گونہ کہ ماہی بجست

نے غلطم پیسہ نشد تیر راست / پیسگی از دستۂ شمشیر خاست

در سرِ پالش دو گرہ جاے گیر / زاں دو گرہ ماند عقاباں اسیر

راند چو بر رشتۂ ہوا تیز گام / از گرہ گز کرد فلک را تمام

بیلکِ سوزاں بسرِ دے زدہ / شعلۂ آتش بسرِ نے زدہ

ہست نئ خشک عدو را امید / زو ہمہ سوری بود و برگِ بید

سوے عدو نے بدر آرا شدہ / در زدنِ چشم گذارا شدہ

دیدہ ز شمشیر بسے سرزنش / جانِ عدو کند بگاہ کنش

از پے فرمانِ نگہبانِ خویش / نامہ کشی کرد چو پیکانِ خویش

تیر گرش کرد چو سوفار ساز / گشتہ ز دستش سرِ سوفار باز

بود چپ و راست بہ پیشِ سریر / رمح و سپر تابد و پرتابِ تیر

میمنہ بگرفتہ سپرہا سیاہ / راست بداں گونہ کہ گیرند ماہ

دینۂ شاہاں ز سیاہیِ خویش / داد سپرہاے سیاہش بہ پیش

بر سپر لعل شده مهره | لعلی و زردیش همه یکسره
چون گل سوری شده گرد پهن | لعل تر از لاله بروی چمن
نیزه شده از سپر آراسته | راست چو تیر از سه پر آراسته
نیزهٔ والا ز سمک تا سماک | رامح و اعزل شده بر روی خاک

صفت رایت لعل و سیه اندر سر شاه گشته خورشید میان شفق و شام نهان

از دو طرف رایت لعل و سیاه | سایه رسانیده ز ماهی بماه
ماهی تو ماه نو انگیخته | ماهی و مه را بهم آمیخته
یک دو هزار اسپ مرصع ستام | از دم خود بسته صبا را بدام
زین ز زر خویش که عالم فروخت | کرده هم از آتش خود سیم سوخت
میمنه جلها سپه انداخته | آتشی از دود سلب ساخته
از پس اسپان صف صد پیل مست | ابر هوا کرده بصحرا نشست
قلعهٔ آهن ته برگستوان | قلعه بجا مانده ستونش روان
باغ زر آراسته شد جای بار | کرده برو ابر جواهر نثار
سبزه زمرد همه ریحانیش | سیم نبات گل بستانیش

---

۵ سماک رامح و سماک اعزل نام ستارگان که ایشان را اسماکان گویند ۱۲

از دُر و یاقوت درختان فراخ ‌ مُرغ ز زر ساختہ بالاے شاخ

شاخ تو گوئی کہ بخواہد چکید ‌ مُرغ تو دانی کہ بخواہد پرید

ہر چہ گزشتی ز گلستانِ زر ‌ خوشتر ازاں کردہ بہارے دگر

ساختہ از موم بسے نخلِ چست ‌ کاں بجز از موم نیاید درست

باغِ سوم چوں گزری زین دو باغ ‌ یافتہ از لالہ و ریحاں فراغ

بستہ بسے دستۂ گل دل فریب ‌ کوششِ صد دستہ نمودہ بزیب

یافتہ سبزہ ز چمنہا درود ‌ ہر درود آمدہ آں جا فرود

غنچہ کہ دل بستہ بشاخِ چمن ‌ ہم بگسست از پئے آں انجمن

بید کہ تیغ از طرفِ گل کشید ‌ ہم ببرید از چمن آں جا رسید

قصرِ ہمایوں ز زمین تا سماک ‌ زیورِ زر بستہ چو فردوسِ پاک

پرّہ بزر دوختہ ہر دامنے ‌ تا شدہ بے دوخت سرِ سوزنے

اطلسِ زربفت بدیوارِ سنگ ‌ داد بہر سنگ ز یاقوت رنگ

کردہ مسلسل ز گہر بوریا ‌ کاں ز رشش خواند فلک بی ریا

خاک ازاں مفرش زر یافتہ ‌ خلعتِ نوروز ز زرش یافتہ

جشن چو آراستہ شد یکسرہ ‌ از دو طرف میمنہ و میسرہ

شاہِ جہاں نشستہ بزریں سریر ‌ چشمِ بداں دوخت ز قدّے چو تیر

تاج بسر کردہ چگویم چہ تاج ‌ قیمتِ او ہر دو جہاں را خراج

چرخ قبائے ز گہر یافتہ — کردہ بسے صنعتِ زر بافتہ

آبِ دُر از تاج و قبا و کمر — تا بکمر تا بگلو تا بہ سَر

تن چو در آں خلعتِ روشن گرفت — خونِ یواقیت بگردن گرفت

بستہ چو جوزا کمرِ زر دو روئے — لعل بخورشید سپرد از دو سوے

ہر کہ نظر کرد بروئیش ز دُور — عطسہ در آمد بدماغش ز نور

جنبشِ سہم الحشم از ہر کراں — سہم زناں بر حشمِ اختراں

قوقۂ چاؤش کلہ در شدہ — یکسرہ بر صد سرِ شاں بر شدہ

ساختہ بالائے کلہ جایگاہ — نادرہ باشد کلہے بر کلاہ

شحنۂ بار آمد و صف راست کرد — ترکِ فلک ہیبت از و خواست کرد

تیغ زناں دست چپ و دست راست — ہر دو صف از صف شکناں گشتہ راست

نعرۂ حُجّاب کہ دو در از میان — آبِ کیاں ریخت بہ پیشِ کیاں

گر مگسے پر زد از اں پیش و پس — خستہ شد از تیغ چو پرِ مگس

پیش کشیدند گراں تا گراں — خدمتیِ[1] ہر ہمہ خدمت گراں

گشتہ پر از نافۂ چینی زمیں — بادشد از نافِ زمیں نافہ چیں

چرخِ کمانہاے سزا دادہ رہ — برمہِ[2] نو کردہ زابرو گرہ

تیر کہ بکشاد بسے بستہا — در ہنرش بستہ شدہ دستہا

---

[1] خدمتی پیشکش و نذر ۱۲ [2] اے برماہ تکبر و فخر کرد و ماہ را کمینہ دانست ۱۲

دست بدست آشکرهٔ کامگار — گو برسد دست بدست از شکار
بازِ سپید آفت طاؤس و قاز — چرغ کزو بسته شده چشمِ باز
شیرِ فلک صید که شاهینش نام — آن که سزد بازِ سپهرش غلام
جامهٔ زر دوخت بقیمت گران — دوخته چشمِ همه قیمت گران
جامِ زر و نقره بباغِ امید — کرده عیان لالهٔ سُرخ و سپید
کشتی کز نقره و از زر بود — عمر بران خوش گذرد گر بود
زین همه چون برگذری بادپای — کز تگِ شان باد بماند بجای
هر یک از آن تیز تگ و خوش خرام — قطع زمین کرده به تیزیِ گام
صورتِ تازی زده گوشش نهد — چشمِ جهان گوش به تیزی نهد
عرضه کنان حمله بافگندگی — خدمتیِ خود ز سرِ بندگی
جامِ زر و جامهٔ گوهر نگار — بود ز هر جنس برون از شمار
مردِ محاسب بشمارے که خواست — بیشتر از دستِ چپ آورد راست
بس که فرو رفت بسودا قلم — مجمره سر باز نماند از رقم
حاجبِ قصّال چو قمری و سار — نغزِ نوا گشته ز فصلِ بهار
تا بشب آن روزِ دگر روز هم — کم نه شد آن خدمتے از بیش و کم
شب چو بر آئینِ بهارِ زمین — کرد هوا پر ز گل و یاسمین
شاه بخلوتگهِ دولت شتافت — خلوت ازو دولتِ جاوید یافت

رفت بخلوت درِ دولت کشاد | خلوتیاں را بہ نہاں بار داد

کرد رواں بر کفِ چوں لالہ زار | بادۂ گلرنگ بوئے بہار

بزم کہ از خلدِ بریں دست برد | تشنگیِ خلد بساقی سپرد

شاہ بہر جرعہ کہ بر خاک ریخت | در جگرِ خاک دُرِ پاک ریخت

از ہوسِ جرعۂ شہ در مغاک | العطش آواز برآمد ز خاک

ریخت بسے رشتۂ درِّ ثمیں | گشت بیک رشتہ سرشتہ زمیں

موسمِ نو روز ہوائے شراب | شاہِ جہاں مست و مخالف خراب

جام ہمی خورد ہمی بود شاد | شاد ہمی کرد جہاں را بداد

ہر چہ زر و جامۂ نوروز بود | توسنِ تندش ادب آموز بود

بخشش خود کرد ز اندازہ بیش | باز بدو داد کہ آورد پیش

ہر کہ چو گل کرد بہ بزمش گذر | بُرد بسے دامنِ پُر سیم و زر

زر بخوشی داد شمارے نبود | خوشتر ازاں ہیچ بہارے نبود

بادِ شگفتہ گلِ بخشش مدام | بادۂ گل بوئے مدامش بجام

نغمہ زنش زہرۂ پردہ شناس | نغمہ گری کردہ بچندیں سپاس

یافتہ در گوشِ ہمایونش جائے | ایں غزل از مطربِ بربط سرائے

غزل

گل امروز آخریں شب برخاست | بجامِ لالہ مجلس را بیاراست

نشسته سبزه زیں سو در چپِ گل | ستاده سرو زاں سو جانبِ راست
صبا می رفت و نرگس از غنودن | بہر سوئے ہمی افتاد و می خاست
من اندر باغ بودم خفته بایار | بنام ایزد چو ماہِ بے کم و کاست
چو رفتن خواست از پہلوئے خسرو | برآمد از دلم فریاد بے خواست

عزمِ سلطاں بسوئے ہند بپایانِ بہار
راندن از شہر چو انبوہِ گل از بستاں

چوں حمل رفت شہِ آفتاب | پخت ہمہ دانہ پروین ز تاب
از شرفِ خویش بروں راند رخش | وز شرفِ ماہ طلب کرد بخش
نقطہ پرکار حمل را گذاشت | چوں حمل از نقطہ نشانے نداشت
رفت جہاں را ز عدالت مزاج | جست ز آغازِ حرارت علاج
کشتِ ربیعی بدرود او فتاد | مرغ بہر کشت فرود او فتاد
خوشہ پُر شد بہ تواضع گری | خوشہ خالی بزبان آوری
خوشہ ز پیری چو شد اندر سلام | از ہمہ کس یافت درودے تمام
از پئے کلمرغ[۱] جہاں می گذاشت | خوشہ گندم بزبانش بداشت
سینہ کنجشک بجائے درد | گشت پُر از گندم و جو بجو

---

۱ کلمرغ بکاف تازی نوعیست از کرگس شوخ سر کہ بر سرش پر نباشد ۱۲

خرمنِ دهقان بفلک سر کشید — سنبله در تودهٔ خود در کشید

سبزه در پاش زمرّد نمائے — کاه شد از زردی بل کهربائے

سر بسر از حکمِ گلستان نبرد — نعمتِ دیدار غنیمت شمرد

هر چه گل آخر شد و عمرش گزشت — اوّلِ عمرِ شہِ آفاق گشت

شاه بر آئینِ خود از جامِ جم — خون بداندیش همی کرد کم

پے بہ پے از شرق خبر می رسید — وین خبر از هر همه بر می رسید

مصلحتِ ملک ز رائے درست — هر چه صواب است همی باز جست

گر ز پئے آن کار بتدبیرِ خویش — حیله چه سازد که بخیزد ز پیش

خود کمرِ کینه کند استوار — باز پئے رزم فرستد سوار

کار شناسی که دران راز بود — پرده ز تدبیر برانداخت زود

گفت که از صد سپہ کینه خواه — آن نه سزد کز تنِ تنهائے شاه

لشکرِ شه گر چه بود فتح یاب — شاه بباید ز پئے فتح باب

گر چه که سیاره بود شب فروز — لیک ز خورشید توان یافت روز

گر چه که صد جوئے بیک جا شود — سیل شود لیک نه دریا شود

شاه در آئینهٔ رائے منیر — نقش همان دید و ندیدش گزیر

در وسطِ ماهِ ربیعِ نخست — عزمِ سفر کرد بمشرق درست

صبح چو بر زد علمِ آفتاب — لشکرِ سیاره فرو شد بآب

کوسِ عزیمت زد شهریار — لرزه درآورد بروئین حصار

دمدمه را کرد دمامه بلند — دم بدمِ نای دمادم فگند

کوچ سپه کرد شه از شهرِ نو — داد جهان را ز ظفر بهرِ نو

لشکری از ذرّهٔ خورشید بیش — ذره بدنباله و خورشید پیش

از اثرِ جوشش چنان لشکری — لرزه اثر کرد بتحت الثری

کرّهٔ گل شد چو فلک بیقرار — کرّهٔ گل گشته فلک از غبار

از سُمِ اسپاں کہ زمین کرد چاک — کوه درآمد بتزلزل چو خاک

یافت سراپرده در آں جا مقام — دشت درآمد ز رسنها بدام

گردِ سراپردهٔ صحرانشین — دست زد اوتاد بحبل المتین

باز همه رسمِ خوشی ساز کرد — زد همه عالم خوشی آغاز کرد

باده فرو ریخت بجامِ طرب — جرعه بنوشید زمین با ادب

هرچه زمین در شکمِ گنج سنج — خاک بسر کرده همی خورد گنج

خاک بهر جرعه کز آں جا چشید — زر همه از پردهٔ صحرا کشید

بود در آں مجلسِ فرّخ اثر — گنج همه زیرِ زمین بر زبر

خاک نگر تخته دگرگون گرفت — کز تهِ گل زر همه بیرون گرفت

شاه بدولت خوش و عالم بکام — از خوی پیشانیِ گل گشته جام

جام چو بر دستِ شه آورد پای — غرقِ عرق ماند ز هیبت بجای

گرچه همی خورد بسے جام بخت | هم بتغافل نه مبدا از کار تخت

مست نمی شد که ز رائے صواب | عقل زبردست شدش بر شراب

مستی او مایهٔ هشیاریش | خفته همه خلق ز بیداریش

خواست گلِ فتح بهندوستان | لاله شگفتش ز دگر بوستان

لشکرِ کافر کُشش بالا نورد | از عقبِ کوچ در آمد چو گرد

باربک آمد ز مصافِ مغل | بسته گلوهائے مغل را به غل

طوق بگردن همه چون فاخته | غلغلے اندر گلو انداخته

در خمِ هر سلسله صد سگ اسیر | سلسله از حلقِ سگان در نفیر

اسپ تتاری که بدندانِ تیز | بر کند از شاخِ گیا رستخیز

شیرِ پهن سینه و کوتاه دم | سوده سرِ گاوِ زمین زیرِ سم

شاه بدان مژدهٔ دولت که یافت | باده طلب کرد و بمجلس شتافت

ز اوّلِ روزش ز طرب تا بشام | دور نشد مے ز کف و لب ز جام

خورد مے و گنج بمحتاج داد | بس گهر و زر که بتاراج داد

گاه بهر جرعه گهرے فشاند | گاه بهر زمزمه زرے فشاند

عمرِ ابد باد بعیش اندرش | وین غزل اندر لب خنیاگرش

غزل

دوش ناگه بمنِ دل شده آں مه برسید | دل بمقصودِ خود المنة لله برسید

باز می گفتم و افسانۂ ہجراں با خویش | تا بداں لحظہ کہ بالاے سرم مہ برسید
از پئے کوری آں کس کہ نیارد دیدن | قرۂ نورِ بصر بر منِ اکمہ برسید
آمد آں روشنیِ چشم باستقبالش | مردمِ دیدہ دواں تا بسرِ رہ برسید
آمد آں سادہ زنخ برمنِ بیہوش ز آب | بر سرِ تشنہ نگہ کن کہ چہ ساں چہ برسید
گریہ بر سوزِ منش آمد و بر سوختگاں | ایں چہ بارانِ کرم بود کہ ناگہ برسید
دل شد از منِ بیمار و بپرسش نامد | چوں خبر یافت کہ جاں می دہم آنگہ برسید
می کشیدم سرِ زلفش ز قفا جانبِ روے | تا شبِ تیرہ بنزدیکِ سحر گہ برسید
خسروا اگر رسد ابلہ بہ بہشت ایں چہ عجب | عجب ایں بیں کہ بہشتی بتو ابلہ برسید

ذکر باز آمدنِ قلب شہ از قتلِ مغل
ہمچو گرگاں زرمہ یا علمِ از برخاں

صبح چو بر شد بسریرِ سپہر | کرد کشادہ بجہاں چشمِ مہر
بارِ گراں دادہ فلک را ز گنج | تا فلک از بارِ زر آمد برنج
شاہِ فلک مرتبۂ گنج بار | داد برا ورنگ چو خورشید بار
مہ ز فلک چترکشِ شاہ شد | چتر ہمسائیگیِ ماہ شد
صف بکشیدند ملوک از دو سوے | ہر ہمہ بکردیہ شدند از دو روے
طبل زناں باربک و لشکرش | وانچہ بد از لشکرِ شہ یا درش

آمده پیرامن داخل ستاد — شد علمِ داخل از و پُر ز باد

رمل صفت لشکر و چمتره[1] علم — داخلِ نصرت شده از وی حشم

چوں گره بر کوسِ مسین داد بوس — ز دمِ او باد زِ روئینه کوس

کوفت چو آں کوسِ شغبناک را — گوش فتاد اشترِ افلاک[2] را

از سرِ داخل یلِ[3] کافر شکن — گشت پیاده چو گل اندر چمن

داد شهش خلعتِ گلگوں ببر — گل ز زرِ دشبنمِ او از گہر

قند زِ زرّیں چو فلک مو بمو — فرق بموئے ز فلک تا بدو

جامۂ خز، جوہرِ شل از جفت طاق — جوہرِ فرد در آمن بالاتفاق

جوہرِ[4] آں جنز و کہ فردش لقب — یافتہ تقسیم بجنز و ایں عجب

در صفِ داد حملہ سرانِ نبرد — زنگ بہ رنگ از سلبِ سُرخ و زرد

موے میانِ دُر کمر زر شده — رشتہ بیاقوت و گہر در شده

ہر چہ کہ بودند امیرانِ شاه — ہر ہمہ در سرخ چو خورشید و ماه

کارگزاری کہ بقیمت گراں — جائی کارگزارانِ جہاں

بسکہ خوے داد خوی از تن بُرد — آب چکید از تنِ خوے آب گوں

---

[1] بزبانِ ترکی سُرخ علم ۱۲ [2] فلک را بوجہ کوزہ پشتی بہ اشتر ہم تشبیہ دہند ۱۲

[3] پہلوان دلیر مبارز ۱۲

[4] جوہرِ آں جنز کہ لقبِ او فرد ست ۱۲

صاجی از موج بر آب دگر — برتنِ دریا صفتانش گزر

خاره بر اندامِ کسے خود نه سود — معدنِ لعل کم از خاره بود

جمعی ازیں گونه کم آراسته — چشمِ بد از دیدنِ آن کاسته

صف زده با تیغ زنان دگوال — گشته بدرگاهِ شهنشه روال

بانگ بر آمد ز نقیبانِ بار — پرده بر انداخت ز در پرده دار

راستی آمد بمقامِ لعال — کرد بسجده قدِ خود را هلال

هر کس ازاں سجده که حالی نمود — صورتِ آں صورتِ قالی نمود

زاهلِ سپه تا بخداوند کوس — یافت همه کس شرفِ دست بوس

از پسِ آں خدمتی آمد به پیش — هدیهٔ شاهانه زاندازه بیش

جام زر و جامهٔ زریں علم — با تحف و اسپ و طرائف بهم

حاجب فصل آمد و تفصیل داد — کرد مفصّل همه در فصل یاد

خدمتی اندر محلِ عرض گاه — گشت چو مقبول با قبالِ شاه

عرض در آمد با سیرانِ رزم — کز پیٔ شاں لشکرِ شه کرد عزم

کافرِ تا تار برون از هزار — کرده دگر گونه با شتر سوار

سخت سرانی بوغا سخت کوش — هر همه پولاد تن و پنبه پوش

روئے چو آتش کله از پشم پیش — آتشِ سوزاں شده با پشمِ خویش

سر تراشیده ز بهرِ قلم — زاں قلم انگیخته خذلاں رقم

رخنه شده طشتِ مس از چشم تنگ | دیده در انداخته در رخنه سنگ
زشت ترا از زنگ شده بوی شاں | پست ترا ز پشت شده روی شاں
چہرۂ شان دبہ نم یافته | جاے بجا کنجلک و خم یافته
از رخ تا رخ شده بینی بهن | واز کله تا کله لبالب دهن
بینیِ پُر رخنه چو گورِ خراب | یا چو تنورے که ز طوفانِ آب
موے ز بینی شده بر لب فراز | سبلتِ شاں گشته بغایت دراز
ریش نه پیرامنِ چاهِ زنخ | سبزه کجا بر دمد از روئے تخ
گرد زنخ شاں ز محاسن کنار | اهلِ زنخ را بمحاسن چه کار
سبلتِ چوں سیخ چو تتماج روے | رشته همه نعمتِ شاں در گلوے
از سپشان سینه سفید و سیاه | کاشته کنجد بزمینِ تباه
روغن اگر خلق ز کنجد چشید | کنجدِ شاں روغن ازیشاں کشید
بر تنِ شاں از سپشِ بے شمار | پشت چو کیمخت شده دانه دار
پشت چو کیمخت سزاے درش | چرم قفا گاه سزاوار کفش
نیم تن از موے بره در خراش | نیم سر از نیم سپش در تراش
بیرقِ لعنت ز سر افراخته | پرچم و طاسیش ز سر ساخته
خورده سگ و خوک بدندانِ بد | هر همه دندان خرد کی خرد

---

۱ قومی از مغلاں ۱۲ ۲ پرچم قبه را گویند یعنی بیرق ایشاں همیں سر ایشاں بود ۱۲
۳ دنداں خرد که آں را در عربی ضرس العقل و در هندی عقل داڑھ گویند ۱۲

گشت یلی گو همه بربانگ نے | همچو زناں نوحه کناں پے بہ پے
از روشِ موئے شناں پرورش | از غش و پاشنِ سنسن خورش
قصه شنیدم هم ازایشاں که گر | ایں یکے بندِ سقے بخورد آں دگر
خوردنِ سقے را چو پے اندر زدند | عیب نگیرم که بترک سقے اند
عازنگر نام ولایت
مائده شاں از خورشِ زشت قے | داں که به بنید قیش آید پے
اصل ز سگ لیک بزرگ استخواں | گربۂ یخی نشده بررسے خواں
کوه نشانے نشتر کرده جاے | کوه شده برسرِ کوهاں بپاے
شبه یعجب زاں همه روهای زشت | کایزد شاں زاتشِ دوزخ سرشت
دیو سپید آمن هر یک بروئے | خلق بلا حول زهر جا بسوے
رخت چو بربست اسیرانِ بار | در عددِ کشته در آمد شمار
سر بسر نیزه بسے داشته | سر ز پسِ مردگی افراشته
نیزه سرافراخته از حد برول | بیشتر از نی بہ نیستاں درول
پوست درون کرده پر از کہ بسے | از خسے افتاده بدیگر خسے
برسرِ چوبے سر یہ کہ شده | سلخ براں غرّه موجبه شده
چوں سخن از سرزدگان قطع گشت | پیچشِ سررشته بپایاں گذشت
اسپ چه گویم همه تا تاری اصل | بند به بندش بهنر کرده وصل

---

۵ یلی گو یا یلی زن سرائنده و خواننده ۱۲ ۵ هرسه انواع گیاه بسیار بدطعم و زشت بو ۱۲

گوش سناں ساختہ پرچم ز موے — پرچم سر بستہ بہ زیر گلوے

کاسہ سمانی ہمہ صحرا نوش — تلخ کمیتانِ بر آوردہ جوش

سخت چو سنگے تنِ کشتی نمائے — کشتیِ سنگی و بآب آشنائے

چوب شدہ از روشِ ذی قیاس — کرسیِ چوبیں شدہ زیرِ پلاس

باد بہمراہیِ شاں گشتہ لنگ — یافت زہر پائے عصائے بجنگ

چوں بگیا در زدہ دندانِ پیش — بیخ زمیں کندہ ز دندانِ خویش

لقمہ شود کوہ بمیدانِ شاں — سنگ نیاید تہِ دندانِ شاں

چوں فرس افسار بآخور سپرد — میر سلاح اسلحہ رایش برد

تیر و کماں را چہ تواں وصف کرد — بر سرِ پیکاں[۱] ز بلا آب خورد

بیلکِ شاں از سرِ چوبِ سپید — برگ بروں آمد از شاخِ بید

یافتہ از کلک خطائے عطا — وصل خطا کردہ و دور از خطا

سخت کمانہائے تتاری شکنج — آمدہ از چوب[۲] آتابک برنج

ہر کہ بہر گوشۂ او خانہ ساز — خانہ شدہ کوتہ و گوشہ دراز

بود نہ چنداں کہ تواں برشمرد — رفت سلاحی بسلح خانہ برد

آمدہ فتح چو از پیش رفت — ہر گہرے در محلِ خویش رفت

پیل طلب کردہ شہِ پیل زور — کاورد آں بے مگاں را بشور

---

۱ پیکان آبِ بلا خوردہ بود ندیدہ بیلک مصغر تیر شکاری و بیلک بلغار لغتے ازد ۱۲

۲ چوب اتابک چوبے کہ بدو گردشِ کمان راس کنند ۱۲

گشت روان گُرّه[1] پیل از شکوه — خاک بلرزید و بجنبید کوه

پاے کشاں شد جل زرّینه طرز — دامن کهسار درآمد بلرز

هر یک ازیں گنبد رنگیں بپائے — در رخ صحرا شده گنبد نماے

تا شِ به پیشِ نظر آید بدی — گور کند زیر چناں گنبدی

از دهل هندی و از کرنائے — وز شغب طاس و نفیر دراے

شد همه روے زمیں اندر خروش — در سرِ هر پیل[2] گراں گشت گوش

پیل کزاں غلغله آواز داد — کوه تو گوئی که صدا[3] باز داد

پیکر شاں پیش شه ارجمند — بست سدے پیش سکندر بلند

شاه بفرمود که بردند پیش — گاو قوی هیکل و نرگاو میش

بسته فگندند دو گاو نر بهم — پشتِ زمیں شد زگرانی بخم

پیل بیک حمله که جنبش نمود — هر دو بیک گوشهٔ دنداں ربود

بلک بدنداں چو یکیں در گرفت — گاو زمیں را ز زمیں برگرفت

گاو کزاں کوه ببالا پرید — چوں بر کوهی به بلندی رسید

دور چو بگذشت زگاو میش و گاو — شد بجبر[4] افسار مغل کاو کاو

رشته که دادند بدیناں دراز — رشته گره هاے دگر کرده باز

---

[1] یعنی جست ۱۲ [2] یعنی هر پیل کر شد ۱۲ [3] آوازے را که از کوه و گنبد باز آید صدا خوانند ۱۲ [4] خر افسار رسنیکه در گردن سگ وغیره بندند ۱۲

هر گرهے سخت کزاں رشته داد — پیل بدنداں گرہش بر کشاد

خرد شدند از تهِ کوهِ گراں — گرچه که بودند بزرگ استخواں

پشت به پشت ارچه که از بهر جنگ — آمده بودند کمر بسته تنگ

گشته هماں نوع شده تن بتن — بسته گره پشت بپشت از رسن

شاه بفرمود که ده گاں هم — سخت به بندند شکم بر شکم

پیل کزاں جمله بروں تاختند — آں همه را پیش وے انداختند

تن بزمیں کرد ز مالشش[1] رحیل — سر بهوا رفت چو بالشت[2] پیل

گر سر و پاشاں ببریدی ز پیش — فال گرفتندے ز احوال خویش

فال نگه کن که کجا سر کشید — واں سر و پا بیں که کجا ها رسید

چوں تنهٔ چند ز امیر صده — دست اجل داد بدام و دده

وانچه دگر ماند شهنشاه دهر — کرد رواں از پئے تشهیر شهر

روز بداں مشغله مشغول بود — گاه کرم گاه سیاست نمود

چوں فلک از شیشهٔ خود گاهِ شام — جام فرو برده بدور مدام

هم بفرو بردن جام از دروں — داد همه گوهر خود را بروں

شاه طلب کرد شراب رحیق — شیشه در آمیخت گهر با عقیق

شد لب قرابهٔ مے خوں فشاں — گشته رگ چنگ بجوشش کشاں

---

[1] یعنی از مالیدن پیلاں ۱۲ [2] تکیه، در اوائل پیلاں را تعلیم به بر انداختن تکیه می کنند ۱۲

ترّی نم گشته مرکّب برود — نام ترنّم شدش اندر سرود
نور نشاط از افق جام تافت — شه زمی وے زلبش کام یافت
باد همه وقت بشادی و ناز — باده کش و خصم کش و بزم ساز
گفت همی زهرهٔ بربط زنش — این غزل تر ز زبانِ منش

غزل

تیغ برگیر تا ز سر برهم — تیر بکشائے کز نظر برهم
آشکارم بکش که تا بارے — هم ز سر هم ز درد سر برهم
خشم کن تا بمیرم اندر حال[1] — از تو وز خویشتن مگر برهم
با خودم جرعهٔ ببخش از لب — تا ازین عقلِ حیله گر برهم
بی تو دایم چگونه باید زیست — اگر از مرگ بیشتر برهم
گفتیم خوش بزی و عشق مباز — زنده از دستِ تو اگر برهم
وه[2] که شب درمیان کنم هردم — از تو روزے که ای پسر برهم
جور کردی باه رخصت ده — بو که از سوزشِ جگر برهم
غمِ خسرو بگو میت که اگر — از رقیبانِ بے هنر برهم

---

[1] اے علی الفور و بلا تاخیر ۱۲

[2] کلمهٔ تعجب ۱۲

نامزد گشتن لشکر بہزیک سوے اودھ

صد سرِ افرازِ ملک باربک اندر سرِ شاں

کرد چو شب نوبت خود را تمام — صبح[۵۱] دہل برد ببالاے بام

نوبتے شاہ شد اندر عمل — نوبت او شد بدماہ بدل

لشکر اقلیم ستاں کوچ کرد — چرخ و زمیں ہر دو یکے شد ز گرد

ماہ علم بعدِ دو منزل بعَون — عکس نما شد بلبِ آبِ جوَن

کرد تہی آں سپہ اندر شتاب — ہم ز زمیں کاہ ہم از جون آب

گرد چناں کرد دراں رہ اثر — کآبِ رواں تیرہ نمودش بدر

گرد سپہ بس کہ بجون او فتاد — جون جزیرہ شد و پایاب داد

گر بدے آنجا دو سہ روزی مقام — بستہ شدی پل ز غبارش تمام

آمدہ با لشکر دریا شکوہ — رفت بپایاب گروہا گروہ

عبرہ[۵۲] شہ داد بیک روز عون — عبرۂ[۵۳] یک روزۂ عالم بجون

شہ ز لب جون سپہ را بخواست — دور نشد دست چپ از دست راست

روز دگر چوں فلکِ آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را بروں

کوکبۂ شاہ رواں شد ز آب — کرد سوے منزل جیور شتاب

---

[۵۱] یعنی صبح بلند شد و برآمد ۱۲ [۵۲] یعنی در آمد شہ یک روز عون داد جون را ۱۲

[۵۳] بالکسر جسراج و بالفتح گذار شدن ۱۲

منزل جیور ز نزول سپاه — ماند تهی از علف و از گیاه

حکم چنان رفت ز زرّین سریر — کز صف لشکر ز دو سو چند امیر

نامزد و باربک در گهند — در همه تدبیر بد و هم رهند

باربک و تیغ زنانِ سپاه — طبل زنان پیش گرفتند راه

کوچ بکوچ از شدن بی درنگ — لشکر شان رفت گذار ای گنگ

گرم بآبِ سرو در رسید — در سرو رفت عنان در کشید

پیش در آمد ز بزرگان پیش — چند ملک با سپه و ساز خویش

خانِ کره چهجو کشور کشای (سردار ۱۲ — برادر غیاث الدین) — کز لب خانان کره بستش بپای

چند هزارش ز سوار نبرد — ساخته[5] هر چه نخیزد ز مرد

خان عوض نیز بفرمانِ شاه — کرد بیک جای فراوان سپاه

باربک و شان همه یکجا شدند — ساخته کار مهیّا شدند

لشکر شان شد ز صف با شکوه — از لب آب سرو شش کروه

تیغ زن مشرق ازان سوی آب — تیغ برون آخته چون آفتاب

در همه خشکی و تری لشکرش — برده ز عالم همه خشک و ترش

یافت خبر ز آمدن آن سپاه — کرد پی شمشیر بریده است راه

از غضب افگنده برابرو گره — وز پی کین کرده کمان را بزه

---

[5] هر قدر که مردانگی از مرد بظهور آید یا قدر که سلاح مرد بردار و آنها برداشته بودند ۱۲

جُست رسولے کہ گذارد پیام | ہرچہ بگویند بگوید تمام
گر سخن از صلح بود یا نبرد | کم نکند ہیچ ز نیروے مرد
دید کہ کس نیست ز برنا و پیر | در خور ایں کار چو شمس دبیر
پیش طلب کرد پیامے کہ خواست | سوے مخالف ز کرشمے کرد راست
کیں منم اینک شہ مشرق کشای | بر حد مغرب شدہ تیغ آزمای
آنکہ علم از سر مغرب کشید | پایش ازیں پایہ[1] بمنصب رسید
لشکر آں ملک غلام من ست | خطبۂ آں تخت بنام من ست
ملک ز من چشم[2] مرا داد نور | خانۂ خویش ست ز رفتست دور
رشتۂ من گر بگہر بر دسر | مالک[3] آں سلک منم در گہر
آنکہ برآرد بمیانہ غبار | تیغ بدست ست مرا آبدار
اے کہ بپیش آمدی از راہ دور | کیں نتواں گفت مگر در حضور
چوں تو نمک خوردہ از خوان ما | دست چہ داری ز نمکدانِ ما
چوں تو نمک در ہمہ مذہب حلال | گر تو حرامش کنی اینک وبال
گر پسر از غیبت من ملک یافت | روے نخواہد ز پدر باز تافت
ہم تو کزیں راہ ترا آگہی ست | وارث ایں ملک ندانی کہ کیست
گرد گرہے در محلِ من بُدے | تیغِ منش بر سر و گردن زدے

---

[1] یعنی از مرتبہ من ۱۲ [2] یعنی فرزند را بادشاہی ۱۲ [3] مالک آں بادشاہی ۱۲

لیک چو هم‌چشم[1] من این نور برد — چشم خود از خود نتوان دور برد

من ز پدر فسرِ پدر یافته — تاج دریں ملک پسر یافته

چوں کلهم را بسرم شد پناه — کس نرباید ز سرِ خود کلاه

هر که فرستادهٔ آں درگه است — بندهٔ موروثِ درِ ایں شه است

بنده که باشاه شود کینه جوے — خلق چه گویند، تو هم خود بگوے

خود که تواند که دریں داوری — پیشِ من آید بزباں آوری

ایں قدرم دست دریں کار هست — کت بنمایم بچنیں کار دست

لیک چو من با تو شوم همعناں (برابر) — فرق چه گوئی چه بود درمیاں

مس که زر اندود کند زرگرش — کس نستاند بهاے زرش

عیبِ ترازوست که چوں برکشد — آهن و زرهر دو برابر کشد

نے ز فرستاده دلم عیب جوست — آنکه فرستاده، عتابم بروست

در دلم آید که برآیم به تیغ — خوں بدلِ خاک دهم بیدریغ

مشرقیم هندیِ[3] (شمشیر ۱۲) من چرخ تاب — کس نزده تیغ به از آفتاب

لیکنم ایں پایه زیانِ خود است — حرمت تو نیست از آن خود است

گر سپهم در تو رساند گزند — جانِ من است آنکه بماند نژند

ور ز تو در قلبِ من آید غبار — هم تو شوی در رخ من شرمسار

---

[1] فرزند من بادشاه شد ۱۲ [2] یعنی در حالت حیات خود غیاث الدین مرا مرتبه بادشاهی داده بود ۱۲

[3] هندی تیغ دو رویه و پولاد هندی رمز آفتاب زیرا که آفتاب هم دو رویه است ۱۲

باش که تا در رسد آں کینه کوش — مهر مرا بیسند و ماند خموش

رفته فرستاده و برد ایں پیام — گفت بلشکر کشش کشور تمام

خان سپه باربک تیز هوش — کرد چو زاں گونه پیامے بگوش

در خور آں داد جوابے سره — سخته بمیزانِ ادب یکسره

گفت ازیں بندهٔ حضرت پناه — سجدهٔ تعظیم رساں پیش شاه

باز نما کاے بسر بر سرے — یافته از تاج گهر بر ترے

تاج ترا از گهرست آب و نور — چشم بد از گوهرِ تاجِ تو دور

من که فرستادهٔ شاه خودم — بر خط اخلاص گواه خودم

شاه که از تاج کیاں سرکش ست — تخت پدر داشت نگه زاں خوش ست

غیبت تو جاے تو نگذاشت ست — غیبت ازیں به که نگهداشت ست

شیر دگر در پئے ایں صید بود — شیرے ازیں که چگونه ربود

نامزدم کرد که در هر دیار — دشمن او را ندهم زینهار

زانچه اشارت بمن ست از سریر — تیغ گزارم که ندارم گزیر

گر دگرے پیش من آید به تیغ — تیغ خورد از من و از خود دریغ

ور ز تو از دور ببینم حضور — گر نه گریزم شوم از پیش دور

عطف کنم لیک نه از بیم کس — از پئے تعظیم شکوه تو بس

---

۵۱ از فرزند تو ترا تاج ترا نور شده است ۱۲

۵۲ یعنی من با معزالدین بدل و جان موافق هستم

رفت فرستادهٔ و رازِ نهفت — هر چه که بشنید بشه باز گفت

شه چو خلافے ز مخالف ندید — زانچه همی گفت زبان در کشید

دست بے برد و بیاراست بزم — دور شد از پیش همه سازِ رزم

گشت بمیدان طرب ناشکیب — بس که گراں شد ز کمیتش رکیب

باده همی خورد بر آئین کے — گنج همی داد بهر جام مے

گنج بر د رنج و لے گنج سنج — در کششِ گنج همی برد رنج

لعل فشاں ساقیِ زرّیں کمر — گشته چو خورشید فلک لعل گر

شاه براں سو بطرب گستری — باربک ایں سوے بعشرت گری

ساغرِ ضحّاک همی خورد شاد — از کرمِ شاهِ جهاں کیقباد

بادِ خوش از بادهٔ شادی سرش — شاهدِ دولت بکنار اندرش

سازِ طرب مطرب او را بچنگ — بر دلِ زهره شده زو پرده تنگ

کرده بگوششِ غزلِ من عمل — حالِ منش گفته بگوش ایں غزل

غزل

از دل پیام دارم بر دوست چوں رسانم — آنجا که اوست جاں را پنهاں دروں رسانم

گفتی که جانِ خود را کس چوں بکس رساند — گر در حضور باشی دانی که چوں رسانم

له عبارت از شراب پیاله ۱۲

آں بادرا کہ جاناں از تو جوابم آرد — یک جاں اگرچہ باشد صد جاں فزوں رسانم
جاں می بری ز سینہ دارد گرانی از غم — تو دست خود مرنجاں تا من بروں رسانم
گیرم جواب ندہی دشنام گوے بارے — تا من بداں عنایت دل را سکوں رسانم
آنجا کہ کشتہ شد دل شمشیر تیز برکش — تا سر نہم ہمانجا خوں را بخوں رسانم
حکم ار کنی بمردن بر دیگراں تو دانی — لیکن اگر بخسرو فرما کنوں رسانم

صفتِ موسمِ گرما و بره رفتنِ شاه

ابر بالاے سرو باد بدنبال دواں

عبارت از چتر — عبارت از اسپاں

خانہ چو خورشید بجوزا گرفت — رفت درانخانہ دروں جا گرفت
رفت درانخانہ تیر از مسیر — محترق[1] از آتش خورشید تیر
باد[2] ز جوزا شدہ آتش ز مہر — سوخت جہانے ز زمیں تا سپہر
چرخ چو شد صیقلی تیغ خور — بست ز جوزاش دو رویہ[3] کمر
خانہ خیش[4] از خنکی و تری — یافتہ از خرگہ مہ برتری
اختر بد مہر فلک گرم کیں — گرم شدہ مہر[5] فلک بر زمیں
مہر ز جوزا (آفتاب) بد دو رو (دو پیکر) گرم خوے — گرم[6] بود ہر کہ بود از دو روے (منافق)

---

[1] یعنی با ہر ستارہ کہ آفتاب قران کند آں ستارہ را محترق خوانند گر ماہ و عطارد اکثر اوقات در احتراق باشد ۱۲
[2] چوں آفتاب در جوزا در آید باد و گرما بسیار باشد ۱۲
[3] بسبب دو پیکر دو رو یہ گفت ۱۲
[4] خیش نوعے از کتاں کہ در گرما از و خانہا آراستہ کنند ۱۲
[5] سقف و آفتاب ۱۲
[6] کثرت التوضع من النفـ[illegible]

هر دم صبح که دما دم گرفت — آتش خورشید بعالم گرفت

دشنه که خورشید زد و سایه خورد[51] — در سپر سایه بسے رخنه کرد

ماند در آں رخنه ز آتش نشاں — چرخ بهر رخنه شد آتش فشاں

بسکه ستد روز جہاں راز تاب — دیده نشد نقش شب الّا بخواب

صبح ہم از تافتن (گرمی ۱۲) شب برست — طالب شب گشت چراغی بدست

تافته از گرمی خود آفتاب — تابش او کرده جہاں را بتاب

شب شده چوں روز وے اندر گداز — روز[52] چو شبہاے زمستاں دراز

بیش بقا روز بمانند سال — بیش بقا تر شده بعد از زوال

تیزے خورشید ہم از بامداد — کرد حک از کاغذ[53] شامی سواد

خلق کشاں در پنہ سایه رخت — سایه گریزاں به پناہ درخت

جانب سایه شده مردم رواں — سایه بدنبالهٔ مردم دواں

بسکه شده سایه ز گرمی سیاه — گرم[54] در انداخته خود را بچاه

خواست کند خلق ز گرمای خویش — در پنہ سایهٔ خود جای خویش

لیک ز تاب فلک تابناک — سایه[55] نماند از تن مردم بخاک

گرم چناں گشت ہوا در جہاں — آتش گویند بسوزد[56] زباں

---

[51] اے سایه پاره پاره شد ۱۲ [52] در ماه دے چوں آفتاب در قوس رسد روز کوتاه و شب دراز گردد ۱۲ [53] کاغذ شام نیله رنگ میباشد کنایه از روز ۱۲ [54] شتاب یا سوزاں ۱۲
[55] وقت استوا آفتاب ۱۲ [56] یعنی اگر لفظ آتش بر زباں آرند زبان بسوزد ۱۲

خوں برگ مرد زبوں آمدہ　　خوے شد از پوست بروں آمدہ

پاے مسافر برہِ گرم دور　　زآبلہ پر قُبّہ چونانِ تنور

زآتش گرما کہ شد از سر جواں　　آہوے صحرا شدہ آہوی خواں

چوب شد از غایت خشکی نبات　　از پئے یک شربت آبِ حیات

سبزۂ دُر پاشِ زمرد نماے　　کاہ شدہ بلکہ شدہ کہرباے

خشک شد اندام گل از رنج باد　　باد در اندام کسے را مباد

لالہ سیہ گشت زخشکی چو مُشک　　خون سیاہی کہ شد از کشت خشک

سنگ کہ آتش زوے آید بروں　　ماند زخورشید در آتش دروں

باد زنہ دست بدستِ ہمہ　　وزدم او باد بدستِ ہمہ

یافتہ دامے بطلسمی تمام　　باد ہوا[1] کردہ مسلسل بدام

نخل[2] ز نخلے کہ بمریم رسید　　باد مسیحش بنفس ہم رسید

گرم ہوا بر سر ہر میوہ زار　　گرمی او پختگی آورد بار

بر سر ہر میوہ زتاب تموز　　مرغ شدہ پختہ مخور وخام سوز

زآتش خورشید کہ شد میوہ پز　　بلبل و کنجشک شدہ میوہ گز

خشک شدہ برگ درختان شاخ　　میوۂ تر گشتہ بستان فراخ

---

[1] یعنی معجزۂ دم عیسیٰ در احیاء اموات ۱۲　[2] یعنی درخت خرما و باد زنہ از برگہا کرا در است کنند دو راں شب کہ مہتر عیسی علیہ السلام زاد درخت خرما کہ خشک بود بدعاے حضرت مریم آن سبز شد و بار آورد گویا کہ درخت را باد مسیح رسید کہ سبز شد ۱۲

صفت خربزہ کز پر دلی آنجا کہ بود

تیغ و طشتیش مہیا بسر آید غلطاں

خربزہ گوئی کہ بصحرا کشت — گوئے ربود از ثمرات بہشت

گوئے شکم بستہ بچوگانش رہ — گوئے یکے بینی و چوگانش دہ

سبز خطے در خط او موئے نہ — مشک دمے مشک بہ ان بوی نہ

ساختہ در آب کمانش کمیں — چاشنی و آب کمانش ببیں

رنگ زہش[۱] سبز و کماں آبگوں[۲] — زہ[۳] زبروں بستہ کماں از دروں

بر سر ہر میوہ کلہ در شدہ — بہر کلہ را ہمہ تن سر شدہ

از مزہ گرد آمدہ در روے نبات — خام خضر[۱۲ سبز] پختہ چو آب حیات

گرچہ از و چشم کساں درد کرد — روشنیٔ چشم من ست آں نہ درد

خلق جہاں با چنیں وقت شاہ — داشتہ در سایۂ چتر سیاہ

ہیچ زخورشید نبود آگہی — در کنف دولت ظل الٰہی

با چنیں آتش کہ بود سنگ نرم — بر سپہ شاہ نشد باد گرم

ہیچ کسے را نہ زخورشید غم — سایہ کناں بر سر لشکر علم

باہمہ تابی کہ نمود آفتاب — تافتہ از خیمہ نشد یک طناب

---

[۱] یعنی خط سبز خربزہ ۱۲ [۲] پرکالہ خربزہ یا مغز ۱۲ [۳] خط سبز خربزہ ۱۲

تاب خور از چار فلک درگذشت | خیمهٔ یکتوش گذشته نگشت
پرتو خور نیز گہ گرم گاہ | در پۂ خیمہ ہمی جست راہ
لیک ہمہ پردہ کشاں بر طناب | تا نہ رود چشمہ دروں آفتاب
گشتہ پر از خرگہ شاہاں زمیں | بر ہمہ چوں مہ شدہ خرگہ نشیں
خانہ کہ یک روزنش اندر میانست | از تف خورشید درو صد فغانست
خرگہ شہ بیں ہمہ روزن تنش | پرتو خور در نشد از روزنش
خانۂ چوبینش ز خشکی تری | یافتہ از خرگہ مہ[۵۱] برتری
خلق ز گرما شدہ جویائے خیش[۵۲] | کرد کتاں لرزہ ز سرپائے خویش
لرزۂ یک توے بہارے بتن | برگل صد تو بدریدہ کفن
بس کہ کتاں در بر شاہاں خزید | ماہ سما را بلت خود کشید
جامہ تنک ساختہ ہر کس چو گل | خانہ خنک داشتہ بر بوے مل
شہ بگہ کوچ ہمی شد چو شیر | چتر بسر کردہ و توسن بزیر
تابش گرماش گزندے نداد | کش بز برابر بد و زیر باد
تند ہمی راند گشادہ عناں | از گذر و دشت شکار افگناں

---

[۵۱] خرگہ مہ کنایہ از برج سرطاں کہ خانۂ قمر ست و آں برج بر فلک ہشتم ست و یا مراد فلک اوّل کہ قمر بر فلک اوّل باشد ۱۲

[۵۲] نوعے از کتاں کہ در موسم گرما می پوشند ۱۲

یوزرواں گشته بهر سوے صف | زو همه پُر خال شده رُوے صف
تند چو شیرے که بچابک روی | شیر همی گشت زبے آهوئی
بود بسر بچهٔ آهو ربا ے | دست درازیش بکوتاه پاے
سگ که بسے خون شکارے مزید | داد بخصم از بن دندان گزید[۵۱]
رفتن خرگوش بصحرا چو باد | بس که بسگ بازی روباه داد
از زدن تیغ سواراں بوزن | گشته بصد شاخ سرِ هر گوزن
گرگ گریزاں بوحل شد اسیر | شیر نهاں شد بنیستانِ تیر
گرگ که بارانش بسے بود یاد | دید چو بارانِ خدنگ ایستاد
شیر به تپ لرزه بُد از بیم مرگ | بود گراں روز و شب اندام کرگ[۵۲]
بهر نهاں کردن بالاے خویش | غار کناں کرگ هم از پای خویش
خوک که دندان گرازی نمود | طعمهٔ سگ شد زگرازی[۵۳] چه سود
لشکر ازیں گونه جهاں می نوشت | ناحیه بر ناحیه بر روے دشت
تا علم شه بعوض در رسید | از پئے دهلی عوضے شد پدید
نصب شد اعلام شهنشاه دهر | بر لب گهگهر بحوالی شهر
گهگهر ازیں سو، سر و زاں طرف | از تف لشکر بلب آورده کف
روز دگر شاه برآئین گشت | آمده زاں سوی عوض برگذشت

---

۵۱ بمعنی جزیه که از کفار ستانند ۱۲ ۵۲ مخفف کرگدن (گینڈا) ۱۲ ۵۳ بمعنی رفتار که از روے ناز وتکبر باشد ۱۲

کرد صفی بر لبِ آب روان — سود بهم پهلوی هر پهلوان

در عقبِ شاه سواری هزار — جمله سرانِ سپه و نامدار

تیغ زنِ مشرق ازان سوی آب — کرد چو روشن که رسید آفتاب

کوکبهٔ خویش چو مه راست کرد — ماه ازو کوکبه درخواست کرد

بر لبِ آب آمد و آراست صف — تافت دو خورشید ز هر دو طرف

چشمِ پدر بهرِ جگر گوشه تر — گوشهٔ هر چشم شده پُر جگر

در پسر از دور نظر در فگند — وز مژه در آب گُهر در فگند

روی بدستارچه میکرد پاک — تا نچکد گوهرِ چشمش بخاک

دُر که بدستارچه شد بار ها — رشتهٔ دُر گشت همه تار ها

در عرقیه قطرات عرق — شبنمِ گل بود بروی ورق

دید چو شه سیلِ مژه بیکران — حاجبِ خود کرد بکشتی روان

گفت بحاجب که ازین چشمِ تر — مردمکِ چشمِ مرا ده خبر

نیست بتو حاجتِ دیگر سخن — خود سخنِ من برد اشکِ من

حاجبِ فرزانه بآنجا شتافت — نشست بکشتی و روان شد چو آب

چون بمیانِ سرُو در رسید — پورِ معزی ز کرانش بدید

گرچه بباطن اثرِ مهر داشت — لیک بظاهر نظرِ کین گماشت

دید بکشتیش بران گونه تیز — کاتشی برخاست ازان آب خیز

تیر برآورد ز کیشِ خدنگ
وز سرِ کین کرد کمان را بچنگ

غرق درآورد چناں برکشاد
کاتشے از تیر بکشتی فتاد

گرچہ کہ آں زخم بکشتی رسید
خستگی زخم بدریا کشید

تیر کہ در کشتیِ شاں رخنہ کرد
از سرِ کشتی بتہ افتاد مرد

رفتہ فرستادہ بصد حیلہ باز
پیشِ شہ شرق عیاں کرد راز

شاہ کہ از خون خود آں زخم دید
نالہ چوں تیر ز دل برکشید

خشم ہمی گفت ز کینش سخن
مہر ہمی گفت کہ ہے ہے مکن

گفت بخود کای دلِ تنگ و خراب
قلب شدہ نام تو از انقلاب

مہر چہ جوئی بوفائے کہ نیست
روی چہ بینی بصفائے کہ نیست

چوں طلبی داردی چشم از کسے
کز پئے چشمت خلہ دارد بسے

پیش کہ گویم ز خودم شرم باد
کز پئے خونِ خودم اندر فساد

گشت چو فاسد بتنِ مرد خوں
بہ کہ بہ نشتر کند از تن بروں

تیر کہ بر دیدہ رسد خوں بود
دیدہ کہ خود تیر زند چوں بود

آنکہ چنیں ست نویدم ازو
بہتر ازیں بود امیدم ازو

حیلہ چہ سازم بچنیں کار تنگ
با پسرِ خویش کہ کردہ ست جنگ

گر پسرم را ز جوانی و ناز
عزم بران شد کہ شود رزم ساز

من کہ جہاں دیدہ و کار آگہم
چوں غلط افتد بچنیں جا گہم

گر رسد آزاره ز تیغ منش   جان من آزرده شود در تنش
ور ز خدنگش بمن آید گزند   او هم ازین درد شود دردمند
ور نه زنم تیغ بران تیغ زن   حمل شود هم بزبونی من
چاره ندانم که درین کار چیست   بخت که داند که درین یار کیست
با خود ازینسان گله می نمود   وانچه پسر گفت ز دل می شنود
روز چو در پرده بپوشید راز   راز برون داد شب پرده ساز
کرد همه شب گلهٔ آفتاب   کاو ستم من زاده و من زو خراب
بادشهِ شرق همه شب نخفت   جز گله زین سان که بگفتم نگفت
بود بحیرت که چو شب بگذرد   روز دگر چاره چه پیش آورد
گر پسر از تیغ کشاید زبان   چون گرهِ صلح نهم درمیان
ور ز رخ صلح برافتد نقاب   معذرتش را چه نویسم جواب
تا بسحر بود بگفت و شنید   کز شب زاینده چه آید پدید

ذکرِ پیغامِ پدر سوی جگر گوشهٔ خویش
سوی یاقوت روان گشتنِ خونابهٔ کان

چون دل شب حاملهٔ مهر گشت   بر شبِ حامل مهِ کامل گذشت
حامل یک ماهه نه بل یک شبه   تاجوری زاد دران کوکبه

مہر نما گشت چو آبا سپہر — خونِ شفق گشت کشاں سوے مہر

جُست پیام آوری از آگہاں — آمدہ و رفتہ بہ پیشِ شہاں

گفت بدو نکتۂ پنہانِ خویش — کرد تلقینش زباں دانِ خویش

کز پدر اوّل برسانش سلام — و آخرش آئینِ دعا کن تمام

و آنکہ از آئینہ بروں دہ خیال — صورت ایں حال بگویش بحال

کای خلف از راہِ مخالف بتاب — تیغ بیفگن کہ منم آفتاب (فی الحال ۱۲)

در نسب از ملک خلافت مراست — تو خلفی سر بخلافت[1] خطاست

غصب مکن منصبِ پیشین ما — غصب روا نیست در آئین ما

از پدرم کے رسد ایں فن بتو — از پدر من بمن از من بتو

گر ز خود ایں نقش گرفتی بدست — سوے خدا بین و مشو خود پرست

ور ز بد آموز رسد ایں رہ پدید — گفت بد آموز نباید شنید

خصم بصد دست گر افسوں کند — ناخن از انگشت جدا چوں کند

دجلہ چو آمیختہ گردد بہ نیل — ہست جدا کردن آں مستحیل

کار شناسانت کہ پیر امنند — گر بزباں با تو بدل با منند

گر ز زر پختہ دہی شاں عیار — نیز ز خامیت کنند ایں شمار

آنکہ شکوہ منش اندر دل ست — خدمت تو کردن ازو مشکل ست

---

[1] خلاف بمعنی دشمنی و تنافی خطاب ست ۱۲

تا بچمن سرو بود سایه دار | کس نخزد زیر گیا سایه وار
در غلطی با من ازین دم برس | وز غلط اندازی عالم برس
گرچه جهان جمله بدیدی چو روز | لیک جهاندیده نگشتی هنوز
گرچه کنی دعوی دانش ولیک | نیک بدانم که ندانی تو نیک
خردی و در کار خردنا رسید | درد سر خلق بیاری کشید
کودک اگر چند هنر پرورست | خرد بود گر همه پیغمبرست [له]
هر که درین ملک شبی روز کرد | بی ادبان را ادب آموز کرد
چون تو شب روز ادب افزون کنی | بی ادبی با چو منی چون کنی
گرچه جوانی همه فرزانگی ست | این نه جوانی ست که دیوانگی ست
ای پسر ار چه پسری در خوری | لیک مکن با پدر این سروری
طفل شدی عمر چو طفلان گذار | جای بزرگان به بزرگان سپار
دُرّ بزرگ از پی تاج شه است | لولوِ خورد نثار ره است
کسوت شاهی که تو داری مپوش | شوکت من بنگر و بر خود مپوش
گرچه بگوهر ز تبار منے [ذات] | کی بمحل مرتبه دار منے
چشمهٔ چه ار چه که بالا شود | چشمه محال ست که دریا شود
بر سر خوان آی که هم توشهٔ | یاد نمک کن که جگر گوشهٔ

[له] قال النبی علیه السلام الصبی صبی وان کان نبی ۱۲

خون منی و دل من مہر جوست | جوشش بسیار مکن زیر پوست
گوش کن این گفت و مکن گفت کس | بشنو و مشنو سخن این ست و بس
رفت فرستاده و بگذشت ز آب | کرد ازاں جوے بدریا شتاب
بادشہ روی زمیں کیقباد | بود ہم از اوّل آں بامداد
ہمچو گل از بالشِ خود خاستہ | جایگہِ بار برآراستہ
بارگراں داد گراں تا گراں | پست شدہ خاک ز فرقِ سراں
رفت رسول شہ مشرق چو باد | خاک ببوسید و زباں برکشاد
پردہ برانداخت ز راز نہفت | ہرچہ شہش گفت بشہ باز گفت

گفتنِ شاہِ جہاں پاسخ پیغامِ پدر
قصۂ یوسفِ گم گشتہ بہ پیرِ کنعاں

شاہ ازاں چاشنی تلخ و تیز | تیز شد و تلخ زروی ستیز
پاسخ انگیخت زجنس پیام | قوت شمشیر و مدارای جام
گفت بحاجب کہ بشہ باز پوی | خدمت من گوی و پس آنگہ بگوی
کای سرت از افسر دولت بلند | رای تو از گنج خرد بہرہ مند
با منت از بہر تمنّاے ملک | خام بود پختن سودای ملک
ملک جہاں پختہ بمن شد تمام | کے دہم از دست بسودای خام

پختهٔ آخر دم خاناں مزن — من زتو زادم نه تو زادی ز من

تخت نه زآباست مرا کز من ست — ملک عقیم و فلک آبستن ست

ملک گر از ارث بُدی ز بخت — کے شدی پیشتر از تو بتخت

ملک بمیراث نیابد کسے — تا نزند تیغ دو دستی بسے

ور تو ز میراث پدر دم زنے — قصهٔ جد راست ز من روشنے

نصیرالدین غیاث الدین شمس الدین ۱۲

هست ز یک سو بتو میراث شاه — من ز سه شاهم بتو میراث خواه

حضرت سلطان شهید کریم — خلده الله بخلد عظیم

راند چو در راه ابد مهد خویش — خواند و مرا کرد ولی عهد خویش

خود چو ازیں عالم خود راے رفت — جاے خودم داد و خود از جاے رفت

کرد بجاے تو مرا تاجور — من پسرم لیک بجاے پدر

شه بحیات خودم ایں نقش بست — ملک من ست ایں دگر ار چه دست

گر تو ازاں شاه نکو زاده — من ز تو زادم که ازو زاده

مثل من اے یاد تو شادی مرا — هم تو نزادی که بزادی مرا

از تو اگر نام پدر روشن ست — خطبهٔ جد بیں که بنام من ست

نیستم آں طفل که دیدی نخست — بالغ ملکم ببلاغت درست

خرد مخوانم که ز دور زمن — داد خدا دور بزرگی بمن

شرط ادب نیست مرا خرد خواند — بخت چو بر جاے بزرگم نشاند

هر دو جوانیم من و بختِ من — با دو جوان پنجه بهم بر مزن

ملک و جوانی چو بهم[1] بر فروخت — کیست کزان تاب دو آتش نسوخت

سایهٔ من کیست که جوید دلیر — صید بقوت که ستاند ز شیر

در چه برآئی تو بحجت چو میغ — هست مرا حجتِ قاطع ز تیغ

گرچه برویت نکشم در ستیز — ق — از پیٔ تعظیم تو شمشیر تیز

لیک تو دانی که چو کین آورم — شیهٔ[2] فلک را بزمین آورم

در سپهم پا برکاب آورد — ریگ بیابان بحساب آورد

شاه ازینان و سپاهی چنین — گرد منگیز براهی چنین

جز تو کسی گر دم ازین در زدی — سرزنش تیغ منش سر زدی

لیک توئی چون تو پیٔ این سریر — من ندهم گر تو توانی بگیر

مرد سخن گوی چو پاسخ شنید — زانچه همی گفت زبان در کشید

راز نهان را بدل اندر نوشت — سوی فرستندهٔ خود باز گشت

رفت بشه پاسخ پیغام برد — هر چه بدل داشت زبان را سپرد

شاه ازان زمزمهٔ بحر جوش — چون صدف بحر فروهشت گوش

لختی از اندیشه فرو شد بخویش — تا دل داناش چه آرد به پیش

مصلحت آن دید ز رای صواب — کانچه بگفتند بگوید جواب

---

[1] در وقتِ واحد ۱۲ — [2] برج اسد ۱۲

باز پیغامِ پدر بر پسرِ خود که برزم
پیلِ خویش از میِ خوں مست کند در میداں

جست دگر موے شگافی شگرف — عمر بگفتارِ چو مو کرده صرف

راز که باریک تر از موے بود — موی بمویش همه بشگافت زود

کز منِ بیدل بسوے جاں خرام — جانِ مرا از دلِ من ده پیام

کاے سر از آئینِ وفا تافته — وز تو دلم تافتگی یافته

گرچه بلعبیت شدیم کینه توز — رنج چه داری بحضورم هنوز

آدمیٔ را که بود گرم خوں — خونش به پیوند بود رهنموں

طرفه که تو خونی و دلبندِ من — لیک نهٔ گرم به پیوندِ من

با چو منے دور کن از سر منی — چوں بصفت من تو ام و تو منی

مشک شوم هم نکشی بوی من — چیست بنزدیکِ تو آهوی من

تیغ مکش تا نشوی شرمسار — از من اگر نیست ز خود شرم دار

گرچه که تیغت بگهر روشن ست — گوهرت آخر نه ز تیغِ من ست

تیغِ زباں را چه کشی در عتاب — نیست حسابیت ز روزِ حساب

به که دریں کار زباں درکشی — تیغ کشی به نه زباں بر کشی

تیغ خوش و تیغِ زباں ناخوش ست — تیغ چو آب ست و زباں آتش ست

پیشِ من از پری لشکر ملاف
حاضرم اینک من و اینک مصاف

لشکرِ من نیست کم از لشکرت
کشورِ من بیشتر از کشورت

من که سپه را بو غا رانده ام
نه از سر بازی و دغا رانده ام

تیغ بر آں گونه کشیدم بروں
کش بلب سند بشویم ز خوں

کافر اگر روے نتابد ز پیش
از کجک پیل کشم سوے خویش

تا بگلو شاں فگنم در رحیل
سلسله از حلقهٔ خرطومِ پیل

با چو منے تیغ فشانی مکن
دولتِ من بین و جوانی مکن

لشکرِ من گشت چو صحرا خرام
دَورِ زمیں گرد نماید تمام

در صفتِ پیلانِ من آید بکار
ابر بود قطره صفت بے شمار

پیل بجاے که بجنبد ز جاے
پشت هزار اسپ کند زیر پاے

ور چه هزار اسپ کنند ایستاد
کوه چه غم دارد از آسیب باد

اسپِ تو باد آمد و پیلم چو کوه
باد بکهسار ندارد شکوه

پیل بیک حمله صفے بشکند
در صفِ پیلاں که شکست افگند

اسپ چو با پیل نماید ستیز
چاره تو دانی که چه باشد گریز

پیل چو خرطوم بر اسپ افگند
برکَند از خاک و بخاکش زند

اسپِ ترا گنبد اگر بے حدست
پیلِ مرا خود همه تن گنبدست

قیمتِ یک پیل هزار اسپ بیش
کز دو هزار اسپ یکی پیل بیش

اسپ بهر خانه بود در سپاه — پیل بجز شاه که ندارد نگاه

از سپه خویش چه رانی سخن — حملهٔ پیلانِ مرا یاد کن

چرخ بیفتد چو بخیزم ز پاے — خاک بلرزد چو بجنبم ز جاے

گر نکشم تیغ که خونِ تو ام — تا تو ندانی که زبونِ تو ام

لیک ازاں تیغ نرانم همی — کز تو بریدن نتوانم همی

چوں پدر من ز جهان رخت برد — ق — در بامانت بتو کاری سپرد

هم تو بدانی که نه آن . کارِ تست — دشمن تست آنکه دریں یارِ تست

تخت رها کن که سزای تو نیست — تا منم این پایه بپای تو نیست

گر کمر کینه کنی استوار — پیش تو بیش از تو در آیم بکار

در بمدارا کشد این گفتگوی — نیز نتابم ز وفای تو روی

لیک بشرطے که دریں راے من — جاے پدر گیرم و تو جاے من

کرد رواں رشته کشِ سلکِ دُر — تا کند از دُرّ صدف بحر پُر

پیش سریر آمد و بوسید خاک — لب سخن آمیز و دل اندیشه ناک

چونکه نبودش ز گزارش گزیر — سرِّ سخن باز کشاد از ضمیر

شاه که آں سلسلهٔ پُر گره — ق — دید مسلسل چو شکنجِ زره

کرد پر از چین سرِ ابرو ز کین — بلکه در آمیخت بهم ردم چین

بازپاسخ ز پسر سوے پدر کاسپِ مرا

پیل بندست دوالے که به پیچد لعباں

داد جوابے ادب آمیخته — لعبتی هاے عجب انگیخته

کاے برخم چشم جفا کرده باز — دیدهٔ مهر تو برویم فراز

چند زنی لاف ز پیلانِ مست — کانچه ترا هست مرا نیز هست

پیل ترا پنجه و مارا صد ست — و اسپ تو دانی که برون از حد ست

ور نبود پیل چو توسن بود — پیلِ تو در سلسلهٔ من بود

ز اسپ تو آں پیل گرفتن بسے — لیک ز پیل اسپ نگیرد کسے

گر همه عمر اسپ بود زیر شاه — حاجت پیلش نبود هیچ گاه

ور بودش پیل دمے زیر راں — حاجتِ اسپش بود اندر زماں

اسپ چو در راه نباشد دلیل — شاه پیاده است ببالای پیل

گر نبود پیل توان ملک داشت — ور نبود اسپ بباید گذاشت

پیل ترا اسپ مرا در خور ست — زانکه ز پیل اسپ بسے بهتر ست

بیں که بشطرنج هم اُستادِ کار — پیل کم از اسپ نهد در شمار

کم مزن اسپانِ مرا کز نشاں — پیل شکارند سوارانِ شاں

پیل تو دانی که دریں لشکر اند — نے کم از آں پیل خصومت گر اند

گرچه که پیلان تو کوه آمدند / کوه تنانم همه پیل افگنند

شیر نبردم چو برآیم دلیر / شیر بود هر که برآید ز شیر

با همه این قوت و جوش سپاه / نیستم اندر پیٔ آزار شاه

با تو برابر نشوم در مصاف / ور چه بدوزم بسنان کوه قاف

قصه شود در دهن مرد و زن / کین پسر با پدر خویشتن

تیغ که سهراب برستم کشید / هیچ شنیدی که ز گیتی چه دید

گر گهر صلح پذیرد نظام / حلقه بگوشم برضاے تمام

ور ز سر کینه فرازی سنان / باز کشم تا بتوانم عنان

گرچه که از گردش دور سپهر / تافتهٔ بر سر من هم چو مهر

در همه آتش زنی از چار سوے / روے نتابم ز تو از هیچ روے

تیر تو گر خواست بجانم خلید / من بکشم تا بتوانم کشید

چشم توام تیر برابر مکش / خون توام تیغ جفا بر مکش

تیغ کشم سوے توام خون کشد / بر سر خود تیغ کسی چون کشد

گر بگهر تاج ستانِ توام / عیب مکن گوهر کانِ توام

در هوس تاج ترا در سر است / من گهرم تاج بمن در خور است

ور چه توئی در خور تاج و نگین / ملک بمن میدهد انگشتریں

چون سرم از بخت سرافراز گشت / تاج تو بر تارک من باز گشت

بهر تو شد ساخته چترِ شهی — داد من بر توِ ظلِ الٰهی

تختِ جهاں بهر تو برپاے کرد — لیک بر آں تخت مرا جاے کرد

کرسیِ زر بهر تو کردند ساز — پاے منش بست بگوهر طراز

خواست یکے خواسته لیکن نیافت — وانکه نمی خواست براو نو شتافت

محنت دریا همه غواص برد — شاه گهر بر کمر خاص برد

رفت یکے در طلبِ لعلِ سنگ — ریزهٔ سنگیش نیامد بچنگ

واں دگرے را که غمِ آں نبود — لعلِ چناں یافت که درکاں نبود

کوششِ بیهوده زغایت برون — کوبش آب ست به هاون درون

گفتنِ چیزے که درو مغز نیست — نے ز تو کز هیچ کسے نغز نیست

در نظرِ من که فلک سر نهد — جز تو کرا زهره که افسر نهد

این تنِ من نیست که بر تخت تست — عکسِ تو در آئینهٔ بخت تست

ماهِ فلک غرّه نماے من ست — روشنی مه پر تو راے من ست

تیز مبیں در رخِ نورانیم — کاخترِ بخت ست به پیشانیم

طلعتِ من بین و بوحشت مکوش — مهر خود در روشنیِ من مپوش

در یقیں در دلِ تو ایں هواست — بندهٔ فرمانم و فرماں تراست

تاج ز من[1] می طلبی چرخ ساے — بر سرم آ تا کشمت زیرِ پاے

---

[1] اے اگر تاج از من می طلبی مانند آسمان بر سرم آ (یعنی نزدیکم بیا یا مهر بورز) تا آن تاج را زیر پایت کشم ۱۲

باز پیغامِ پدر جانبِ فرزندِ عزیز
ماجرائے که ز خوں بود دلش را بمیاں

مرد نیوشنده ازاں امر حسب — باز شد و کرد حکایت درست

شاه سخن را دگر از سر گرفت — نکته بآزرم تری در گرفت

کای ز نسب گشته سزای سریر — در پسرے ہمچو پدر بے نظیر

چشم منے ہیچ غبارے میار — چشم نشاید که بود پُر غبار

در چه غبارست ز کار توام — سرمۂ چشم ست غبار توام

کیں نکنم لیک تبکیں کنم — مہر رہا گر کندم کیں کنم

تا تو ندانی که دریں حسبت و جوے — از پئے ملک ست مرا گفتگوے

گرچه توانم ز تو ایں پایه برد — از تو ستانم بکه خواہم سپرد

لیکنم ایں راه نمونی بملک — از پئے آنست که چونی بملک

شکر که شد زنده در ایّامِ تو — من ز تو و نامِ من از نامِ تو

باش بکامم که بکامِ توام — زنده و نا زنده بنامِ توام

من بتوام زنده تو زی دیر سال — تا ز تو من نیز بوم زنده حال

زندگی از مرگ ندارد گزیر — لیک تو خوش می زی و ہرگز ممیر

خواہمت از جاں که پناہے مرا — گر تو بخواہی و نخواہی مرا

منت بخواهم تو نخواهی اگر — ورت بخواهیم چه خواهم دگر

من نخودم آمده پهلوی تو — کآرزو آورد مرا سوی تو

جز بتمنای تو سودام نیست — بهتر ازین هیچ تمنام نیست

قاصد تو گر کند اینجا گذر — در رهش از دیده فشانم گهر

ور ز توام حاجبی آید به پیش — شانمش از مرتبه بر چشم خویش

پیک تو گر نامه رساند بمن — ورد دلش سازم و تعویذ تن

گرد سمندت که برآید بماه — سرمه کنم از پی چشم سیاه

تیغ کشی تیغ تو جان بخشدم — ز آئینهٔ بخت نشان بخشدم

ور نی تیر تو بسویم جهد — هر گرهش تازه فتوحم دهد

گرچه که سلطان جهانم بملک — تاج ده و تخت ستانم بملک

لیک چو دورم ز تو ای نیکبخت — نی خوشم از تاج و نه شادم ز تخت

بخت من ار پایه بر افلاک سود — با تو چو یکدم ننشینم چه سود

تاج خود ار پر دُر مکنون کنم — با تو چو همسر نشوم چون کنم

در شده در چشم کسان از تو نور — دیدهٔ من مانده ز روی تو دور

مردمک دیدهٔ غیری شوی — طرفه که از دیدهٔ من در روی

دیده که نادیدهٔ دیدار تست — دیده و نادیده گرفتار تست

نیست بنزدیک من از بیش و کم — بیشتر از دوری تو هیچ غم

دل کہ نزدیکِ تو مجنوں بود — دور ز تو دور ز تو چوں بود

شربت دوری نتوانم چشید — درد جدائی نتوانم کشید

ہجرِ تو نشگافت دلم نرم نرم — در رو و پیوند کن از خونِ گرم

اے مدد جاں شدہ حاصل ز تو — کے شودم دل کہ کشم دل ز تو

می شودم دل کہ جگر بر کشم — پس بدلت ہمچو جگر در کشم

گرچہ جگر ہست بہر گوشۂ — بہ ز تو ام نیست جگر گوشۂ

خود زپئے دیدۂ مردم پرست — جز تو مرا مردمک دیدہ ہست

لیک ازیں خرنتواں حلّہ دوخت — شمع بمہتاب نشاید فروخت

سکّہ چو زد در دل من کیقباد — نامۂ کاؤس کے آرم بیاد

نام برادر معز الدین

بہر خدا صورت خویشم نمائے — روی مگرداں و بترس از خدائے

نقش چو بر زد ورق سادہ را — باز فرستاد فرستادہ را

آمد و آورد پذیرائے راز — قصۂ آزرم باز رم ساز

شاہ چو پولادِ پدر نرم دید — تیغ سیاست بمیاں در کشید

گوھر دل را بوفا آب داد — سلک سخن را ز گہر تاب داد

گفت بتدبیرِ پسندیدہ زود — باز جوابے کہ پسندیدہ بود

باز از شاہِ جہاں پاسخِ پیغامِ پدر

شربتِ آبِ حیات از پئے سوزِ ہجراں

کاے شہ مشرق شدہ چوں آفتاب — وز تو جہاں تا حد مغرب بتاب

من کہ گل رستہ ز باغ تو ام — پرتوے از نور چراغ تو ام

شاہ نہ زانم شدہ بر ہمگناں — کز رہ فرمان تو تابم عناں

گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بتہ پاے تو باشد سرم

من کہ ز دروازۂ اقلیم ہند — لشکرے آراستہ ام تا بہ سند

سدّ سکندر زدہ ام از سپاہ — فتنۂ یاجوج مغل را تباہ

تا بحد شاہ زبالائیاں — من چو بوم پیش نیاید زیاں

رَو تو چو خورشید ز مشرق برآے — من بہم اسکندر مغرب کشاے

شو تو سوے کامرو انگیز رخش — من کنم اقصاے عراقین بخش

خیز تو از قلعہ سین[1] جوے گنج — من ز دژ روم شوم سیم سنج

عبرہ[2] از معبر دریا تو جوے — من[3] دہم از تیغ بحرین شوے

ز ابروے خود کن تو اشارت بہ چیر — من سر خاقاں فگنم بر زمیں

ار من ہند ست ترا زیر دست — کار من بالاست ز من در شکست

رو تو در آں قلعہ بکن پیل بند — اسپ بخواہم من ازیں سو فگند

از تو ز ہندوستدن پیل و مال — وز قبل من بمغل قیل و قال

---

[1] قلعہ سین نام قلعہ کہ در ولایت ہند ست ہندوی اورا تا بہ گرہ گویند ١٢

[2] خراج کہ غالبے از مغلوبے ہر سال بستاند یعنی محصول از گذرگاہ دریا طلب کن ١٢

[3] یعنی من آب شست و شوے تیغ در بحرین افگنم ١٢

تاج ز تو سر ز من افراختن　　عاج ز تو تخت ز من ساختن

تا تو بمشرق بوئی و من بغرب　　حربه خورد هر که درآید بحرب

در بملاقات ره و رای تست　　افسر من خدمتی پای تست

نیست مرا آن محل و آن شکوه　　کز سر خود سایه فشانم بکوه

در فگند رای تو بر بنده تاب　　ذرّه شوم پیش چنان آفتاب

شاه بترتیب صوابی که بود　　چون برضا گفت جوابی که بود

داد بحاجب سلب زرنگار　　بافته یکسره دُرِّ شاهوار

بس که گران شد سلب زرکشید　　حاجب ازان بار چو ابرو خمید

خرم و خندان چو گل از بارگاه　　سوی گلستان دگر جست راه

رفت و نمودار خود آنجا نمود　　هرچه ز دُر یافت بدریا نمود

غالیهٔ صلح که در نافه برد　　شمه بشمه همه [معزالدین] شه را سپرد [نصیرالدین]

بادشه شرق چو این مژده یافت　　روش چو خورشید ز مشرق بتافت

کرد نشاطی و رامشگران　　مجلسی آراست گران تا گران

باز طلب کرد بعشرت همای　　خون خروس از بط سرخاب رای

گیسوی چنگ و قدح آب رنگ　　دور بمی داد و تسلسل بچنگ

داشت اصول طرب از قیل و قال　　ریختن خون صراحی حلال

خازن شه آمد و در باز کرد | دادن افسر ز سر آغاز کرد

گشت جهان معدن دُرّ عدن | کرد زمین باز ز صامت سخن

هر کہ دراں بزم طرب ساز گشت | دامن پر گوہر و زر باز گشت

بسکہ ز زر گشت زمین ناپدید | ہر کہ زمین جست نشانش ندید

شاہ چو از خون قدح گشت خوش | دل بجگر گوشہ شدش مہر کش

خواست دلش تا بخوشی جام مے | نوش کند بر رُخ کاؤس وکے

کرد اشارت کہ درآمد بہ پیش | خاک[1] ببوسید بر آئینِ خویش

زاں گل نورستہ دل تاجور | شد ز گل تازہ و تر تازہ تر

بر رخ آن گل مے احمر کشید | لیک بوی گل دیگر کشید

دیدہ براں نور پسندیدہ داشت | دل بدگر مردمک دیدہ داشت

زیور افسر بکلاہ او فگند | قرعہ خورشید بماہ او فگند

گرچہ دلش مہر بکاؤس داد | ہم ز دلش دور نشد کیقباد

بادہ ہمی داشت بر آنش کہ خیز | قصۂ غیبت بحضورش بریز

لیک سریر سری و تاج کے | دست بدامانش ہمی زد کہ ہے

چوں اثر شوق ز غایت گذشت | کفۂ دانش ز کفایت گذشت

روے بکاوس کے آورد و گفت | تا شود آں ماہ بخورشید جفت

---

[1] یعنی آن کاؤس برسم قدیم ۱۲

سوی برادر شود آراسته — با سپه و کوکبهٔ خواسته

جست بسی هدیه بقیمت گران — دیده فروز همه قیمت گران

بی عدد از رشتهٔ دُرِّ دری — دوخته زان رشتهٔ لب جوهری

سلک دگر از گهر شب چراغ — هر گهری مملکتی را فراغ

لعل که بوده است ز غایت برون — سنگ ز مهر از پیِ شان خورده خون

جامهٔ هندی که ندانند نام — کز تنکی تن بنماید تمام

مانده به پیچیده بناخن نهان — باز کشائیش بپوشد جهان

عود بخروار و قرنفل یمن — خرمنی از نافهٔ مشک ختن

عنبر و کافور معنبر سرشت — صندل خالص چو درخت بهشت

ساختهٔ هند بسی تیغ تیز — تیز تر از آب گه آب خیز

سر بفلک برده بسی ژنده پیل — کوه گران را بقیامت دلیل

هدیه چو آراسته شد بی شمار — چار طرف گشت طرائف بکار

داد بشهزاده و کردش روان — ساخته با کوکبهٔ خسروان

وانچه سخن بود ز اسرار ملک — کن مکن از ضابطهٔ کار ملک

چون دگری محرم آن سِر نبود — محرم سر دید فرو خواند زود

تا بامانت بودش در ضمیر — باز رساند بامانت پذیر

راز که داند که چه بد در نهفت — ظاهرش از باطن آشفته گفت

کاے غم تو کردہ بجانم اثر — تو زمن و حالت من بے خبر
جاے تو در چشم و تو در جاے نہ — ہیچ سوے مردمیت راے نہ
تا شدی از چشم من اے آفتاب — دیدۂ خود پیش ندیدم بخواب
خواب من از دیدۂ من آب برد — آب من این دیدہ بخواب برد
این منم و نقش تو و آب چشم — عکس خیالت شدہ مہتاب چشم
گرچہ نہ چشم برخت روشن ست — صورتت آخر بخیال من ست
گرچہ پرستیدن صورت خطاست — صورت تو گر بپرستم رواست
اے بصر دیدہ و جان پدر — زان دگرکس نہ از آن پدر
صبر من از دوری تو رفت دور — مرحمتے کن کہ بمانم صبور
من کہ صبوری نتوانم ز تو — واے کہ محروم بمانم ز تو
می نکند سوز من اندر تو کار — باش کہ تا در رسد آں روزگار
آمدنم نہ از پئے این کار بود — کافسر و اقلیم توانم ربود
این قدرم عرصہ درین ملک ہست — کم نرود سوی دگر پایہ دست
لیکنم از بس کہ بتو دل کشید — میل تو ام رخت بمنزل کشید
ہجر بس ست انچہ کہ بد پیش ازیں — نیست مرا طاقت غم بیش ازیں
تشنۂ دیدار تو ام روز و شب — شربت خود باز بگیرم زلب
از تو نشاید کہ بدیں سان روم — تشنہ دل از چشمۂ حیوان روم

شاد کن این جان غم اندیش را | روے نما منتظر خویش را
تختۂ حال دل ریشم بخواں | یا من آیا برِ خویشم بخواں

از پدر آمدنِ شاہِ جہاں کیکاؤس

بر برادر چو گلِ نو برِ سروِ رواں

گشت رواں موکب کاؤس شاہ | سوے فریدون سریر و کلاہ
آمد و زآبِ سرو و اگذشت | چشمۂ خورشید ز دریا گذشت
یافت خبر صاحب تاج و سریر | زآمدن آں دُرِ دریا نظیر
تاج بسر کرد و برآمد بہ تخت | تا نگرد ہمچو خودے راز بخت
گشت مہیا ہمہ ترتیب بار | چتر کشادا ز دو طرف چتردار
کرد زباں آوری دورباش | چشم زدن دیدۂ بد را خراش
روے زمیں از سپر و رمح و تیغ | گشت پُر از بارقۂ برق و میغ
گشت صف آراستہ تا چند میل | زانبہیِ آدمی و اسپ و پیل
پیش دو دیدند سران و سپاہ | تا لب آب از پئے تعظیم شاہ
پیش رکاب شہ مسند نشیں | جبہہ نہادند بروے زمیں
سیر[1] نمودند بزیر عناں | تا بدر شاہ نثار افگناں

---

[1] پیادہ شدہ آمدند ۱۲

بردرِ دہلیزِ شہِ تاج بخش | جاے ادب دید و درآمد زرخش
تحفۂ آوردہ ہمہ کردہ راست | شد دو صف آراستہ از چپ و راست
پیشترک شد بزمیں بردہ روے | رُفت زمیں راز تواضع بموے
شاہ بر ویش چو نظر کرد چیست | دید[1] در آں آئینہ خود را درست
گرم فرو جست ز تخت بلند | کرد بآغوش تن از جمہ بند
داشت بآغوش خودش تا بدیر | سیر نشد چوں شود از عمر سیر
باخودش از فرش باورنگ برد | تخت کیاں بازکیاں را سپرد
گاہ مہش خواند بر عمّ سپہر | گاہ ببوسید سرش را بمہر
گاہ ز پایش بکف افشاند خاک | گہ ز بنا گوش خویش کرد پاک
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت | گاہ دو بارہ بکنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد | گاہ دل از مہر شکیباش کرد
گاہ بیک دیدہ شدش رہنمای | گاہ بچشم دگرش کرد جاے
چوں کہ دو افسر بوفا شد یکے | در تتقِ نور دو جا شد یکے
پرسش از اندازہ و غایت گذشت | حد نوازش ز نہایت گذشت
از درِ دیگر سخن آغاز گشت | قفل ز گنجینۂ سر باز گشت
شاہ بکاوس کے آوردہ گوش | نکتہ[2] بروں داد خداوند ہوش

[1] اے در روی او زیرا کہ ہر دو برابر بودند ۱۲ [2] نکتہ کہ پدر گفتہ بود با برادر گفت ۱۲

گنج سخن بازکشاد از ضمیر | داد امانت بامانت پذیر
شاه پذیرفت و بدل در گرفت | دزد گر اندیشه سخن بر گرفت
جام طلب کرد و بعشرت نشست | نی زمی از خون عدو شست دست
از رخ فرخندهٔ این هر دو کی | بلبله بلبل شده گل کرده می
رهزن عشاق شد آواز چنگ | باده روان گشت دران راه تنگ
هر چه بمجلس غزل تر زدند | جمله بنام شه کشور زدند
بر در او مطرب فرخنده فال | دور مباد از غزل وار غزال
با خوشی دل چو شود باده کش | زین غزلم گوش گرامیش خوش

غزل

بباغ سایه بید است و آب در سایه | ازین سپس من و جانان و خواب در سایه
کنون چو باد بباید چمید پیش از صبح | بگلشنی که روان باشد آب در سایه
ببانگ نوش مگر ساقیم کند بیدار | چو خفته باشم و مست خراب در سایه
بسایه خفته بدم دی که یار آمد و گفت | چه خفته که رسید آفتاب در سایه
ببوستان منم امروز مجلسی و گلی | روانه گشت می چون گلاب در سایه
در آفتاب همه ساقیان هم از رخ خویش | دگر صراحی و نقل و کباب در سایه
هوای گرم تو نازک بدن مرنجانان | بنوش با من صهبای ناب در سایه
چو پای بند تو شد جان در آفتاب مگرد | مسوز جانم و باز آ شتاب در سایه

فروغ روے تو تیز ست و زلف بر لب نوش — زآفتاب بنه آں شراب در سایه
بگفت خسرو بکشاے زلف تا شنید — حریف مطرب و چنگ و رباب در سایه

رفتن شاہِ کیومرث و بتوزک عارض

برشه شرق بیکجا عرض ایں جوهر آں

روزِ دگر کرد چو نافِ جهاں — مشک شب از آهوی مشرق نهاں
ناف جهاں مشک زمیں را سپرد — باد شد آهو تگ و آں مشک برد
شاه شد از سیرت خود مشک سا — خوں بسوی صلح شدش رهنمای
شمعِ دلِ ملک کیومرث شاه — خلده الله بجد و جاه
خواند دوراں کرد بسوی حدش — جدّ ادب کرد بروں از حدش
هدیهٔ زربفت خطا و عراق — هر یک ازاں طاقه در آفاق طاق
از خز و اکسون و دگر پرنیاں — زیب تن تاجوران و کیاں
اسپ همیں اصل و لایت نورد — گاه تگ از باد برآورده گرد
سخت کمانها زمه نو فزه[۱] — در خورِ زه کردن و ناکرده زه
ساده غلامان خطا و تتار — موی شگافنده بشب روزگار
اشتر پوینده و پولاد پاے — کوه نما از تنِ کوهاں نماے

---

[۱] فزه بیشی و سبقت ۱۲

جنس دگر هر چه تواں برد نام | وانچه کسش نام نداند تمام

ساختہ کردند ز هر جنس صد | وز در و یاقوت بروں از عدد

داد بشهزاده که بر جد رساں | خدمت من خدمتے خود رساں

دید که آں طفل وشے خرد سال | رمز بزرگاں نشناسد بحال[1] (شتاب)

توزک آں عارض سبزانه را | خواند و تهی کرد نهاں خانه را

هر چه ز کاؤس شنید از نهفت | پاسخ آنرا بنهاں باز گفت

کانچه دل شاه بداں مائل ست | رائے مرا نیز هماں در دل ست

دل نه زکیں کرد روانم به تو | کارزو آورد کشانم به تو

تن بوفا گرچه که حائے[2] نبود | دل ز تمنائے تو خالی نبود

ورنه تو دانی که بشمشیر تیز | کس نکند با پدر خود ستیز

ظاهرم ار نقش خلافی گذشت | باطنم از حد وفا بر نگشت

ایں نه خلاف تو پسندیده ام | مصلحت ملک چناں دیده ام

تا چو شوم با تو مخالف بپوست | دشمن تو باز شناسم ز دوست

جلوه کنم از همه رو آں جمال[3] | تا ز هر آئینه چه بینم خیال

دوست بود راه به نیکی برد | دشمن از اندیشهٔ بد نگذرد

آرزوے من که گذر بر تو کرد | مهر من ست ایں که اثر در تو کرد

---

[1] فی الحال ۱۲ [2] آراسته ۱۲ [3] این جمال مخالفت ۱۲

پیشتر از جنبش این دار و گیر | باعثه بود مرا در ضمیر (برانگیزنده)

کم[۱] زچه رو دست بر آں در شود | کین سفرم زود میسّر شود

در سبق ار شاه قدم پیش راند | این سبقت باد رقم باز خواند

آمدم اینک بهزاراں نیاز | تا کنم این دیده بروے تو باز

بود بسے پرسش شاه زمن | کامدن از خود طلبی یا زمن

من بدر شه بسر آیم دواں | چوں پسراں بر پدراں بیگماں

لیک مرا پایه نو یافت پاے | گلبن نو به که بجنبد ز جاے

لیک خداوند سریر و کلاه | بود همه وقت براورنگ شاه

مملکتش ضبط و جهاں زیر دست | هر چه کند باک نه از هر که هست

شرط چناں ست که در بحر و بر | چشمه کند بر لب دریا گذر

لیک سزد گر شه دریا نشاں | بر سر این چشمه شود درفشاں

شاه چو فارغ شد ازین گفت و گوے | کرد رواں عارض فرزانه خوے

عارض دانا و کیومرث شاه | سوی شه شرق گرفتند راه

زاب گذشتند و بسلطاں شدند | چوں گل و بلبل گلستاں شدند

حال بگوش شه کشور رسید | کز چمن آن میوهٔ دلبر رسید

رفت و براورنگ سکندر نشست | وز صف پیلاں سد یاجوج بست

---

[۱] کم مرا از چه نوع وصورت دست براں در شود ۱۲

چتر برآمد ز دو سو یکسره — ساخته شد میمنه و میسره

بارگهِ داد کیانی درخت — پیش ستادند بزرگان تخت

فرش کشادند تتق برزدند — پردهٔ دهلیز بر اختر زدند

ساخته شد پرهٔ پیلان مست — صف جنیبت ز دو سو راه بست

مفردِ[1] کژبند کله کژ نهاد — راست به پیرامن داخل ستاد

پایک هندی معلق زنی — در صف خود گشت به تیغ افگنی

شعشعهٔ تیغ فلک تاب گشت — چشمهٔ خورشید ز سهم آب گشت

گر مگسی زد به سر تیغ پر — شعشعه در پرِ مگس کرد اثر

کارگزاران همه رفتند پیش — سجده کنان پیش خداوند خویش

پیش عنان بانگ روا رو زدند — سکهٔ نو بر درم نو زدند

رفت خرامان ملک ارجمند — تا درِ دهلیز به پشت سمند

چشم چو بر گلشن تختش فتاد — گشت پیاده چو گل از پشت باد

روی چو گل سود به پشتِ زمین — گشت زمین پر سمن و یاسمین

آمد از او رنگ بزرگی فرود — دست بگل در زد و گفتش درود

برد و به بالای سریرش نشاند — وز مژه بر ماه گهر می فشاند

خون خودش دید بجان درکشید — خون خود از دیده روان برکشید

---

[1] مفرد کژبند سپاهی که در حفاظت پادشاه باشد و در زیر حکم کسی نبود ۱۲

کرد چو نوزش بدل دیده جاے — گاه سرش بوسه زد و گاه پاے

مهر جگر گوشه ز سر تازه کرد — جنبش خوں راز جگر تازه کرد

گاه ز رحمت بکنارش گرفت — وز سر تا پا بنثارش گرفت

گاه بیاقوت لبش داشت ہوش — کرد پر از لولوے ناسفته گوش

روے ورا آئینهٔ کلک خواند — آئینه را بر سر زانو نشاند

دیدازاں گوہر نیکوے خویش — ز آئینهٔ زانوے خود روے خویش

بس که مبارک نظر تاجور — ماند به نظارهٔ لولوے تر

دیده زمانے ز رخش بر نکرد — میل بآیندهٔ دیگر نکرد

در رخ آں دیده همی دید شاه — هیچ نمی کرد بعارض نگاه

عارض از آئین ادب پروری — بود کمر بسته بخدمت گری

تا نظر شاه بر آں سوے تافت — خدمت عارض محل عرض یافت

تحفهٔ شاہانه که با خویش برد — کرد نمودار و بخازن سپرد

ہدیه چو از ره بگراں بر درخت — گشت سخن تازه ز اسرار تخت

مرد خردمند پسندیده ہوش — ریخت ز لب ہر چه در آمد بگوش

شاه بر اں مژدهٔ شادی فزاے — ہیچ نگنجید ز شادی بجاے

داد بعارض ز قباہاے خاص — نادره چرخی[۵۷] ہمه ز زر خلاص

---

[۵۷] جُبّے از جامه ابریشمی ۱۲

داد بشهزادهٔ کیومرث نیز — تحفهٔ آں ملک ز ہر گونہ چیز
یافتہ چندیں کمر از درّ و لعل — دشت نوردانِ بر زبستہ بنعل
پیل بسے زیر عماری زر — بار عماری ہمہ گنج و گہر
وعدہ چناں رفت کہ فردا پگاہ — جنبش خورشید شود سوے ماہ
منزلِ سعدین شود برج تخت — مجمع بحرین شود روے بخت
از دو طرف بخت مطرف شود — وز دو طرف تخت مشرف شود
گشت مقرر چو قراری چناں — سکہ چو زر شد ز عیاری چناں
خرّم و خوش عارض و فرزند شاہ — باز نوشتند سوے خانہ راہ
حال نمودند بدارا ے ملک — کاب درا فزود بدریاے ملک
کار کہ اقبال خداوند خواست — شد ہمہ ز اقبال خداوند راست
وعدہ بفرداست ملاقات را — ساختہ شد رسم مراعات را
شاہ بفرمود بفرمانبراں — ساختن برگ و نوالے گراں
از تحف و خدمتی و یادگار — گوہر و یاقوت ز بہر نثار
کانچہ ببایدہمہ یکجا کنند — جملہ بترتیب مہیّا کنند
کار چو بر کارگزاراں گذاشت — خود می و شادی و طرب پیش داشت
جام ہمی خواست ز ساقی مدام — تا فلک از دور فرو برد جام
ساغر خور چوں بزمیں داد تف — کرد پُر از دُر قدح شب بکف

ساقی خورشید وش و ماه چهر / دور همی کرد چو مه بر سپهر

شاه زهره که بکف برگرفت / جام زکف در دُرد گوهر گرفت

جام همی داد بخورشید و ماه / زهره همی رفت ز دورش براه

زخمهٔ قانون که همی کند تا / بود ازو در رگ جان خارخا

مجلسی از خلد برین تازه کرد / شاه ز طوبیِ فلک آوازه کرد

تا ابدش بادهٔ خوش باد نوش / نغمهٔ طنبور نشاطش بگوش

این غزلم گرچه ندارد محل / مشکل من از کرمش گشت حل

غزل

وه که اگر روی تو در نظر آید مرا / پیش ز خورشید و ماه رو ننماید مرا

بستهٔ تست این دلم با دگرانش مبند / کاش که با دیگران دل نگشاید مرا

روی سیاه شد ز اشک چهرهٔ من تا هنوز / از تو چه خونابه بار رو ننماید مرا

خون مرا آب کرد گریه که در خدمتت / پیشتر از من دود هیچ نیاید مرا

دل بشنیدم که دوش لعل تو بوسید و مُرد / پیش چنین مردنی زیست نشاید مرا

جان من آن روز رفت کم رخت آمد بپیش / یا رب کاین روز بیش پیش نیاید مرا

سینهٔ خسرو ز تست آینهٔ زنگ خورد / مصقلهٔ وصل کو تا بزداید مرا

اتصالِ مہ و خورشید و قرانِ سعدین

چرخ گردانست بگردِ سرِ ایشاں گرداں

گشت چو دریاے سپہر آبگوں — داد رواں چشمۂ خود را برون

کشتیِ مہ سوئے کراں[۱] ساز کرد — چشمۂ خورشید بدو باز کرد

شب کہ بکف داشت دُرِ شاہوار — کرد براں چشمۂ و کشتی نثار

شاہ دراں ناحیہ کاوّل نشست — دشتگہے دید درو تنگ دست

از چپ و از راست نظر برگماشت — تخت دو جمشید مسافت نداشت

شہ ز زبردست عوض کوچ کرد — سوے فرو دست برآورد گرد

پیشترک شد قدرے زاں سواد — نصبِ علم را رقمِ فتح داد

دَور سراپردۂ سیّارہ سائے — برلبِ آب سرو شد بپاے

در محلے کاب رواں تنگ بود — گرچہ کہ پہناش بفرسنگ بود

تا بگہ عبرۂ آں شاہِ شرق — زود ترے سیر نماید چو برق

تا جو راں سوی خود از جای خویش — آمدہ بد پیشتر از شاہ بیش

گرد سراپردہ مقابل بلند — منتظر دیدن آں ارجمند

شاہ ہمہ روز متاعے کہ خواست — جملہ بترتیب ہمی کرد راست

---

۱ کراں بمعنی کنارہ ۱۲

روز چو آخر شد و گرما گذشت | چشمۂ خور خواست ز دریا گذشت
تاجورِ شرق بر آہنگِ آب | کرد طلب کشتیِ گردوں شتاب
پیش کشیدند بہشتی شگرف | سدرہ و طوبیٰ بمحل کردہ صرف

صفتِ کشتی و دریا بمیانِ کشتی

موجِ دریائے کہ رفتہ ز کراں تا بکراں

ساختہ از حکمت کار آگہاں | خانۂ گردندہ بگرد جہاں
نادرۂ حکم خدائے حکیم | خانہ رواں خانگیانش مقیم
اہل سفر را ہمہ بردے گذر | ہمرہِ او ساکن و او در سفر
گاہِ روش ہمرہ او گشتہ آب | آبلہ در پاش شدہ از حباب
جاریۂ ہند زبانش سلیم | حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
عکس کہ بنمود باب اندروں | کشتی خصم ست کہ بینی نگوں
ماہ رسن بستہ چو دلو استوار | یافتہ در خانۂ ماہی قرار
ماہ نوے کاصل وی از سال[1] بست | یک مہ نو گشتہ بدہ سال راست
گشتہ گہ سیر ہلالش زبوں | عکس ہلال ست باب اندروں
صورت آں تختہ کہ بد بے بہا | عین چو ابرو شدہ بر چشمہا

---

[1] سال نام درخت کہ از و کشتی وغیرہ سازند و از ہلال مراد کشتی ۱۲

لیک جزین فرق ندانم کنون — کوست سرافراخته ابر نگون

ابروے او داده بهر چشم نور — چشم بد از ابروے نیکوش دور

همچو کمان پرخم و تیر از میان — تیر ستاده ست و کمانش روان

راه نخواهد بمدارا شدن — راست چو تیرے بگذارا شدن

او برسد تیر فلک را باوج — تیر به تیرش نرسد گاه موج

تیر دو رو گرچه که بیش افگنند — پس فتدش گرچه که پیش افگنند

پیشتر از مرغ پرد در گشاد — پیشتر از باد رود روز باد

وقت دو منزل بدمے یل دو چند — بارسن و سلسلهٔ و تخته بند

بسته بزنجیر مسلسل دراز — بحر روان زو شده زنجیر ساز

یک زدن چشم که بینیش پیش — تا بزنی چشم نه بینیش پیش

بر پر و از جاے نه جنبیدنی — نیست درین هیچ پرانیدنی

همچو کلنگان بهوا سرفراز — پر چو حواصل زده سوگروه باز

مرغ که آن از پر چوبین پرد — طرفه بود لیک نه چندین پرد

هر طرفش ره بشتاب دگر — هر قدمش سیر بر آب دگر

از تگِ طوفان شکنش در شتاب — معجز نوح آمده بر روے آب

گرچه ز دریا گذرد بیش و کم — آب نباشد مگرش تا شکم

دیده شب و روز بسے گرم و سرد — رفته بهر سو پے آب خورد

تختہ تے بے حرف گرفتہ بکش — باد بر آب از ہوش حرف کش
تختہ نشد پیشِ معلم درست — طرفہ کہ صد تختہ بیکبار شست
دست چو در آب فراز افگند — آب بدست آرد و باز افگند
ہمچو جواں مرد کش آید بدست — سیم فراواں و نپاید بدست
لطمہ زناں بر رخِ دریا بزور — آب ازاں لطمہ بفریاد و شور
دیدہ دل و دست خداوند خویش — بر رخ دریا زدہ صد لطمہ بیش
تا عمل بحر شدش مستقیم — آمدہ از عبرۂ دریاش سیم
پیشۂ ملاح در و شیم پاشش — تیشۂ نجار از و در خراشش
مرکب بحری ز سفر گشتہ چوب — بر طرف بحر شدہ پاے کوب
بگذرد از آب سوارش بخواب — غرقہ نگردد چو سوارانِ آب
در تہ او آب سبک خیز نیست — گرچہ کہ صد نیزہ بود تیز نیست
جوے کہ بگریست تر و آب دار — گاہ لبش گیرد و گاہے کنار
ہر کہ پے آب بر وشد سوار — آب گذارد چو بگیرد کنار
در رہ بے آب نداند شدن — کیست کہ بے آب تواند شدن
خاک نخواہد کہ غبار آورد — تیرگیِ دیدہ ببار آورد
آب اگر گرد بگردد برش — ہیچ ز گرداب نگردد سرش
با سبکی بار تواند کشید — از سبکاں بار کشیدن کہ دید

موج گران یافت سبک بر رود — ارچه گران گشت سبک تر رود

گرچه که ده سال برید از درخت — هم تهی از بار نگشت این بخت

طرفه درختی ست نمودار او — کادمی و اسپ بود بار او

شاه دران خانهٔ چوبین نشست — وز پل چوبین همه دریا به بست

آب شد از بحر روان تخته پوش — کرده ز هر تخته معلّم خروش

موج سوی جاریه می برد دست — بیل بسیلیش همی کرد پست

نعرهٔ ملاح که می شد باوج — بر تن خود لرزه همی کرد موج

سلسلهٔ موج زدامی که بافت — ماهی ازان دام خلاصی نیافت

بس که بجوشید زمین همچو دیگ — آب روان تشنهٔ گل شد بریگ

آب ازان غلغل زانداز بیش — گرد همی گشت بگرداب خویش

کشتی پوینده که چون تیر بود — بود بجاے که زمین گیر بود

وز خله پشت کشف ناتوان[1] — داشت بسے رخنه برگستوان

عکس رسنها که فرو شد بآب — بست بپهلوے نهنگان طناب

کشتی شه تیز تر از تیر گشت — در زدنِ چشم ز دریا گذشت

راست که شه بر لب دریا رسید — گوهر خود بر لبِ دریا بدید

خواست که از سوزِ دل بیقرار — بر جهد از کشتی و گیرد کنار

---

[1] یعنی از خلشِ خله (پتوار) بر پشت کشف رخنها مثل برگستوان (جھال) اسپ پیدا شده بودند۔

صبر ہمی خواست نمی آمدش | گریہ نمی خواست ہمی آمدش
بود ازیں سوے معزّ جہاں | ساختہ برجای ادب چوں شہاں
چوں کہ دراں شیفتہ خویش دید | شیفتہ ترشد چو ازو بیش دید
پیش شد از دیدہ نثارش گرفت | شہ بدوید و بکنارش گرفت
تشنہ دو دریا بہم آورد میل | تشنہ واز دیدہ ہمی راند سیل
یکدگر آوردہ در آگوش تنگ | ہر دو نمودند زمانے درنگ
چوں گل و غنچہ کہ جہد از خزاں | دور نشد آں ازیں و ایں ازاں
جاں بدو تن بود یکے از نخست | صورتِ تن نیز یکے شد درست
قدِ دو فرقد کہ بہم باز خورد | کار دو رو یہ ہمہ یک رویہ کرد
چرخ بکف کردہ طبقہاے نور | فاتحہ می خواند بر ایشاں ز دور
از پسِ دیرے کہ بخویش آمدند | ہمدگر از عذر بہ پیش آمدند
گفت پسر با پدر اینک سریر | جاے تو من بندۂ فرماں پذیر
گفت پدر با پسر ایں خود خطاست | ہم بتو ایں پایۂ دولت سزاست
باز پسر کرد بگوشش خطاب | کاے مہ ازیں منزلِ خود رو متاب
باز پدر گفت کہ ایں ظن مبر | کز پسر افسر برباید پدر
باز پسر گفت کہ بالاحترام | کز تو برد پایۂ تخت تو نام
باز پدر گفت کہ ایں جاے تست | کز تو شود سکۂ نامم درست

باز پسر گفت کہ بر شو بتخت ‌ ‌ ‌ کایں محل از بہرِ تو آراست بخت

باز پدر گفت کہ اے تاجدار ‌ ‌ ‌ تخت ترا بہ کہ توئی بختیار

دیر بماندند دریں گفت و گوے ‌ ‌ ‌ پاے کسے پیش نشد پایہ جوے

چوں پدر از جانبِ فرزندِ خویش ‌ ‌ ‌ شرطِ ادب دید ز اندازہ بیش

گفت کہ یک آرزویم در دل است ‌ ‌ ‌ منت ﷲ کہ کنوں حاصل ست

ایں کہ بدستِ خودت اے نیکبخت ‌ ‌ ‌ دست بگیرم بنشانم بہ تخت

زانکہ بہ غیبت چو شدی بر سریر ‌ ‌ ‌ من نہ بُدم تا شدمے دستگیر

گرچہ تو محتاج نبودی بمن ‌ ‌ ‌ کافسر ملکی بسرِ خویشتن

با پسر ایں نکتہ چو لختے براند ‌ ‌ ‌ دست گرفت و بسریرش نشاند

خود بنعال آمد و بربست دست ‌ ‌ ‌ ماند ازاں کار عجب ہر کہ ہست

داشت دریں زیر خیالے نہاں ‌ ‌ ‌ آگہیے داد بکار آگہاں

کاے دمِ تاں در رہِ اخلاص چست ‌ ‌ ‌ بہ کہ نباشید دریں کار سست

من پدرم صاحبِ تخت و کلاہ ‌ ‌ ‌ بندہ بریں گونہ شدم پیشِ شاہ

ہر کہ ازیں پایۂ والا برد ‌ ‌ ‌ نسبتِ خدمت ہم ازینجا برد

بود ستادہ نفسے ہم بجاے ‌ ‌ ‌ ہم نفسش نیز ستادہ بپاے

گرچہ پدر بر سرِ تختش کشید ‌ ‌ ‌ نشست و فرود آمد و پیشش دوید

چوں خلفاں شرطِ وفا می نمود ‌ ‌ ‌ خواہش عذرے بسزا می نمود

دولتیاں ہر طرفے بستہ صف | کردہ طبقہاے جواہر بکف

لعل و زبرجد کہ برآمیختند | بر دو سر افرازہی ریختند

تودۂ لعلی کہ بہر گوشہ بود | روے زمیں پر ز جگر گوشہ بود

زاد تو گوئی ز زمیں زرّ و سیم | حاملہ شد خاک ز دُرّ یتیم

چوں پدر اقبالِ پسر تازہ کرد | زاں شرف آفاق پر آوازہ کرد

گفت کہ امروز بس ست ایں قدر | روزِ دگر جلوۂ ملکِ دگر

شکر خدا را کہ رسیدم بکام | کامِ دلِ خویش بدیدم تمام

زیں نمط از کام چو دمساز گشت | فرقِ پسر بوسہ زد و باز گشت

رفت پدر کشتیِ مقصود راند | باز پسر بحر۵؎ بکشتی نشاند

کرد طلب کشتیِ دریا نشاں | کشتیِ زر داد بدریا کشاں

سیل رواں کرد محیطِ شراب | تا لب آمد ہمہ را جوش آب

غوطہ خورانید ز سر برگذشت | کیست کہ جز شاہِ جہاں برنگشت

ہوشش بگردابِ قدح در فتاد | داد ہمہ رختِ ادب را بباد

عقل شد از بہر کشیدن رودل | او ہم ازاں قعر نیاید برول

چنگ زگیسوے سیہ دام یافت | گرچہ در افگند نشانی نیافت

عقل اگر شد بقدح ناپدید | عقل عقیلہ ست نیاید کشید

۵؎ بحر کنایہ از شراب و کشتی از جام ۱۲

عاقلِ دولت که مباداش نقل | بادسرافرازِ جهانی چو عقل
باده که از عقل رباید چراغ | تا ابدش عقل فزاے دماغ
چنگی او عقل فزاے جهاں | عاقلهٔ عیش و نشاط شهاں
ایں غزل از تار ترنم سراے | در سرِ او یافته چوں عقل جاے

غزل

خورّم آں لحظه که مشتاق بیارے برسد | آرزومند نگارے به نگارے بر
دیده بر روے چو گل بند دو نه بود خبرش | گرچه در دیده ز نوکِ مژه خارے
تن چو بینش که بر سیلِ مژه کشتی راند | از پسِ قطعِ سواحل بکنارے
لذتِ دیدنِ دیدار بجاں کار کند | جانِ بیکار شده باز بکارے
گرچه در دیده کشد هیچ غبارش نبود | هر کجا از قدمِ دوست غبارے
اے خوش آں تلخیِ پاسخ که دهد بعد از هجر | که خمارے شکن از زهر خمارے
لذتِ وصل نداند مگر آں سوخته | که پس از دوریِ بسیار بیارے
قیمتِ گل نشناسد مگر آں مرغِ اسیر | که خزاں دیده بود پس بهارے
خسروا یارِ تو گرمی نرسد خود می پوے | بهرِ تسکینِ دلِ خویش که آرے

ذکر دراسپ فرستادنِ سلطان به یدّ
هم براں گونه که در باغ وزد بادِ وزاں

شد کرهٔ چرخ چو گنبد نمای | نعلِ مه افگند بگنبد ز پای
زردهٔ صبح از طبقِ خاک جست | رفت و بمیدانِ افقِ بر نشست
شاهِ فلک مرکبِ جوزا ستام | هم شه و هم شاهسواری تمام
چیست نهنگانه تگاور به پیش | در دلِ دریا شده از آبِ خویش
رفت امیر آخور و آورد زود | هر چه در اطرافِ جهان باد[1] بود
پس که پر از باد روان گشت دشت | مرکزِ خاکی کرهٔ باد گشت

وصفِ اسپان که ز سرعت بخروج و به دخول
نتوان خارجِ شان گفت نه داخل چون جان

تیز تگانِ همه تازی نژاد | چون دمهٔ آتش و انبانِ باد
گرد سر و سینه همه گردن دراز | تا به فلک گردنِ شان سرفراز
تیز تکِ گوش چو پیکان پدید | بر سرِ یک تیر دو پیکان که دید
سر چو مه افراخته بر اوجِ مهر | ساخته از چشم چراغِ سپهر
از هنر آراسته پا تا بفرق | گاه روش ابر و بجستن چو برق
در گله بی دست زدن جسته زن | کوفتنِ پا بطرق کرده فن
نازکشان در صفتِ نازکی | زخم نخورده گهی از چابکی

---

[1] امیر آخور امیر اصطبل و از باد مراد اسپان ۱۲

کبکِ خرامندہ بصحنِ سراے　　کبکِ دراں ابزدہ زاغ پاے

ہیکلِ شاں گرم چو آتش گہے　　آتشِ شاں چوب نخوردہ گہے

کوہ گراں لیک گراں سنگ نے　　یک تگِ شاں جز بسہ فرسنگ نے

سنگ دراں کوہ تناں ناپدید　　کوہ کہ بے سنگ بود کس ندید

ز آتشِ خود گرم رواں ہمچو تیر　　سوختہ شد کرۂ گرم اثیر

از تگِ شاں کاں رہِ صرصر زدہ　　باد بدیوار پسے سر زدہ

سرعتِ شاں از تگِ شاں بیشتر　　گاہِ تگ از خود قدمی پیشتر

وز رہِ جولاں بفلک راہِ شاں　　سنبلۂ چرخ چراگاہِ شاں

بے سمِ شاں کوہ نیارد خمید　　بے تگِ شاں فتح نیابد پدید

پا نہ نہادہ بزمیں ہیچ جاے　　برسرِ گردوں شدہ جولاں نماے

کردہ ہوا در تہِ ایشاں زمیں　　پا ننہادہ بزمیں جز جبیں ہا

آب رواں از پے صحرا گشت　　بادِ صبا از پے گلگشتِ دشت

گر بلگد خشتِ زمیں بشکند　　گاہ بیک جست دو گنبد کند

از لگدِ پا کہ بیک سے قشر　　خرگہِ پرنہ کرہ را کرد خرد

چوں سمِ شاں لرزہ بگیتی فگند　　کرۂ نا کندِ زمیں را کند

گاہ روشِ شاں ز سمِ گیتی نورد　　از کرہ خاک برآورد گرد

---

۱ خرگہ پر نو کرہ - آسمان ۱۲

کاسۂ سمِ کرنگ طبق[۵۱] آزاد گشت | گرد بصحنِ زمیں آسِ شام[۵۲] دشت
باد گرفت اسپِ کساں ابسو | وز رہِ شاں رُفت بصحرا خسی
گرچہ کہ زادہ شدہ پابند پاے | ہم گہِ تنگ ماندہ[۵۳] صبا را بجاے
بر سرِ نہ چرخ بود جاے شاں | گر نہ بود بند بہر پاے شاں
پیکرِ آں راہ نوردانِ پاک | بادِ مجسم شدہ بر روے خاک
بر سرِ بدخواہ رواں تر شدہ | وز سبکی دیدہ درون ور شدہ
صورتِ شاں از روشِ دلپذیر | وہم مصوّر شدہ اندر ضمیر
گشت چو سیّارہ منازل سپر | ماہ سبک سیر شدہ نعل زر
زال مہ رہ یافتہ در برجِ باد | باد بسے گرد بسیّارہ داد
جوشش کمیت از سرِ میدانِ شاہ | مست ہمی کرد کساں را براہ
شکلِ سیاہانِ[۵۴] سر افراختہ | آتشے از دودِ سلب ساختہ
آتشِ سوزاں کہ زتابِ وجود | ہم زتنِ خویش برآوردہ دود
تیزیِ خنگانِ محیط آزموں | آب ببرد از فلکِ آبگوں
گنبدِ شاں کردہ فلک را خراب | گنبدِ آبی شدہ بر روے آب
سوسنیاں[۵۵] خوش فش و نرگس دماں | وز دمِ شاں نرگس و سوسن دماں

---

۵۱ طبق نام بیماری کہ در سمِ اسپ می باشد ۱۲
۵۲ اے زمین را می نوردیدند ۱۲
۵۳ گزشتہ بودند ۱۲
۵۴ اسپان مشکی ۱۲
۵۵ سوسنیاں ۔ اسپان برنگ سوسن و فش موے عیال ۔ دماں معنی دمندہ ۱۲

چالؔ زگلرنگ تر انگیخته | بادِ صبا را بگل آمیخته
پشتِ قلهؔ از خطِ مشکینِ خویش | سبقِ هنر داده صبا را بپیش
زرده‌ٔ شان چون زرِ قیمت فزای | گرچه نه بیجادهؔ ولی کهربای
خنگِ مگسؔ دشت خور و کاسه سم | بهر مگس کرده مگس ران ز دم
لیکؔ چه راند زمگس کز سرین | خواست بلغزد مگس اندر زمین
ابرشِ شان ابر تگ و برق تاب | برقِ فلک سرعت و ابرش خطاب
در تگِ شان گاه کش دن زند | کم شده این ابلق دندان بلند
ابلقِ شان از بیاض و سواد | خامهٔ نقاش نشانے نداد
دهر شد از نسختِ شان نا امید | گرچه بسے کرد سیاه و سپید
صورتِ شان خامه نداند نبشت | بادِ صبا را که تواند نبشت
از تگِ شان گر بنویسم سخن | باد رباید قلم از دست من
مه ز پئے آخورِ آن مهوشان | ساخته خرمن برهِ کهکشان
کارگزارِ عملِ پایگاه | می گزرانیدگان پیش شاه

۱؎ چال۔ اسپی که سرخ رنگ باشد ۱۲ ۲؎ قله اسپ که رنگش مائل بزردی باشد ۱۲
۳؎ در لفظ بیجاده و کهربا بے صنعتی ست بلیغ که او هم جوهریست بمعنی بُرد راه و کهربا هم جوهریست و بمعنی خون خورنده کاه ۱۲
۴؎ خنگِ مگس اسپ سفید که بر آں نقطهائے سیاه باشند ۱۲
۵؎ لیک چه راند۔ الخ۔ یعنی اگرچه دم آں مگس ران ست مگر مگس را چه گونه راند که از فربهی و چربی مگس از سرین او می لغزد و بر زمین می افتد ۱۲

بستهٔ بر یشم گهر مهره وار — مهره نگویم که دُرِ شاهوار

شاه چو در مهرهٔ شاں چشم داشت — چید یکے از صد و دیگر گذاشت

گرچه همه مهرهٔ شاں چیده دید — عاقبت از گوهرِ شاں مهره چید

کرد گزین زاں همه گردن نگاں — پنج هزار و صد و پانصد یگاں

داد بدانا که برایں نزد شاه — عذر قدم زآمدنِ وے بخواه

وعدهٔ امروز فرازم رساں — جان بجنابش بر و بازم رساں

رفت پذیرنده و آں هدیه برد — خدمتیِ خاص بخدمت سپرد

خواهشِ عذرے که به پنهانش بود — کرد بفرمان دهِ فرمانش زود

داورِ دولت که دراں یاوری — دید ز دارائے خود آں داوری

سکهٔ مهرے که عیارش نمود — گرچه یکے بود هزارش نمود

داد بآرنده لباسے عجیب — قیمتی و در همه عالم غریب

سُرخ نطاقی همه از لعلِ ناب — لعل که خورشید ندیده بخواب

از پیِ شه چند طرائف دگر — طُرفهٔ اطراف همه بحر و بر

وعده چناں رفت که هنگام شام — جلوه کند مهر بماهِ تمام

مرد سخن سنج گزاں سلک دُر — کفِّ خود و کفّهٔ خور یافت پُر

آمد و بگشاد ترازوے راز — نکتهٔ سنجیده بسنجید باز

شاه بفرمود بفرشش کشاں — زینتِ فرش و تتق زرفشاں

هر همه در حجلهٔ بار آمدند — بار کشادند بکار آمدند

نصب شد اورنگِ زر از پیشگاه — پایه بپایه سرِ او تا بماه

تاجِ مرصّع که در آویختند — یکسر از آبِ گهر آمیختند

بود تتق جمله ز زر بافته — پردهٔ درها ز گهر بافته

پردهٔ دیوار ز یاقوت بود — کلّهٔ بالا ز زمرد نمود

فرشِ زمیں بود مسلسل بزر — در تهٔ آں خاکِ زمیں نقره گر

هر که در آمد بچناں منظری — صورتِ خود دید ز هر گوهری

یک تنه زو شد بتصوّر هزار — بیں که هزارش چه نمود از شمار

شاه در آں خانه در آمد بتخت — آئینهٔ دید نمودارِ بخت

خانه ازو شد همه صورت پذیر — با همه تصویر نبودش نظیر

خواست ز ساقی مے آئینه فام — دید درو صورتِ خود را تمام

گشت سکندر که ز گنجینه‌ها — داد زر و کرد نو آئینه‌ها

با دلِ آئینهٔ اسکندرش — با دل گلرنگ صفا پرورش

داد مرا ایں غزل اندر خیال — بر دلِ چوں آئینهٔ او جمال

غزل

زسرِ کرشمه یک ره گذرے بسوے من کن — بتغافلے که دانی نظرے بروے من کن

من از آرزوت مُردم دلت ار چه نیست با من
تکلّف ار تو دانی شبے آرزوے من کن

منم و دلے و دردے ز غمت چو ناتوانان
بزکوۃ تندرستی گذرے بسوے من کن

همه بوے عود نبود که بر آتشش بسوزی
دلِ سوخته است رغبت قدری ببوے من کن

اگر ایں ست رسمِ خوباں که بمو نهند دلها
دلِ من بیار و جالیش تنِ چو موے من کن

بدو زلف طوق داری نه یکے که صد هزارم
وگرت هزار باشد همه در گلوے من کن

ز شکنجِ زلفِ مشکیں چو نهی بدوشِ چوگاں
بفداے حالِ گاهش سرِ همچو گوے من کن

تنِ خاکیم لبالب همه پُر ز خوں ست از تو
لبِ خویش را تو ساقی ز سرِ سبوے من کن

بکراں مشو ز خسرو که چنیں بدستِ خویم
نفسے بیا و بنشیں بدِ خو نکوے من کن

صفتِ آں شبِ با قدر که تا مطلعِ فجر
نزدِ آں روح ملک بُرد سلامِ یزداں

شب چو بیاراست سرِ سپهر
گشت مکلّل تتق ماه و مهر

یافت فلک پردهٔ گوهر نگار
رشتهٔ شب از پیِ آں پود و تار

چرخ بهر زاویه شمع سوخت
خاک بهر خانه چراغے فروخت

طاقِ سما کرد چراغ آشکار
طاق یکے بود چراغش هزار

دهر شد از دودِ معنبر دماغ
کم نه بود دودهٔ چندیں چراغ

سُرمه بود از دُرِ گردوں براز
از دُرِ سیاره شده سرمه ساز

چرخ که شد حقهٔ او سرمه زاے | سنگ ندارد ز چه شد سرمه ساے

دیدهٔ انجم بسیاهی درون | دیده درون ماند سیاهی برون

ریخته از شیشهٔ گردون مداد | مجمرهٔ گل شده زو پُر سواد

جوهریِ شام بسوداگری | کرد گهر پیش کشِ مشتری

گاوِ فلک ریخته عنبر براه | گاو زمین ساخته پرچم سیاه

طاسِ فلک شد علمِ زرنگار | روے زمین شد ز علم سایه دار

از نمِ شبگیر که هر سو فتاد | کوسِ سحر هیچ صداے نداد

ادهمِ شب گشته به تندی روان | پُر ز جلاجل شده برگستوان

گرچه هوا پُر ز جلاجل نمود | هیچ طرف بانگِ جلاجل نبود

چرخ یکے حلقهٔ انگشترین | بر سر یک حلقه هزاران نگین

خوانِ فلک پُر ز نگینهاے زر | زرد چو زنبور برآورده سر

زاں همه زنبور که از نور بود | پردهٔ شب[1] پردهٔ زنبور بود

خوشهٔ[2] چرخ از علفِ خانه خیز | بهرِ خرسانِ سحر دانه ریز

بود خروسِ سحر اندر عدم | ورنه چرا دانه نمی گشت کم

مرغِ شب آهنگ نواگر شده | نغمهٔ زیرش بهوا بر شده

شپرکِ از بس که ببالا پرید | مُرغِ مسیحا بمسیحا رسید

---

[1] از پردهٔ زنبور مراد سقف زنبور است که سوراخ داری باشد ۱۲ [2] خوشهٔ چرخ برج سنبله و خروسان حیان ملایک و دانه ها ستارها ۱۲

کرمکِ شب تاب بصحنِ جہاں　　ہمچو شرار از سرِ آتش جہاں
چرخِ کماں شکل بہ تیرِ شہاب　　شاندہ پرِ زاغ بہ پرِّ عقاب
تیرِ شہاب از دلِ اختر گزشت　　روشن ازیں ہفت سپر در گزشت
آتشِ خورشید کہ گرمی نمود　　ز آتشِ او چرخ بر آورد دود
روز ز دریاے فلک شست دست　　چشمۂ خور در تہِ دریا نشست
طرفہ کہ خورشید چو در شد بچاہ　　گشت بر آوان زورقِ زرینِ ماہ
در شدہ آں چشمۂ روشن بچاہ　　خونِ شفق سرخ شد آنگہ سیاہ
پرتوِ خورشید کند از عمل　　سرخیِ خوں را بسیاہی بدل
بلک چو خورشید شد آتش فشاں　　زود ہد از رنگِ سیاہی نشاں
طرفہ کہ خورشید چو رو در کشید　　روے زمیں گرد سیاہی پدید
خور چو شود تافتہ از تابِ وے　　روے پر از قطرہ نماید ز خوے
طرفہ کہ چوں تابشِ خور شد نہاں　　گشت پر از قطرۂ رخ آسماں
تا ندہد آہوئے مشکیں عطا　　ہست طلب کردنِ مشک از خطا
طرفہ کہ گم گشت چو آہوی مہر　　مشک فشاں گشت بگیتی سپہر
قرصۂ خور تا بسرِ خوان بود　　خلق بر و آختہ دندان بود
طرفہ کہ چوں قرصِ خور از خوان فتاد　　چرخ لبالب ہمہ دنداں کشاد
مست شدہ از قدحِ دُردِ مہر　　بر زمیں افتاد ز روے سپہر

صفتِ شمع کہ چوں بسرش آید مقراض در زماں چاک زند پردۂ ظلمت زمیاں

شمع بہ سر بزمگہی سرفراز — خاصہ بہ بزمِ شہِ عالم نواز
شمع نہ بل اخترِ عالم فروز — در دلِ شب شعشعہ پیوند روز
از ہمہ سو رو ہمہ روی چشم — نی پلکش دیدہ و نی موی چشم
پاسِ نفس داشتہ تا بامداد — ہر کہ بروز و نفسی جاں بداد
اولِ شب آمدہ عمرش بسر — زیستنش آخرِ شب تا سحر
نادرہ شخصی کہ ز نورِ صفات — زندہ بماند چو سر آید حیات
زندہ شد آتش ز نفس چوں بمرد — و آتشِ تیز رسش ز نفس جاں نبرد
جانش کہ از سوز رسیدہ بلب — زندہ از آں داشتہ بسیار شب
چوں دلِ سوزانش ز سر بر گذشت — جاں شد و از روی دلِ شب گذشت
شد بگہِ صبح حیاتش تمام — عمر ز سر یافت بہنگامِ شام
کرد چو مقراض بسویش گذر — بوسہ زدش بر لب و ببرید سر
بس کہ سرِ او شدہ بارِ زباں — کرد سر اندر سرِ کارِ زباں
تیغ رسید و سرِ ش از تن ربود — او بزباں کرد حرارہ چہ سود
سوز بسر داشت کہ چنداں گریست — تا نبریدند سرش رانہ زیست

ساخته از دود مدادی زبر / داده به پروانه سوادی زبر

بس که گزیده شده از زخمِ گاز / داده سرِ خویش گزیدش براز

زان همه نیشی که ز زنبور خورد / عاقبتش سوختن آغاز کرد

صفتِ نورِ چراغ که اگر پرتوِ او
نبود در دلِ شب کور بود پیر و جوان

گشت روان خانه بخانه چراغ / آتشِ او در دلِ شب کرده داغ

گرم دماغ آمده در هر وثاق / بینش از گرم دماغی بطاق

پنبه دهانی بزبانِ دراز / با همه کس گرم سرِ سوز و ساز

پنبهٔ و آتش شده در روغنش / در تن و نا سوخته هرگز تنش

پیش رو در راه ز نورِ بصر / گم شده را در دلِ شب راهبر

تا شب ازو نور نیامد پدید / دیدهٔ تاریکِ جهان را ندید

چرب زبانی بدلش گشت جمع / چرب تن و چرب زبان تر ز شمع

شعلهٔ او کز خسی آشوب یافت / صد خله از سیخکِ جاروب یافت

نادره کرد عیان دل پذیر / سیخکِ جاروب بر آتش امیر

خس بُرد بینیِ او را لبی / چون ببرد بینیِ آتش خسی

کرد بچوب آتشِ خود را ادب / وز پیِ چوب آمده جان تشنه لب

بسته جهان چشم چو گاوِ خراس — گوش بفریاد ز آواز پاس

گرد عسس بر سرِ هر کو کمیں — کیست که جنبد به بساطِ زمیں

مردمِ هر خانه شد از رهگذر — مردمکِ دیده فرو بسته در

موسمِ گرما و تن از خوی بجوش — دیدهٔ مردم ز پلک شقه پوش

شقه گری از پلک آموخته — وز مژه قند ز بگران دوخته

موے بهم کرده مژه داده تاب — دام ز مو بافته از بهرِ خواب

فتنهٔ چشم آمده زاں مو بدام — تیغِ زبان خفته میانِ نیام

همچو فلک پُر ز ستاره جهاں — همچو زمیں پُر ز چراغ آسماں

صفتِ سیرِ بروج و روشِ منزلها

که همه کارگزارِ فلک اند از دَوراں

میرِ منازل[1] همه نزدیک و دور — منزلتے داده فلک را ز نور

قرن[2] حمل کرده قراں یکدگر — وز حدِ شرطین برآورده سر

بسته حمل حمل بنافِ بطین[3] — زاده سه سیاره به تثلیثِ عین

---

[1] میرِ منازل۔ ماه ۱۲

[2] قرن بمعنی شاخ و حمل برج جدی که بصورت برهٔ گوسپند ست شرطین بضمِ شین نام منزلِ اوّل ماه و آں دو ستاره اند از برج حمل و بجائے دو شاخ آں واقع شده اند ۱۲

[3] بطین بضم با نام منزلِ دوم ماه که درین مدّت ماه در شکمِ برج حمل می باشد و بطین سه ستاره اند باریک تشکل مثلث بدور باین شکل ۰ ۰ ۰ ۱۲

ثور گرفتہ ز ثریا نثار | کوہۂ کوہاں ز گہر زیر بار
ساختہ ثور از دبران[1] چشم خویش | کحل جواہر فلک آورد پیش
ہقعہ[2] سہ سیارۂ روشن بدور | گشتہ مثلث چو سہ نقطہ ثور
ہنعہ[3] دو آتش کہ بیکجا نمود | داغ وے از گردن جوزا نمود
بس کہ ذراع[4] اطلس گردون نوشت | پردۂ اطلس ہمہ پیمون گشت
نثرہ[5] چو ابرے شدہ گوہر فزاے | چار گہر ریختہ بر پنج پاے
طرفہ[6] بیک طرف دو چشمش پدید | دیدہ چنیں طرفہ بچشمے ندید
قلب فلک در طلب جبہہ بود | جبہہ بقلب آمد و بہجت فزود
زبرہ[7] زبر دست شدہ چون اسد | بہر اسد کردہ ز آہن جسد
مہرۂ صرفہ[8] بدم شیر گم | مہرہ بسر باشد و او را بدم

ف ۱ دبران بفتح دال نیز نام منزل ماہ است و آں پنج ستارہ اند در ثور یعنی فلک برائے (دبران) چشم ثور کحل جواہر آورد تا کہ چشم او روشن شود ۱۲

ف ۲ ہقعہ سہ سیارۂ روشن در برجِ جوزا ۱۲ ف ۳ ہنعہ بفتحتین نیز نام منزل قمر و آں پنج ستارہ اند بر گردن جوزا ۱۲

ف ۴ ذراع گز مراد ماہ است یعنی ماہ اطلس گردوں را در نوشت ۱۲

ف ۵ نثرہ نام منزلِ قمر و آں چار ستارہ اند در برج سرطان ۱۲

ف ۶ طرفہ بالفتح نام منزل قمر و آں دو ستارہ اند در یک طرف یعنی ایں طرفہ تر است کہ طرفہ دو چشم در یکطرف دارد ۱۲

ف ۷ زبرا تراشۂ آہن و آں ستارہ ایست در برج اسد کہ جسدِ اسد را مثل آہن مضبوط کرد ۱۲

ف ۸ صرفہ نیز ستارہ ایست بر دم اسد یعنی ایں عجب ست کہ مہرہ بر سر باشد و اسد را بر دم ۱۲

پنج گهر یافته عوّا[۵۱] بزیر — پنجهٔ شیر آمده بر رانِ شیر

رمح[۵۲] سماک از حدِ تیر آمده — رفت بمیزان و ترازو شده

غفره[۵۳] چو سطرے کژ و روی سه حرف — راستی اندر خطِ میزانش صرف

شکل زبانا[۵۴] بجسنان دو اوری — بر سرِ عقرب بزبان آوری

عقرب از اکلیل[۵۵] سه گوهر بپیش — هر سه گهر سفته بیک زخمِ نیش

روئے چو بکشاد مه مهر جوئے — قلب شده عقرب[۵۶] و پوشیده روئے

شوله[۵۷] شده بر سرِ عقرب چو خار — داد دو گان شعلهٔ آتش شرار

شکل نعایم[۵۸] چو سریری بجاے — کژ شده با راستی هشت پاے

---

۵۱ عوا سگِ عوعو کننده و نام منزل قمر و آن پنج ستاره اند بر رانِ شیر یعنی این عجب ست که پنجهٔ شیر بر رانِ او آمده ۱۲

۵۲ رمح نیزه و سماک بالکسر نام منزلِ چهاردهم ماه و آن یک ستاره است و سماک دو نوع ست یکی رامح یعنی نیزه دار، دیگرے اعزل یعنی بے سلاح ـ میزان بمعنی ترازو و نام بُرج ـ یعنی سماک از حدِ مسافِ عطارد آمده به بُرجِ میزان مقابل شد زیرا که ترازو شدن بمعنی مقابل شدن ست ۱۲

۵۳ غفره نام منزلِ قمر و آن سه ستاره کژ واقع شده که آن را سه حرف گفته یعنی در بُرجِ میزان آمن راست شده ۱۲

۵۴ زبانا بالضم نام منزلِ قمر و آن دو ستاره اند بر سرِ عقرب ۱۲

۵۵ اکلیل نام منزلِ قمر و آن سه ستاره اند در بُرجِ عقرب یعنی عقرب از نیشِ خود سه گوهر را بسفت ۱۲

۵۶ قلب عقرب برقع ست یعنی ماه از دیدنِ عقربِ منحوس روئے خود پوشید ۱۲

۵۷ شوله دمِ کژدم و نام منزلِ قمر و آن یک ستاره است بر سرِ عقرب و دوگان و چند یعنی عقرب نجم ست خود را دو چند ظاهر کرده ۱۲

۵۸ نعایم بالفتح نام منزلِ قمر در بُرجِ قوس و آن بشکلِ تخت هشت پایه واقع شده است یعنی نعایم دشترِ مرغ، با وصفِ راستی هشت پا کژ گردید ۱۲

بلدہ چناں از نظر آنجا نہی — ہست دہے لیک ز مردم تہی

سعد شدہ ذابحِ بُز در نہاں — از پئے آرایشِ خوانِ جہاں

سعدِ بلع[1] در شکمِ بز درون — رفتہ و آوردہ دو بچہ برون

سعدِ سعود از دو طرف درفشاں — با اثر سعد ز تثلیث ستاں

اخبیہ[2] با چار حریفِ درشت — دلو کشاں گشت ز بالای پشت

کردہ مقدم ز قدم پیش و پس — آب کشِ دلو شدہ از ہوس

دستِ موخر سوے ماہی دراز — در دلِ ماہی شدہ تاخیر ساز

کردہ رشا[3] رشتۂ پیچاں بدست — در شکمِ حوت در افگندہ شست

صفتِ اختر و آں طالع و وقتِ مسعود

کہ گرفتند دو مسعود بیک برج قراں

زہرہ و برجیس بہم بستہ جد — تو ز مشرف بقرانِ دو سعد

ماہ و ذنب ہر دو بیکجا مقیم — ماندہ ز پشتِ برہ مہ در گلیم

برجِ دو پیکر زدہ در رو پر ز نور — دیدۂ اختر ز درش ماندہ دور

شاہِ کواکب شدہ کرسی نمائے — کرسی او کرد فلک پنج پائے

---

[1] سعد بلع دو ستارہ اند در برج دلو و میاں آں ہر دو یک ستارۂ دیگر ست کہ آں را مبلوع گویند ۱۲

[2] اخبیہ یعنی خیمہ ہا و نام منزل و آں چار ستارہ اند و سختی آنہا باعتبار نحوست ایں منزل ست یعنی دلو ۱۲

[3] رشا نام منزلے ست و آں ستارہ است بشکل رسنِ دلو ۱۲

گشته عطارد بآسد جای گیر | شه زده گوئی بدلِ شیر تیر
شیر چو پهلوی عطارد نجست | سنبله در سوگ میانرا ببست
راس[۵] چو مریخ ترازو بچنگ | هردو برابر شده در وزنِ سنگ
عقرب دم دار شده قلب را | کرده سم از کوکبهٔ خود کنار
مشتری از خانهٔ خود بی خبر | قوس تهی تیر بجای دگر
بُزکه شدش هندوی گردون شبان | رفته شبان از سرِ آن بی زبان
دلو شد و در ته دریا نشست | کاب کشان زو همه شد تنگدست
کرده زحل در دلِ ماهی مقام | طرفه که ماهیش به بسته بدام
تیره شبی دُمهٔ گردون بخواب | ماهِ زمین منتظرِ آفتاب
تا کیش آن اخترِ عالم فروز | روی نماید که شب آید بروز
نوبت خفتن چو نوا بر کشید | بانگِ دهل دم بهوا بر کشید
کاسه برون زد شغبی کان درو ست | گفت سخن کُوس فلک را بپوست
ناگهی از دور در آبِ روان | مشعلها شد چو کواکب عیان
پرتو شان نادرهٔ خوش نمود | کآب بر از شعلهٔ آتش نمود
عدلِ شه این تعبیه انگیخته | کآتش و آبی بهم آمیخته
دهر بنوعی فلک افروز شد | کاستر شب اور گُئی روز شد

---

[۵] راس نام ستاره مقابل ذنب یعنی راس و مریخ هردو در برج میزان بودند ۱۲

گشت چناں ظلمتِ شب کم فراغ　　کش اثرِ دود نماند از چراغ

دیدۂ سیارہ ز نورے کہ زاد　　دادہ ہمہ سرمۂ شب را بباد

روشنیِ گشت بعالم پدید　　کاولِ شب صبحِ دوم در دمید

مشعلہا ہر چہ بر آمد بہ بیش　　نورِ جہاں گشت ز اندازہ بیش

تا بچنیں کوکبہ آں آفتاب　　نور دہِ خاک شد از برجِ آب

ریختنیہا ز دو سو شد بکار　　بستہ شد از بارِ گہر جاے بار

ریزشِ زر کز زمیں آمیختند　　خاک تو گوئی کہ ز زر ریختند

آنکہ ہمی چید بدامن گہر　　دامنِ پُر چید ز لولوے تر

خلق سر از چیدن زر خم نکرد　　سر چہ کند خم کہ نظر ہم نکرد

بسکہ دُر و لعل بخواری نشست　　کس بچناں آب نیالود دست

نورِ دو خورشید شدہ ہمقراں　　انجمن انجم فگن از ہر کراں

ہر دو بیک تن چو دو پیکر شدند　　بر فلکِ تخت چو مہ بر شدند

گشت ببرجے دو قمر جاے گیر　　گشت مزیّن بدو سلطان سریر

برج شرف کردہ دو اختر یکے　　سلک نسب کردہ دو گوہر یکے

ملک بیک تخت دو دارا نمود　　دہر بیک آب دو دریا نمود

روے زمیں فرِّ دو جمشید یافت　　چشمِ جہاں نورِ دو خورشید یافت

خاتمِ جم را دو نگیں دست داد　　افسرِ کسریٰ بدو فرق ایستاد

دبدبهٔ کوس دو لشکر زدند — نوبتِ اقبال دو سنجر زدند

گلشنِ دولت بدو گل تازه گشت — صوتِ دو بلبل بیک آوازه گشت

گشت یکے تاجِ کیاں را دو سر — گشت یکے قصرِ شہاں را دو در

مصقلهٔ چرخ دو خنجر زدود — آینهٔ ملک دو صورت نمود

نور یکے داد دو لوحِ جبیں — لمعه یکے زاد دو نورِ یقیں

سایه یکے کرد دو فرِّ ہمائے — پایه یکے ساخت دو کشور کشائے

شاخ بہم سود دو سروِ جواں — موج بہم داد دو آبِ رواں

گشت یکی باغِ وفا را دو جوے — گشت یکی تیغِ صفا را دو روے

کشتِ زمیں آبِ دو باراں چشید — مغزِ جہاں بوے دو بستاں کشید

چرخ یکے شد بدو ماہِ تمام — بزم یکے شد بدو دورِ مدام

گشت یکے غم زده دل خاسته — گشت بیک جان دو تن آراسته

بود دو سر آمده ہر دو ببار — سر دو دید پایش ایشاں چہار

صف زده از ہر دو طرف صفدراں — انجمنے ساخته نیک اختراں

بر ہمه در رشتهٔ طاعت قطار — راست چو در رشتهٔ دُرِ شاہوار

سر بزمیں خانِ حطامی نہاد — خانِ مغل کاسه کجامی نہاد

بود گہه سجده بروں از شکے — نقشِ بساط و رخِ مردم یکے

فرشِ زمیں داد ز صورت نشاں — از چه ز نقشِ رخِ گردنکشاں

زاں سرا نبوہ کہ در گل نشست　　کاسہ بہم خورد و سر اندر شکست

گرد شدہ خاصگیاں ہر طرف　　وزد و قمر یافتہ پروین شرف

گاہ نشستہ بمقامِ نشاط　　گہ بزمیں بست چو نقشِ بساط

جملہ کلہ ور شدہ کہ تا بمہ　　سر ز کلہ گشتہ سزاوارِ زہ

جبہتِ شاں از کلہ بے بہا　　گشت دُر افشاں چو مہ از ابرہا

از کلہِ لعل و سپید و سیاہ　　گونہ بگونہ شدہ رخسارِ ماہ

نقشِ قباہاے زرِ خز آب گوں　　موج بروں دادہ ز دریا دروں

کوہ تنانے ہمہ بستہ کمر　　تا بہ کمر غرق شدہ در گہر

قامتِ شاں زاں کمرِ زر کہ بست　　تیر تو گوئی بدو پیکر نشست

مجلسے آراستہ شد چوں بہشت　　خاک شد از غالیہ عنبر سرشت

بس کہ فشاندند گلابِ نشاط　　شستہ شد از وی ہمہ وی بساط

بوے گلاب از تنہ و آستیں　　کرد ز گل جامۂ گل راستیں

عودِ قماری کہ ہمی داد دود　　غالیہ می ساخت گل از دودِ عود

عود ہمی سوخت چو عنبر بداغ　　مشک ہمی گشت بگردِ دماغ

بس کہ شد آلودہ عنبر زمیں　　گاوِ زمیں شد ہمہ تن عنبریں

نقل فشاندہ بطبق ہاے زر　　میوہ ز ہر جنس چہ خشک و چہ تر

دیدۂ بادام کہ سختیش بود　　خستگی داشت شکستی نمود

شد بطبق پستۂ شکّر شکن | بہر زمیں بوس لبالب دہن

چربی چلغوزہ ازانجا کہ اوست | چرب زباں بود وے زیر پوست

سرخی ما[1] بود ز عنّاب کم | سرخی خود کرد فزوں دمبدم

سائگی از پرتوِ مجلس بتاب | سایہ ہمی جُست درآں آفتاب

ہیچ کسے آب ز آبے نخورد | سیب شد از بس خجلی سرخ و زرد

قہقہۂ بے ادباں کردہ نار | شد ہمہ دندانش بدامن نثار

بود ہم ازمیوۂ ہندی بسے | کاں مزہ را نام نداند کسے

موز کہ ہمسائگیِ بہی نمود ۱۲ | بہ بتری بود اگر بہ بنود

نقل ازیں گونہ دل آساؤ نغز | بادہ کزو پرورش آید بمغز

صفتِ بادہ کہ بینی چو خطِ بغدادش
بے سوادیش بخواں نسخۂ آبِ حیواں

مے کہ عرق ازتنِ مرداں کشید | گوہرِ ہر مرد شد ازوے پدید

پیشِ حناں گوہرِ یاقوت رنگ | کوہ زدہ بر سرِ یاقوت سنگ

بس کہ زبہر کف گہر انگیز گشت | معبرش ازمعبرِ دریا گذشت

تند کمیتے کہ بہنگامِ جوش | کف بلب آورد و شد اندر خروش

---

[1] ما در عربی آب را گویند و آبی بہی را گویند یعنی سُرخی بہی ۱۲

از سر جوششِ همه گنبد نمود — گرچه که میدانِ وے از شیشه بود
او ز عمل کرده بسے زر بدست — آمده بر شیشهٔ مسکیں شکست
مے که ازو صد هنر انگیخته — موے بمویش بهنر بیخته
بهرِ دهن هاے چو انگشتریں — ساخته از لعل مصفا نگیں
بود بر آتش قدمش دیرپاے — زانش دمید آبله[١] سرتا بپاے
نام حرام ارچه بروشد وبال — هرچه نمک خورد مداں جز حلال
لاجرم او داشت نمک را عزیز — حرمت او داشت همه خلق نیز
طرفه حرامی که بهر دستگاه — حقِ نمک دارد ازیں سان نگاه

وصفِ قرّابه که بهرِ حرمِ دخترِ رز
شیشه خانه است ببالاے سرش روشنداں

سینهٔ قرابه برآورد شور — وازخس خود چشم بداں کرد کور
راست چو دریا ز برون و دروں — دُر ز دروں داشته خس از بروں
هرکه گذر کرد گهی در رهش — غرقه شد از آب بزیر کهش
گرچه ز پیری سرِ او پنبه گشت — هم ز می و جام نداند گذشت
پُر شده تا لب ز می و گشت مست — ریخته از سینه بروں هرچه هست
بسته میاں را کمر از لعلِ تر — طرفه که در زیرِ قبایش کمر

---

١ از آبله مراد حباب هاے شراب ١٢

رنگ خضر داده ز سبزی برش | تا بیزد چشمهٔ حیوان سرش
می طلبی روے بخدمت نهد | هم بکند خدمت و هم می دهد
خونِ دلش گرچه بساغر خوری | هم نکشد سر ز تواضع گری
لعل که در سنگ درون آمده | حل شده زان شیشه برون آمده
سنگ بسے هست که یاقوت داد | شیشه که دیدست که یاقوت زاد

سخن از وصفِ صراحی که گرآں نازک را

در گلو دست زنی خونش برآید زدہاں

بس که صراحی حلب گشت صاف | باده درو دیده شد اندر طواف
گوئی از اوصافِ صفاش از برون | باده برون ست و صراحی درون
حاملهٔ جز خلف از وے نزاد | گرچه کسش حمل کند بر فساد
کرده درو دائره دَورِ شراب | خیمهٔ آں دائره گشته حباب
در شکم او کفِ صافی گهر | از هوسِ باده شده شیشه گر

سخن از وصف پیاله که زبس جنبشِ خوں

خونِ قرّابه سوی اوست همه وقت کشاں

شکل پیاله چو فلک گاه دور | زو همه بر مردم هشیار جور

گشت لبالب ز مے جان شر | کرد حدیثے ز لبِ جوے بہشت
جاں بلبش تا نرسید از طلب | برلبِ جاناں نرسانید لب
نوشِ لبش زاں مے نوشیں کہ خورد | نوش لباں را ہمہ لب نوش کرد
بس کہ خورد بادہ نداند ستاد | تا ش نگیری نتواند ستاد
مے بدلِ آب فرو ریختہ | و آب بمے ہیچ نیامیختہ
بادہ تو گوئی کہ درو از صفا | ہست معلّق بمیانِ ہوا
کرد چو ساقیِ شہش زیر دست | رفت ز بر دستِ بزرگاں نشست
دستگہے یافتہ در خورد خویش | کردہ بہ پیش ہمہ کس دست پیش

صفتِ ساقیِ رعنا کہ کند مستاں را

بیک آمد شدِ خود بہیش و مست و غلطاں

ساقیِ صوفی کُش و مردم فریب | برد بیک غمزہ ز عالم شکیب
خم بخم آویختہ جعدِ تر شش | یک خم و صد بر شکناں بر سر ش
نرگسِ نازندہ او نیم باز | نیمے از و خواب و دگر نیمہ ناز
گرچہ کہ چشمش شدہ با خواب جفت | لیک گہی فتنۂ چشمش نخفت
عکسِ چناں نرگسِ مست و خراب | ہر ہمہ را سرمہ دہد در شراب
خطِ نو آغاز شدہ گرد درے | خاستہ زو بر تن خورشید موے

مست رود چوں بسوی می پرست عقل شود شیفته بیچاره مست

هر که بیک جرعهٔ او سر نهد بہشتیش بیند و برتر دہد

مے دہد و خوں خورد از دل تمام جرعهٔ باقی نگذارد بجام

ور نشود مست حریف از شراب رو بنماید که بیفتد خراب

مست در و بیند و او سوے می او شده مست از می و مستاں ز وے

بسکه همه جور بود دور او هر که بود خوں خورد از جور او

از کف او دور دمادم خوش است ور بمثل جور بود هم خوش است

چوں بدہد باده و گوید که نوش مست بروز دگر آید بهوش

ساقی ازیں ساں و حریفان نغز در شده آواز ترنم بمغز

حاصل ازیں مجلس فردوس وش شاه خوش و باده کشاں نیز خوش

صف حریفاں ز دو جانب قطار هر یک از ایشاں ملکے نامدار

جام مے آنرا که بلب باز خورد بستد و چوں جرعه زمیں بوس کرد

کرد سوے تخت بحرمت نگاه خورد بیاد رخ میمون شاه

بانگ ندیمان قصیده سرا باز رسانیده سخن بر سما

روزن هر گوش پر از بانگ رود گنبد مهر پر ز صدای سرود

مرد بیک رو همه سازے بدست ساخته تا مجلسیاں گشته مست

زن ز دگر سوے بریشم زنے رشتهٔ جاں ریشهٔ هر دامنے

صفتِ چنگ کہ بے موست تنِ بکیاقش

موے ساقِ دگرش تا بزمیں آویزاں

چنگِ سر افگندہ سر افراختہ — موئے بمویش ہنر ساختہ

یک شبہ ماہے ز سر انگیختہ — سی شب وسی روز درآمیختہ

نیم کمانے و زہش ہست چار — زخمۂ پیکانش بجاں کردہ کار

کشتیِ کاغذ برو بحرش گذر — کاغذِ او ناشدہ از رود تر

رشتہ کہ در گردنِ خود آورید — گردنِ او را شدہ حبل الورید

شیخِ عبا پوش ببزمِ شراب — پیر دلے ساختہ بہرِ شباب

گرچہ چو معشوق کشندش ببر — ہم دہد از نالۂ عشّاق اثر

بسکہ نماندش برگ از نالہ خوں — رگ بزنی خونش نیاید بروں

زادہ بسے زخمہ کہ در جاں نہی — لیک شکم تا بتہیگہ تہی

پردہ زا بریشم واز موطناب — گاہ بریشم گرو گہ موی تاب

صد فنِ باریک چو مو بافتہ — زاں ہمہ مو چند رسن تافتہ

ہر سرِ موزاں رسنِ جاں فشاں — ہست زباریکی علمے نشاں

ہست لباسش زبریشم مقیم — ہم نکشد پاے بروں از گلیم

صفتِ کاسۂ رباب و بسرش کفچۂ دست

کہ دراں کاسۂ خالی ست نغم چندا لواں

کاسِ رباب از شغبِ دل نواز — بردہ دل از مردم و جاں دادہ باز

نبض بگیرندش و رنجورسے — پردہ بہ بندندش و مستورسے

زخمۂ تیزش چو تراشیدہ گشت — حلق نہ کآواز خراشیدہ گشت

روئے ورق ساختہ مسطر ز رود — گرچہ نگنجد بکتابت سرود

زخمہ زناں گشتہ ز بہرِ فغاں — خونِ جگر خوردہ بزخمِ زباں

او چو زدہ راہِ حریفاں بسے — زخمہ زدہ در حقِ او ہر کسے

راہ زدن چوں ہمہ سازش بود — چوں زنیش زخمہ نوازش بود

گرچہ کہ دہ جائے گرفتش کنند — خود غلط افتند و رہایش کنند

چوں بہ بلندی کشد آوازِ او — پرّد درِ زہرہ شود سازِ او

در کند آوازِ حزیں بے خروش — نشنود آوازِ خود ار ہست گوش

کاسہ تہی و ز نعمِ بیشِ او — دستِ کساں کفچہ شدہ پیشِ او

بستہ چو خر چوب بزیرِ رسن — طرفہ کہ خر لنگ و رسن در سخن

خر شود از خوردنِ نشتر رواں — طرفہ کہ خر ساکن و نشتر رواں

معنز تہی کرد معلم مثال | طفل صفت ساختہ باگو شمال
طفل بریشم گرو تارش چہار | پردہ دو شش ساختہ زاں چار تار

صفتِ نائے کہ ہر لحظہ زدم دادنِ او

کلّہ مطرب پرباد شود چوں انباں

نائے دہن بستہ و بسیار گوے | نائے مگو کش بفسوں مار گوے
مارِ سیہ کردہ بسوراخ رہ | مار یکے بینی د سوراخ دہ
مارِ شکر خوارہ و افسوں پذیر | گشت بدستِ دگراں پارہ گیر
گاہ بصورت شدہ زنگی سلب | گاہ بمعنی شدہ زنگی طرب
طرفہ سیاہی ز عراق آمدہ | سوختۂ در دفراق آمدہ
نیست دہن تا نگوئی سخن | نیست سخن تا نبندی دہن
سر فگند پیش تو گر دم زنی | دم نزنند تا سر او نشکنی
چوں ہوس آید بسرود ترشش | دور کند ہرچہ بود در سرشش
مطرب گیرا نفس و سحر ساز | سر زتنش کندہ و پیوستہ باز
گاہِ سخن گشتہ سراسر زباں | ہر نوا[لہ] بودہ لبالب دہاں
باز کند لب چو زباں آورے | لیک زبانش بلب دیگرے

لہ بمعنی آواز ۱۲

کردہ بہر دستے از آواز تر | زیرِ ہر انگشت ہزاراں ہنر
خانۂ چوبیں بمیانش ستوں | تنگ دلی باد گذار از دروں
مطرب ازاں دم کہ دما دم بداد | دمبدم اندر سرِ شس اُفتاد باد

صفتِ دف کہ در دستِ کساں کوبد پاے
صحن کرد داشتہ و کوبشِ پایں بچپ سال

دائرۂ دف کہ حصارے ز چوب | صحنِ وے از پنج عروس[۱] بکوب
زہرہ ز دورش بسرود آمدہ | چنبرش از چرخ فرود آمدہ
بستہ جلاجل بکمر جا بجاے | چوں کمرِ چرخ جلاجل نماے
بر زبرِ دست گرفتہ نشست | گہ زبرِ دست گہے زیرِ دست
چار زبان و دو زباں در دہاں | نغز سخن لیک دوئی در زباں
ہر سخنِ نغز کہ با دوست گفت | آں ہمہ در پردۂ در پوست گفت
گشتہ دو رو لیک چو بر وی خورد | دستگہ خود ہمہ یک رویہ کرد
رویش ازیں سو و ازاں سوی ہم | گفتش ازیں روی و ازاں روی ہم
بر کفِ مطرب ز اصولِ لطیف | گاہ ثقیل آمدہ گاہے خفیف
گہ ز نمی لرزہ کند پوستش | کاتشِ خورشید بود دوستش

---

[۱] بمعنی پنج انگشت ۱۲

گاہ زخشکی چو شود گرم تاب | تر دہد آواز نخواہد جز آب

صفتِ پردۂ آں پردہ شناسانِ شگرف

کہ بہر دست نمایند ھزاراں دستاں

رود زنانے ہمہ باریک سنج | پردہ برابریشمِ باریک رنج

تارِ بریشم رگِ جاں ساختہ | جاں زرگِ چنگ برانداختہ

ایں بصفت مرغ نمودہ دو رنگ | مرغ و لے چنگلِ بازش بچنگ

آں شدہ کنجشک بگاہ نوا | مرغ در آوردہ زروے ہوا

گاہ ترنم بنوائے کہ خواست | جانبِ چپ پردہ شد از راہِ راست

گہ بحسینی طرفے رود زن | پردہ کشا گشتہ بوجہ حسن

گہ زنوا زن کہ نوازندہ گشت | جانِ جہانے بنوازندہ گشت

گاہ برآوردہ نوا بوسلیک[۵۱] | دل شدہ چوں درِّ بریشم سلیک

گہ غلط[۵۲] انداز ہنرمند را | تنگ شدہ عرصہ نہاوند[۵۳] را

گاہ بہ نغماتِ ترانہ ددہ گاہ | یافتہ در عرصۂ باخرز راہ

گاہ بہ بر چنگ چو معشوق تنگ | در زدہ در پردۂ عشاق چنگ

---

۵۱ بوسلیک نام پردۂ موسیقی و سلیک بمعنی روندہ ۱۲

۵۲ در فریب دادن ۱۲ — ۵۳ نام سرود ۱۲

گہ چو دلِ سوختگانِ فراق　　نالۂ فغاں کردہ براہِ عراق

گہ ز مخالف کہ نوازندہ ساخت　　دوست بگشت ارچہ مخالف نواخت

گاہ فروغ دَمِ نائی بکام　　دادہ بفرغانہ فراغِ تمام

بر دلِ عاشق کہ بکشتن سزاست　　راست چو تیر آمدہ تیزیِ راست

نیزہ زنِ چنگِ تہمتن مثال　　رخش دواں کرد بزابل حوزال

بستگیِ بربطِ مشکل کشاے　　جاے کشادہ زپئے بستِ پاے

نغمہ چو در زیر و بم آہنگ برد　　زیر کشید و بحسینی سپرد

زمزمۂ سازگری در عراق　　کردہ بآہنگِ عراق اتفاق

سازگری را ہمہ خواہاں شدہ　　نغمۂ او تا بسپاہاں شدہ

عقل مسافر شدہ زیں کارگاہ　　تیزی باخرز کناں قطع راہ

گشتہ ازاں قول کہ قوّال راست　　گفت گہی راست گہی نیم راست

زخمۂ زنگانہ ز بم تا بزیر　　گشتہ زبے جاے گہے در نفیر

پیش چناں منطقِ طیر از قبول　　فاختہ در باغ نسازد اصول

بزم چو زینگونہ شد از نای و نوش　　واز شغبِ چنگ شد آسودہ گوش

خاست دو مجلس بدو شہ یکسرہ　　دور زدہ میمنہ و میسرہ

ہر دو طرف ساقیٔ برپاے خاست　　دادمَی از دستِ چپ و دستِ راست

دَورِ قدح چوں بدو سلطاں رسید　　نورِ دو خورشید بکیواں رسید

دورِ قمر رفت فلک راز سر | کز دو قمر یافت دو دورِ قمر
در سرِ شاں ساقیِ دوراں زده | خواند هنیاً بشرابِ طهور
هرچه تهی گشت ز می جامِ پر | باز نبردند مگر پُر ز دُر
یعنی اگر کس تهی آید بشاه | دامنِ پر باز خسر آمد براه
چوں اثرِ باده در آمد بمغز | طبع کشاں شد بغذاهای نغز

صفتِ مائدهٔ خاص که از خوانِ بهشت چاشنی داد بهر کام و زباں لذتِ آں

گرم ترین کارگزارانِ خواں | مایده کردند ز مطبخ رواں
خوانچه آراسته بیش از هزار | بر همه الوانِ نعم کرده بار
بانگِ دوارو که ز اختر گذشت | بلک زنهٔ خوانچه صلا بر گذشت
گشت علم از خورشِ ارجمند | خوانچه ازاں ساخت سپایه بلند
صد قدح از شیرهٔ آبِ نبات | در مزه همشیرهٔ آبِ حیات
کرد گذر سوی حریفاں نخست | کامِ می آلوده ز جلاب شست
شربتِ لب گیر کزاں آب خورد | جانِ گسسته بتواں وصل کرد
از پس آں دور در آمد بخواں | دائرهٔ مهر شده دورِ ناں
نانِ تنک صاف براں گونه بود | کز تنکی رو بدگر سو نمود

نان نگوئیم که قرصِ خورست | عیسیٰ اگر خوان بکشد درخورست

نان تنوری ز طرب قبه بست | زانک بخوانِ شهِ عالم نشست

کاک[1] دراں مرتبه رو ترش کرد | لاجرمش روئے چناں مانده زرد

دید فلک گرمیِ هر قرصِ نور | قرصهٔ خور گرم ز خوان کرده دور

ماه بکاهید که خود را بخوان | دید یکے قرص و دو سه ریزه نان

یافته سنبوسه ز تثلیث اثر | برّهٔ بریاں شرف از قرصِ خور

خواند زبانِ برّه پہلوئے بز | بر سر پولاؤ که مینی ارز

پہلوئے مسلوخ ہلالی کشاد | طرفه که سی غره بیک سلخ زاد

چرب دمِ دنبه دومن بکسره (استخواں) | چرب تر از دنبکِ آہو بره

خنده بروں داد سرِ گوسپند | هم بجوانی شده دنداں بلند

دنبهٔ کوهی که بهر خوانچه بر | ده مهِ رفته و دو قرنش بسر

صد نعم از هر نمطے دیگ پز | مردم ازاں لب گزو انگشت مز

پخته بسے مرغ بهر گونه طرز | از ولج[2] و تیهو و درّاج و چرز

صحنک حلوا همه شکّر سرشت | چاشنیش از طبقاتِ بهشت

تختهٔ صابونیِ شکّر نوید | راست چو جامه بسفیدی سفید

داده بسے طیبِ معنبر براں | خوردهٔ کافور تر و زعفران

---

[1] کاک نانیکه اورا از خمیر ترش سازند [2] ولج سلویٰ (دبیر)۱۲

در تنِ مرداں مزہ ذاتی شدہ | ناطقہ ہم روح نباتی شدہ
بہرہ خود برد چو کام از خورش | یافت ز لذت دل وجاں پرورش
چند سرانی بمیاں ایستاد | وز پئے ہر نام فقاعے کشاد
جوشش تیزش کہ بجاں باز خورد | صد گرہ از رشتۂ جاں باز کرد
مایۂ خواں چوں ز میاں رخت برد | نوبتِ تنبول بمجلس سپرد

صفتِ بیرۂ تنبول کہ نزدِ ہمہ خلق بازآں نیست نباتی ہمہ ہندوستاں

بیرۂ تنبول کہ صد برگ بست | چوں گلِ صد برگ بیاید بدست
نادرہ برگی چو گلِ بوستاں | خوب ترین نعمتِ ہندوستاں
تیز چو گوشِ فرسِ تیز خیز | صورت ومعنی بصفت ہر دو تیز
تیزی ازو یافتہ گوشِ دگر | داد بہر گوشش ز تیزی خبر
تیزی او آلتِ قطعِ جذام | قولِ نبی رفتہ[1] علیہ السلام
پُر رگ و در رگ نہ نشانی ز خوں | لیک ہم از رگ و دش خون درون
طرفہ نباتی کہ چو شد در دہن | خونش چو حیواں بدر آید ز تن

---

[1] در حدیث آمدہ است ان فی الھند شجرۃ ورقھا کاذن الفرس من اکلھا امن من الجذام والبرص
یعنی در ہند درختے است کہ برگ آں مثل گوش اسپ است ہر کہ آنرا بخورد از جذام و برص محفوظ ماند ۱۲

خوردنِ آں بوئے دہن کم کند | سُستیِ دنداں ہمہ محکم کند
سیر خورد گرسنہ در دم شود | گرسنہ را گرسنگی کم شود
کس نخورد خوردۂ دندانِ کس | وانچہ تواں خورد ہمیں ست بس
از درِ تعظیم فتادہ بہند | صد درِ تعظیم کشادہ بہ بند
سُرخیِ رویش ز سہ خدمتگرش | چونہ و فوفل شدہ رنگ آورش
طرفہ کہ با ایں سہ شریکش تبہ پس | مرتبہ و نام ہموں راست بس
گرچہ کہ آبش بنوی ہست بیش | کہنہ شود بیش کند آبِ خویش
گرچہ کہ از آب شود زرد رو | لیک ز زردیش بود آبرو
برگ کہ باشد بدرختاں فراخ | زود شود خشک چو افتد ز شاخ
برگ عجب بیں کہ گستہ ز بر | وز پسِ شش ماہ بود تازہ تر
حرمتش از پیشگہ و بارگاہ | ہم بگدا محترم و ہم بشاہ
شاہ چو زیں تحفہ تہی کرد لب | باز رواں گشت رحیقِ طرب
رقص برآمد بترنم زناں | زمزمہ برخاست ز مطرب زناں

صفتِ نغمہ گریہائے زنانِ مطرب
کہ بسے لحن کند زہرہ چو گیرند الحاں

شد زنِ مطرب بنوا پروری | انجمنی پر زمزمہ مشتری

غمزه زنانی همه مردم فریب | سیبِ زنخ خال زنخ تخم سیب
چاهِ زنخ روشن و صافی چو ماه | روی نما گشته چو آبی بچاه
پرده برانداخته چون آفتاب | کرده بیک غمزه جهانی خراب
روی چو خورشید برافروخته | جانِ کسان زآتش خود سوخته
از رخ شان کامده مقنع فرود | رفته بچه ماه مقنع[۱] فرود
زابروی خم پشت کمان ساخته | تیرِ مژه نیم کش انداخته
ناوکِ شان چون شده بیرون ز کیش | دیده سپر کرده سیاهی خویش
بسته بلادر[۲] همه در شش بلا | داده به بیهوشئے عالم صلا
رشته در بسته بر او از دو سوی | چون قطرات عرق از گرد روی
سی مه یکروزه فگنده بگوش | حلقه بگو یک مهِ سی روزه گوش
خوبی شان بسکه یکے صد شده | حلقه بگوش رخ خود خود شده
از کفِ خود آئینه بنهاده پیش | دیده رخِ خود بکفِ دستِ خویش
موی میانِ سر شان فرق جوی | شکل هلال آمده بفرق موی
جعد که پیچیده بپا در خرام | ماهی ساق آمده در پای دام
بر زمین افگنده چو گیسوی خویش | رفته ره خویش هم از موی خویش

---

[۱] مقنع حکیم نخشبی که زصنعت خود از چاه نخشب ماه برآورده بود
[۲] بلادر داروئے از سمیات است که آنرا بهندی بهلاوه گویند و نام زیوریست که زنان بر سر بندند ۱۲

قامتِ شاں سروِ لے رستیں — پر زگل از ساعدِ شاں آستیں

یافتہ از نغمہ گلوشاں خراش — صوتِ خراشیدۂ شاں جاں خراش

سینہ بسے خستہ و دل کردہ ریش — ہر نفس از تیزیِ آواز خویش

قامتِ شاں بود بپا کوفتن — گیسوئے مشکیں بزمیں رفتن

رقص کناں چوں بزمیں پا زدند — در حقِ ناہید لگدھا زدند

از روشِ جنبشِ دستانِ شاں — مجلسیاں ہر ہمہ حیرانِ شاں

ہر کہ دراں شعبدہ ہشیار بود — مست نہ از مے کہ ز دیدار بود

دور چو دوراں خوشی تازہ کرد — راہ تکلف سوئے دروازہ کرد

ہر کس ازانجا کہ مزاج وی ست — داد بروں ہر چہ مزاجِ وی ست

ایں سخن سلک گہر کردہ صنم — او سخنِ خویش بروں دادہ ہم

چرب زباناں شدہ شکر دہن — چرب زباں گشتہ ز مغزِ سخن

رمز بہر حیلہ نمی گشت حل — بلکہ ہمی کرد حکایت بدل

وقتِ خوش و خوش منشاں بادہ کش — وقتِ دو شاہ از خوشیِ وقت خوش

گفت زخاصاں بیکے شاہِ شرق — تا رود از آب گذارا چو برق

آورد و پیش کشد از اختصاص — تختِ زر و تاجِ زر و پیل خاص

رفتہ شتابندہ باورنگ گاہ — کرد رواں جملہ بفرمانِ شاہ

آنچہ گزر بر نفسِ شاہ کرد — در نفسے حاضرِ درگاہ کرد

فوراً ۱۲

صفتِ تاج مکلّل کہ پسر یافت ز شاہ
آں پسر کز سرِ کیں تاج ستد از خاقاں

تاج مکلّل بدُرّ از ہر طرف — یافتہ ماہی ز ثریّا شرف

جفت ندیدہ دُرِ ناسفتِ او — مہرۂ پیشانیِ شہ جفتِ او

گوہرش از شاہ شدہ سربلند — بلکہ زشہ یافتہ گوہر بلند

فرق نشینِ سرِ والا شدہ — موجِ گہر بر سرِ دریا شدہ

ہر دُرِ رو گوہر کہ براہ افگند — خود دہد و بر سرِ شاہ افگند

نیست سرش کو بدوم سر رود — یکسر ازاں بر سرِ شہ بر رود

بس کہ فشاندہ بسرِ شہ گہر — رشتۂ گوہر شدہ ہر موئے سر

سر شدہ بر فرقِ بلند افسراں — وآمدہ بر سر ز ہمہ سروراں

او سرِ شہ را گہر آرائے کرد — شہ بتبرّک بسرش جائے کرد

چوں ز سرِ شاہِ جہاں برگذشت — گرد جہاں رفت ازو سر گذشت

شاہ بدولت بگہر باریش — تخت ستد تاج بسرباریش

صفتِ تخت کہ ہمچوں فلکِ ثابتہ بود
وز شہِ شرق بخورشید شرف داد مکاں

تخت نگویم که سپهر بلند　　هفت سریر از شرفش بهره‌مند

بهرِ سرِ تاجوران تکیه‌گاه　　تکیه بدو کرده سرانِ سپاه

اوج مکاں یافته زامکانِ ملک　　چار طرف گردِ وی ارکانِ ملک

بازوی او دستگهِ شهریار　　مملکت از دستگهش پایدار

پا فکند عرش به پیشش فراز　　گر همه تا عرش کند پا دراز

ساخته از چوب و گرفته بزر　　چوب ولی یافته پایش ز سر

پاش چهار و نکند رای گشت　　کز ملتِ هر شاه شکر پای گشت

کرده جهاں را بسکونت خدم　　ثابتِ مطلق به ثبات قدم

صد قدم آید جم و خاقاں به پیش　　او نرود یک قدم از جای خویش

نشسته مربع به بساطِ زمیں　　بر سرِ او شه شده زانو نشیں

پایهٔ او شاه بجای کشید　　کو هم از آنجای بجای رسید

منزلتِ ملک چو جاهش داد　　خویشتن از کبر بجای نهاد

پیشِ شکوهی که شهنشاه راست　　کیست جز او که نهد پای راست

صفتِ پیل که شه داد بظفر زندِ عزیز
که شد از جنبش او کوه چو دریا لرزاں

پیل چو کوهی که بود بی‌سکوں　　چار ستوں زیرِ که بی‌ستوں

وان جُلِ زرّینش بفروشکوه | سایہ ہمی کرد ببالائے کوه
سود بگردوں سرِ شنگرف سائے | رنگ شفق زو شده شنگرف زائے
پیچشِ خرطوم بسانِ کمند | اژدرے اُفتاده زکوهِ بلند
اژدرِ آں کوه شده پاپیچ | مار ازو یافتہ در غار پیچ
در زمیں آنجا کہ سر افراختہ | مار زسرِ غار زپا ساختہ
گر بدلِ غار بود جاے مار | زو بدلِ مار شده جاے غار
در دُم او را بہوا خم فتد | با ذنبش سلسلہ باہم فتد
(ذنب ستاره ۱۲)
بر شده بالا دو سوارش بلند | چوں دو پیاده بہ پسِ پیل بند
در تہِ پا کوهِ زمیں سائے او | پایۂ کوہے بصفت پائے او
زاں سپر انگیز پئے سہمناک | در تہِ پایش سپری گشتہ خاک
شاه زبندی کہ بپایش فگند | مات شده صد شہ ازاں پیل بند
گر مثل[1] پاے برآرد ز جاے | سلسلہ فریاد برآرد ز پاے
کشتیِ عاج ست تو گوئی رواں | گشتہ دو گوشش ز دو سو بادباں
کشتی و در معبرِ ملکش گزر | لنگر کشتی شده صندوقِ زر
گوش کہ با چشم ہمی کرد لاغ | مروحہ بود بہ پیشِ چراغ
طرفہ کہ آں مروحہ ز آسیبِ باد | ہیچ گزندی بچراغش نداد

---

[1] در نسخۂ دیگر بجائے مثل سِپل بفتحِ سین بمعنی ناخن نوشتہ و ایں لفظ ثقیل ست و توجہ او بعید ۱۲

روے چو در حملہ نهد گاهِ کیں　　ز آدمیاں حاملہ گردد زمیں

برکشد از تارکِ بدخواه مغز　　وز بنِ دنداں کند ایں کارِ نغز

در صفِ کیں کرده بدنداں ستیز　　خونِ عدو خورده بدندانِ تیز

خصمِ ترش را کہ بدنداں درید　　زاں ترشی کندیِ دنداں ندید

گاوِ زمیں کز سرِ دندانش جست　　شیرِ فلک را ز دو در هم شکست

چوں جرسش در روش آواز داد　　گنبدِ گردنده صدا باز داد

ور بفغاں برکشد آوا بلند　　گوشِ فلک نشنود الا بلند

بانگِ بلندش زده با رعد کوس　　ابرِ بلندش بقدم داد بوس

خورده ز خمخانهٔ دولت شراب　　مست شده کرده جهانی خراب

از می شہ بس کہ رخش یافت رنگ　　کرد فراموش خورشهای بنگ

تا زِ میِ مجلسِ شہ مژده یافت　　بنگ رها کرد و بمجلس شتافت

الغرض آں پیل و هماں تاج و تخت　　کاں نرسد جز بخداوندِ بخت

دید شهنشہ چو مهیّا بہ پیش　　روے کرم کرد بدلبندِ خویش

گفت کہ ایں افسر و ایں پیل و گاه　　بهرِ ترا داشتہ بودم نگاه

تا چو صلاحی میاں ره برد　　هدیهٔ ایں صلح همیں در خورد

نیست مرا بهتر ازیں هیچ چیز　　تا دهم از دیده بچشمِ عزیز

هدیهٔ من جملہ ز من در پذیر　　خاص کن اندر نظرِ بے نظیر

شاه بنظّارهٔ این هر سه جنس — ماند عجب بلکه همه جن و انس

صنعت لکهنوتی ازاں تخت و تاج — داد بزرگر همه چیں را خراج

پیل کسے خود چه تواند ستود — کس بصفت نیز چناں کم شنود

هست سه چیز آنکه چو آرند پیش — پیش کشد دل چو به بیند بیش

بوزنه و طفل سخن گو و پیل — دیده ام این را بتجارب دلیل

هست خود این وصف بهر پیل جفت — خاص به پیلے که تواں پیل گفت

کس شنودن کند این وصف راست — من که بدیدم به ازینش سزاست

از پدر این جمله شه نیکنام — گشت پذیرنده به میلِ تمام

هم بزماں تخت هماں نصب گشت — تاج هماں بر سرِ سلطاں گذشت

تاجوراں بر سرِ آں تختِ زر — هر دو نشستند کمر با کمر

باز دو گنجینه گره کرده باز — گه سخن از رمز شد و گاه راز

کرد پدر روے بدلبندِ خویش — کآرزویم جمله بر آمد به پیش

لیک دو حسرت دگرم در سرست — گر به بر آید ز توام در خورست

اولم آنست که چترِ سپید — بر سرم آید ز تو دارم امید

دومیش آں شد که کلاهِ سیاه — هم تو نهی بر سرِ صاحب کلاه

از پدرست این دو مرا یادگار — زو بتو آمد تو بمن واسپار

من بتوانم که بجاے سری — زیں کله و چتر کنم سروری

لیک چو تختِ پدرم جای تست | از تو به این سکه که گردد درست
تا سرم این هردو بزرگی بسر | هم ز پدر یابد و هم از پسر
مردمکِ چشمِ بزرگان شنود | سوی سر و دیده اشارت نمود
آنچه دلِ شاه زمن چشم داشت | خاصهٔ شاه است که بر من گذاشت
نیست دگر آرزویم نیز پیش | کاں بسرت بنگرم از چشمِ خویش
تاجور آں وعده که از شاه یافت | حاجتِ خود را بوفا راه یافت
مستیِ دولت بسرش بود تیز | دولتِ سرمست بگفتش که خیز
خاست بپا تاجورِ سربلند | وعدهٔ دیدار بفردا فگند
فلکِ فلک مرتبه راپیش جست | رجعتِ خود کرد بمنزل درست
او بشرف خانهٔ دولت شتافت | شاه بدولت شرف از خانه یافت
نوش همی کرد مئ دل فروز | در شبِ دولت همه شب تا بروز
روز شبش خوردنِ می کار باد | روزِ بداندیش شبِ تار باد
تیغ ظفر توز سر اندازِ رزم | عود عدو سوز طرب ساز بزم
این غزلِ بنده که بتواں شنود | حال منش گفت بهنگامِ جود

غزل

مهر بکشای لعلِ میگوں را | مست کن عاشقانِ محزوں را
رُخ نمودی و جانِ من بردی | اثر این بود فالِ میموں را

دلِ من کشته شد بقاے تو باد — چه توان کرد حکمِ بیچوں را
از درونم نمے روی بیروں — در گرفتے درون و بیروں را
نامِ لیلیٰ بر آید اندر نقش — گر بریزند خونِ مجنوں را
گریه کردم بخنده بکشادی — لبِ شکّر فشانِ میگوں را
بیش گشت از لبِ تو گریۂ من — شهد هر چند کم کند خوں را
هر دم الحمد می دمم بر رخت — گرچه خوانند بر گل افسوں را
گفت خسرو نگیردت ما ناک — خاصیت سلب گشت افسوں را

صفتِ صبح و کلاهِ سیه و چترِ سپید رفتنِ شبه بیدر روز و شبِ نور افشاں

صبح بر آورد چو چترِ سپید — بست سیاهی بسپیدی امید
کالبد چرخ ز زرّیں کلاه — دوخت زرهِ زر یکلاهِ سیاه
کوس سحرگه فلک آوازه گشت — دیدبۂ روز ز سر تازه گشت
یافت ضیا گنبدِ آئینه رنگ — رفت بروں آئینه چیں ز زنگ
تیغ کشید اختر عالم فروز — لشکرِ شب کرد هزیمت ز روز
ابروے مه تا بسحر چشم داشت — کش فلک از وسمه بخواهد نگاشت
چشمۂ خورشید ز موجے که راند — ابروے مه شسته شد و وسمه ماند

شب که سفیدیش درآمد بموے | هم نشدش رنگِ سفیدی ز روے

صبح سپیده که دریں حقّه بیخت | حقّه نگوں بود سپیده بریخت

زنگیِ شب کرده سپیده بروے | خنده زناں شد فلک از چار سوے

صبح چناں زلفِ ترِ شب بتافت | کآب چکید و نمِ شب نام یافت

طرّهٔ شب را چو نم یافت تر | شانه ز سر داد خروسِ سحر

مرغِ سحر شانه صفت افسرش | شانهٔ آواره شده بر سرش

یعنی اگر نعرهٔ بیگه زنم | تو هم ازیں اره ببر گردنم

بادِ صبا پردهٔ شب برگرفت | مرغِ سحر نغمهٔ تر درگرفت

دیدهٔ شب روشنی آغاز کرد | کوریِ خفاش نظر باز کرد

خواب که در دیدهٔ مردم نشست | شب بمیاں کرد و ز مردم بجست

صبح بیکدم که برون زد بلاغ | کشته شد از وے بدمے صد چراغ

شمع هم از دوریِ شب جاں نبرد | سوخته شد اوّل و آنگاه مرد

خلق درآمد بنماز و دعا | قامتِ خود کرد موذن دوتا

دانه در انداخت شب اندر خراس | قرص شد آں دانه ناکرده آس

مشعلهٔ صبح که شد نوردار | ساخت یکے شعله ز چندیں شرار

از تفِ آں شعله که در تاب شد | سیمِ کواکب همه سیماب شد

صبح ز بس دم که دمادم گرفت | آتشِ خورشید بعالم گرفت

مہر چو یک نیزہ ببالا دوید | نانش ہمہ کس بسرِ نیزہ دید
نان نتواں گفت کہ قرصِ خور ست | عیسیٰ اگر خواں کشدش درخور ست

صفتِ چشمۂ خورشید بدریاے سپہر
کہ کُند پرتوِ او ماہِ سما را تاباں

روے زمیں کردہ بیک چشمہ پاک | گازر آلودگیٔ آب و خاک
چشمۂ آتش نشنیدہ ست کس | چشمہ براں آب ندیدہ ست کس
چشمہ کہ داد آب فراواں بود | آب خور چشمہ عجب آں بود
در دلِ دریا چو شود چشمہ غرق | چشمہ ز دریا نتواں کرد فرق
طرفہ کہ آں چشمہ بدریاے نور | روشن و صافی بنماید ز دور
طفل کہن سال و لعابش دواں | دایۂ او چرخ و لے مہرباں
قرطۂ[1] زر دش کہ زخز بافتہ | جبۂ مسکیں ہم ازاں یافتہ
باہمہ چوں سایہ شدہ ہم نشست | یکتن و ہر جا کہ بجوئیش ہست
گرچہ نگنجد ز فلک تا ثرے | لیک بگنجد بشگافِ درے
نورش از آفاق بروں بر رود | لیک بیک رخنہ دروں در رود
عالمِ نور او شدہ روزن درول | بلک بسوراخۂ سوزن دروں

---

[1] قرطہ لباس ۱۲

آہوئے پوئیندہ بہ بالا و زیر — خانۂ خود ساختہ در کامِ شیر

مشرق و مغرب ہمہ یکروزہ گشت — یک مہ یک برج نیارد گزشت

شاہِ جہانگیرِ بشمشیرِ تیز — چترِ سیاہِ شب ازو در گریز

لشکرِ انجم ہمہ چرخِ کبود — او بکشد خنجر و گوئی نبود

لشکرش از حدِّ شمردن برون — لیک بگنجیدہ بروزن درون

ماہ ہم از وے علم افراشتہ — غیبتش آنگاہ نگہ داشتہ

گرم شود بر ہمہ بے ہیچ کیں — پس زحیا در رود اندر زمیں

بیند اگر تیز بکوہ اندروں — زہرۂ کوہ آب شود بلکہ خوں

گر نظرِ گرمی و تیزی در وست — ریختنِ آب خودش آرزوست

گرچہ کند تیزی و گرمی بسے — تیز درو دید نیارد کسے

سینۂ شام از شفقش خوں شدہ — شب بمیاں کردہ و بیروں شدہ

مشرقیش[۱] قبلۂ خود کردہ نام — سجدہ او جانبِ مغرب بشام

سجدہ کناں ہندو ازاں سوئے گشت — روئے بدو کردہ سیہ روئے گشت

نورِ بصر ہست بمعنی ازو — چشمہ ہمہ تیرہ بود بے ازو

بے رخِ خورشید بود تیرہ داغ — شب کہ کند چرخ و زمیں پر چراغ

نور بچشمِ ہمہ از وے پدید — کوریِ خفاش کہ او را ندید

---

[۱] مشرقی مجوسی (آفتاب پرست) ۱۲

شمع و چراغے کہ بود شب فروز | کشتہ شود گر بروں آید بروز
الغرض آں بیلک گردوں گزار | رفت چو پیچ یک آماج وار
زاں علمے تا بفلک خاستہ | کوکبہ روز شد آراستہ
شاہ کہ تا صبح بُد اندر صبوح | صبح بر و فاتحہ خواں از فتوح
بود خوش از خوردن آں آب خوش | کرد ز مستی نفسے خواب خوش
چوں ز سرش رفت خماری کہ داشت | بار بیاراست بہنگام چاشت
فرش کشادند بساط افگناں | پیش ستادند ساطیں زناں
گفت بفرزانہ کہ در خورد شاہ | چترِ سپید آر و کلاہِ سیاہ
حاجب درگاہ ز ایوانِ بار | شد بسوئے بقچہ کش و چتر دار
جُستہ شہ کرد بر ایشاں درست | برد و رسانند بشاہ آنچہ جست
تاج ور آں چتر و کلاہِ سیاہ | کرد بمیعاد رواں سوئے شاہ
برد فرستادہ بحکم شہے | بر شہِ شرق آں دو نشانِ مہے
شاہ شد از دیدنِ آں سخت شاد | بستد و بوسید و بسر بر نہاد
داد بآرندۂ آں ہر دو چیز | خلعتِ خاص و زر بسیار نیز
خواست بسے عذر ز پیوندِ خویش | شکرِ خدا گفت ز اندازہ بیش
ہدیہ بسے بہرِ خداوندِ تاج | ہدیہ نہ بل مملکتے را خراج
مرد رسانندہ خوش و شادماں | آمدہ ز آنجا بخوشی در زماں

پیش جهان دار شد و هدیه برد | جمله بگنجینهٔ خازن سپرد
عذر زبانیش که در گوش بود | خواند بگوشِ شهِ آفاق زود
شه ز خوشی روی چو گلنار کرد | عزمِ می و بزم بگلزار کرد
بزم نشین ساغرِ زر می کشید | بدرهٔ دینار بسر می کشید
بر سر هر مست زرِ بی گران | مست شده هر همه در سر گران
مجلسِ شه را همه مجلس نشین | مست پنهان بود گران سر چنین
شاه گران سر ز میِ خوش اثر | باد مبادش گرانی بسر
دست سبک زخمهٔ مطرب برود | عودِ گران سر بنوای سرود
مجلسِ او زین غزلم گشت مست | مست گران سر شده هر کس که هست

غزل

آفتِ زهد و توبه شد ترکِ شرابخوارِ من | یار گر اوست کی بود توبه و زهد یارِ من
بادهٔ هجر خورده ام رنجِ خمار در سر ست | جز بحلاوتِ لبش نشکند این خمارِ من
بود قرارِ وصلِ وی گر بود این ست دولتی | ور ز قرار بگذرد نی من و نی قرارِ من
ای چو توی نخاسته پهلوی من دمی نشین | تا بنشیند از درون آتشِ انتظارِ من
رغبت اگر بی کنی ساقیِ خونِ خود شوم | مطرب رایگانِ تو نالهٔ زیر و زارِ من
بی تو دو چشم چار شد خاکِ درِ تو سرمه ام | سرمه گر از تو نایدم خاک بهر چهارِ من
چون تو سوار بگذری دیده گهرفشان کنم | خواه قبول خواه رد نیست جز این نثارِ من

بس کہ پر از غبار شد دل ز تو گر نفس زنم | خاک بروم افگند این دل پرغبار من
دولت روزگار من آہ و فغان روز و شب | دولت اگر چنین بود وای بروزگار من
رنجہ مشو بکشتنم زانکہ برخصت غمت | فتنہ تمام می کند محنت نیم کار من
لاغ مکن کہ خسروا دامن خود ز من بکش | چونکہ ز دست من بشد دامن اختیار من

شب دیگر زپے عیش ملاقات دو شاہ
وز پدر دادن پند و ز پسر گوش بدان

مجلس انجم چو بیاراست شب | کشتی مہ برد ثریا بہ لب
خاست ز گرداب فلک موج در | ماہ ز در کشتی خود کرد پر
شاہ جہاں باز بآئین دوش | کرد فلک زمزمۂ نای و نوش
تخت خود آرایش دوشینہ داشت | پایۂ شرف بر سر گنجینہ داشت
از نمط مجلس و مے آنچہ بود | بیشتر آراستہ شد زانچہ بود
شست صراحی بدو زانو بہ پیش | دختر رز شاند بزانوے خویش
آئینۂ می چو بزانو نہاد | بر سر زانوش دو آئینہ زاد
آتش مہ گرچہ جہاں برفروخت | پنبۂ قرابہ ز آتش نسوخت
گرچہ پیالہ نفسے آرمید | خاست چو قم قم ز صراحی شنید
جام ز مانے بہ نشستن نتافت | ہم ز دم قہقہہ تستن نیافت

گردش ساقی ز سر آغاز شد　　چنگ سر افگنده سرافراز شد

بانگ مزامیر بنه پرده جست　　هفت و نه زهره بهم در شکست

چون نفس چند زمی تازه گشت　　گوش ز آوازه پرآوازه گشت

باز نمود اختر فرخ جمال　　خاست همه قرعهٔ اول بفال

موج زد دریای کرم شد باوج　　کشتی اقبال درآمد بموج

تاجور شرق شرف باز داد　　تارک خود در محل ناز داد

در کنف دولت و عون خدای　　آمد و آورد وثیقت بجای

بادهٔ نوشین بصفا خواست کرد　　وعدهٔ دوشین بوفا راست کرد

هر دو نشستند چو خورشید و ماه　　در خط شان نقش سپید و سیاه

جام ز بر دست دو سلطان نشست　　تا دو زبردست شدش زیردست

گرچه که بد فرصت می پیش ازان　　فرصت دیدار نهد پیش ازان

باده بخوردند مگر بر قیاس　　تا نرود عقل فراست شناس

کان نه گه عشرت می خوار بود　　بلکه گه دیدن دیدار بود

هر نفسی کان بهزیمت گذشت　　لذت صحبت بغنیمت گذشت

هر می گلگون که همی شد بکام　　دیده همی ریخت گلابی بجام

گرچه لب آلوده شد از شراب　　گریهٔ شان شست دهان از گلاب

گاه پدر دید بروی پسر　　پرده شدش گریه به پیش نظر

گاه پسر در پدرِ خویش دید
مهرِ خود از حسرتِ او بیش دید

گاه پدر تنگ برِ در گرفت
افسرش از گریه بگوهر گرفت

گاه پسر دستِ پدر بوسه داد
خاتمِ جم را بکفِ جم نهاد

گاه پدر پیشِ پسر داشت می
گفت که خوش باد حیاتت بوی

گاه پسر پیشِ پدر برد جام
گفت که باد آبِ حیاتت بکام

گاه پدر گفت بدردِ فراق
کز تو چگونه شوم اے دیده طاق

گاه پسر گفت دلم چوں بود
کز نظرم نقشِ تو بیروں بود

گاه پدر خواست که از وقتِ خویش
دیده کند پیشِ پسر پیشکش

گه پسر از ذوق چناں گشت مست
کش بزمیں ریخت پیاله ز دست

زیں نمط از هر دو سخن میگذشت
آرزوے دل بدهن میگذشت

چوں بسخن رفت بسے داورے
دور درآمد بہ نصیحت گرے

چوں پدراں روے بد بلند کرد
پندِ پدر رہبرِ فرزند کرد

داد بخستش بدعاے پناه
کایزدت از حادثه دارد نگاه

ریخت بس آنگاه بمهرِ تمام
داروے تلخش ز نصیحت بکام

کاے پسر از ملک و جوانی مناز
ناز بدو کن که ندارد نیاز

کار تمامی چو از وشد بکام
کار بخشنودیِ او کن تمام

گرچه سیاست ز تو شد دستیاب
دستِ ضعیفاں بسیاست متاب

خشم بهر جرم میاور بکس | ز آتشِ سوزنده نگهدار خس
چوں بگنه معترف آید کسے | عفو نکوتر ز سیاست بسے
وانکه بشمشیرِ سیاست سزاست | هم بتأمل بتواں عذر خواست
در حقِ آں کش بر خود داشتے | دیر خصومت شو و زود آشتے
وانکه سزاوارِ خصومت بود | حکمِ تو بروے بحکومت بود
هر که زند در رهِ اخلاص گام | کار برو کن بعنایت تمام
وانکه برآرد بخلافت سرے | سرزنش پیش که گیرد برے
خورد مبیں دشمنِ بد زهره را | آب ده از زهرهٔ او دهره را
دشمنِ خود خورد نباید شمرد | در تهِ دنداں[١] چه کند سنگِ خورد
گرچه جهاں جمله هوا خواه تست | هم بکن آں خار که در راهِ تست
هر که بود نقشِ دوئی در سرش | سر که یکے شد دو کن از خنجرش
دشمن اگر دوست نماید بپوست | فرق کن از دشمنِ خود تا بدوست
جاے مده دشمنِ کیں توز را | گوش مکن گفت بد آموز را
روئے بیکبار متاب از دروے | گو بود آں قبله که بینی دو سوے
خاص کن آنرا که خرد هست بیش | راه مده بے خرداں را به پیش
محرمِ سر ساز خرد پیشه را | مصلحت آموز کن اندیشه را

---

[١] یعنی تو میدانی که سنگِ خورد دنداں را چه ضرر میرساند ١٢

گرچہ دولت ہست فرہست شناس — گفت کساں نیز ہمی دار پاس

راز مگو پیشِ کسے از نخست — تاش نہ بینی بوثیقت درست

باشد اگر سوے مہمیت روے — رخصتِ تدبیر شناساں بجوے

گر شودت خصم بتدبیر رام — تیغ نشاید کہ کشی از نیام

حق چو ترا جاے بزرگاں سپرد — خویشتنت خرد بباید شمرد

در نگر اے دیدہ کہ ایں جای کیست — دیدہ دریں راہ زمیں سای کیست

چوں تو دریں پایہ شدی دستیاب — پایہ نگہدار مشو مستِ خواب

کارِ جہاں جملہ چناں کن کہ اوست — گر بہ ازاں نیست ہماں کن کہ اوست

جد چو ترا داد کم و بیشِ خویش — بیش و کم از وے نہ کنی و نہ بیش

بیش کن آنہا کہ ز یزداں بود — کم کن ازانہا کہ نہ فرماں بود

چشمِ رعایت ز رعیت مگیر — تا بودت ملک عمارت پذیر

شاخِ درختے کہ بود سایہ دار — سایہ نشیں را بود از وے مدار

چوں تو شدی سایۂ یزدانِ پاک — سایہ فشاں باش بریں مشتِ خاک

عدل کہ سرمایۂ شاہاں بود — مرتبۂ مرتبہ خواہاں بود

چوں تو دریں مرتبہ داری نشست — سود بدست آر کہ سرمایہ ہست

عدل بود مایۂ امن و اماں — بیش کن ایں مایہ زماں تا زماں

ملکِ سلیماں چو گرفتی فراز — از پرِ موریت بپرسند باز

دادگری کن کہ ز تاثیرِ داد — بس درِ دولت کہ توانے کشاد

ہر چہ رسد بر تو ز کارِ کساں — از سرِ انصاف بآخر رساں

سایۂ ظلمت ز مظالم بکش — غصۂ مظلوم ز ظالم بکش

تا بزمانِ تو کہ بادا بسے — نشنود آوازِ تظلّم کسے

ملک چو از نام تو شد بہرہ مند — کوش کہ آں نام بماند بلند

دولتِ دنیا چو مسلّم تراست — جانبِ دیں کوش کہ آں ہم تراست

دولتِ جاوید نہ پردہ ست کس — نامِ نکو دولتِ جاوید بس

ہر نفس از عمر غنیمت شمار — یاد کن از ملک ورانِ دیار

کاولِ شاں چرخ ببالا کشید — آخرِ شاں خاک بخارا کشید

قصۂ ضحّاک ہمیدوں بخواں — نامۂ جمشید و فریدوں بخواں

نیک و بد از دفترِ ایشاں بجوے — نیک بخاطر کن و بد را بشوے

فعلِ نکو چیست ز بد خواستن — نقشِ کثر از راستی آراستن

پیشۂ نکوئی کن و از بد بترس — از بدِ کس نے ز بدِ خود بترس

چشم بہ نیکی نہ و ایں پیشہ کن — تا نرسد چشمِ بد اندیشہ کن

در ہمہ تدبیر نکوکار باش — از بد و از نیک خبردار باش

بد کنی اوّل بملامت کشد — و آخر ازاں سر بہ ندامت کشد

خود ز مکافات و جزا ہر زماں — ہر چہ کنی باز بیابی ہماں

هرچه کنی باز نشانت دهند — هرچه دهی باز همانت دهند

بر سرِ هر کس که ترا دست هست — دست مکش از سرِ هر زیر دست

نیّت خیرت اگر امروز خاست — وعده بفردا مفگن کین خطاست

در عملِ خیر توقف مکن — چون بکنی هیچ تأسف مکن

چون تو نه محتاجِ کسی در نعم — در حقِ محتاج همی کن کرم

کم مکن احسان دهش آور بجای — بیش دهی بیش رساند خدای

یافتی از کشتِ ازل خوشهٔ — راحت کن از بهرِ ابد توشهٔ

دولتِ خود بین و مشو ناسپاس — شکر بکن بر کرمِ بی قیاس

نعمتِ تو گرچه ندارد شمار — شکر کنی بیش کند کردگار

گنجِ خرد خاصِ تو گشت از صفات — واطلب از غیب کلیدِ نجات

گرچه جهان داری و شاهیست — سوی خدا بین و مشو خود پرست

باش درین پرده با فگندگی — سر مکش از دایرهٔ بندگی

بنده شو و عاقبت اندیش باش — معترفِ بندگیِ خویش باش

ترسِ خداوندِ جهان کن بدل — تا ز خداوند نمانی خجل

کار چنان کن که بهنگام کار — از درِ یزدان نشوی شرمسار

کم کن از آغاز پریشانیت — کاورد انجام پشیمانیت

گرچه ز بیمِ تو کس از کن مکن ق — با تو نیارد که بگوید سخن

لیک ترا نیز بہر کار ہست — آئینۂ روشنِ فکرت بدست
ہرچہ مصوّر شود ت درخیال — نیک بکن بد مکن اینک جمال
خود نفتد در رفتدت کار سخت — فضلِ زحق جو و عنایت زبخت
چوں بوغا جہد کنی در جہاد — باش گراں جنبش و دیر ایستاد
گر بودت در دلِ مشکل کشاے — مشکلے از ملک طلب کن زرراے
ور بدل از راے بود مشکلے — خواہ کلید از دلِ صاحبدلے
باز طلب صحبتِ مردانِ پاک — صحبتِ آلودہ رہا کن بخاک
مست مشو چوں بلب آری شراب — در چہ شوی مست مشو مستِ خواب
ہوش براں نہ کہ شوے ہوشیار — تا نہ بغفلت نرود روزگار
غفلتِ شاہ است زیانِ ہمہ — خواب شبانست بلاے رمہ
شاہ بود از پئے پاسِ جہاں — خواب نشاید کہ کند پاسباں
می بخورا مانہ زانداز بیش — تا نشوے بے خبر از کارِ خویش
کم خور از انساں کہ شوی مست ازو — تا شدہ از دست بکش دست ازو
کارِ جہاں جملہ ترا کردنی ست — خود غمِ ایں کار ترا خوردنی ست
چوں تو نوری بادہ کافور بوے — پس غمِ گیتی کہ خورد خود بگوے
مست کہ از خود خبرش کم بود — کی خبرش از ہمہ عالم بود
گرچہ کمیت بخوشی رہبر ست — ہرچہ عنا باز کشی خوشتر ست

گرچه که در می کرم بیحد ست   آن کرم از می شمرند این بدست

باده حلالت نبود چون مدام   هرچه مدام ست چه باشد حرام

پیشهٔ تقویت پسندیده فر   از همه وز شاه پسندیده تر

چون همه کس خدمتِ سلطان کنند   هرچه ز سلطان نگرند آن کنند

عشرتِ دایم شهِ اقلیم را   ره بضلالت برد اسلیم را

کوششِ پوشیده کن اندر شراب   تا نشود رکنِ شریعت خراب

شاه برین گونه بفرزندِ خویش   داد بسے زادِ نو از پندِ خویش

کرد زمانی بچنین گفت وگوے   کن ملکی را بخرد جُست وجوے

تا دلِ شب نزدِ جگر گوشه بود   دانهٔ اشکش بثمره خوشه بود

نیم شبان عزم سوے خانه کرد   دامن ازان خوشه پُر از دانه کرد

گفت که فردا بوداع ست راے   آیم واین شرط بیارم بجاے

کرد روان کشتیِ دولت شتاب   رفت بدولت بگذاراے آب

شاه چو زان دولتِ فیروزبخت   فرخ و فیروز برآمد به تخت

گریهٔ قرابه بیانگِ بلند   قهقهه در حلقِ صراحی فگند

آبِ روان کرد بجوے نشاط   خاک شد از جرعه معنبر بساط

بزمِ شبش گرچه که فردوس بود   وعدهٔ فرداش قیامت نمود

بسکه بدش از غمِ دوری خمار   باده همی خورد نمی کرد کار

گرچہ خوشی در دلِ شب پیشہ کرد — لیک ز فردا بدل اندیشہ کرد

تلخ تواں شربتِ دوری چشید — دردِ جدائی کہ تواند کشید

دشمن باشد فلک از مغز و پوست — زانکہ بیک جاے نخواہد دو دوست

الغرض از مے چو سرش گرم گشت — زانچہ دلش بر قدرے نرم گشت

رفت ز مجلس بسوے خوابگاہ — شد تہی از بادہ کشاں بزمِ شاہ

جفت بہ بیداریِ بختِ جواں — دولتِ بیدار شدش پاسباں

خوابگہش باد ببالائے تخت — ہیچگہے خفتہ مبادش بخت

مطربِ خوش نغمہ بآوازِ نغز — زیں غزلش داد طراوت بمغز

غزل

آرامِ جانم میرود جانم صبوری چوں بود — آنکس شناسد حالِ من کو ہمچو من در خوں بود

بر بست چوں جوزا کمر آورد در جوزا قمر — یعنی کہ ایں عزمِ سفر در طالعِ میموں بود

گویند حالِ دل نہاں گویش مگر ناید عیاں — ایں باکسی گفتن تواں کو از دلم بیروں بود

رنجم مبادا بر تنی چوں من مبادا دشمنی — من دانم و ہمچوں منے کاندوہِ دوری چوں بود

زیں دُر کہ از چشم افگنم پر گشت جیب و دامنم — چوں ریسمانے شد تنم کاندر دُرِ مکنوں بود

بند و خطش جویم ہمے زیں تارِ موئے در خمے — خود عاشقاں را ہر دمے سودائے گوناگوں بود

زلفش کہ در جانم گزد چوں مار پنہانم گزد — مارے کز و مینانم گزد کے درخورِ افسوں بود

لیلی و موے مشکبو آنکس کہ دیدہ مو بمو — داند کہ زنجیر از چہ رو در گردنِ مجنوں بود

وہ کاں شکروش ناگہاں زیں دیدۂ تر شد نہاں — از خسرو آموز د فغاں فرہاد اگر اکنوں بود

در وداع دو گرامی کہ پدر را در اشک

مردمِ دیدہ ہمی رفت ز چشمِ گریاں

شب چو وداعِ مہ و سیّارہ کرد — صبحدم از مہر قبا پارہ کرد

گرد کنارہ شفق از خونِ خویش — چشمۂ خورشید شد از دیدہ بیش

قلبِ دو سلطان زرد و سو کوچ کرد — بست دو پل روئے دو آب از دو گرد

کوکبۂ شرق سوئے شرق تافت — لشکرِ مغرب سوئے مغرب شتافت

سرورِ مشرق بو داعِ پسر — گریہ کناں کرد زدریا گزر

ویں طرف اقبال معزی بہ پیش — گشت شتابندہ بمیعادِ خویش

خاص شد از بہرِ وداعِ دو شاہ — چوترہ بایستۂ آرام گاہ

ہر دو دراں بقعہ مہیّا شدند — چوں مہ و خورشید بیکجا شدند

محرمِ خلوت شدہ ہر دو بہم — زحمتِ غیرے زمیاں گشتہ کم

خلوت ازاں گو نہ کہ محرم نبود — ہیچکس از خلوتیاں ہم نبود

آنچہ بد از مصلحتِ ملک راز — یک بدگر ہر دو نمودند باز

کاں چمن از خار تہی کردنی ست — واں گلِ رنگیں بکف آوردنی ست

در حقِ ایں شو بکرم رہ نموں — واں دگرے را بزمیں ریز خوں

دو رمیند از فلاں راز پیش　　خاص مکن آں دگرے را بخویش

ہر چہ کہ ایں گفت بداں دار ہوش　　جاے مدہ گفتۂ او را بگوش

سر درِ مشرق چو ازیں لعل و در　　گوشِ جگر گوشۂ خود کرد پر

آں ہمہ گفتارِ پدر کیقباد　　دلِ نتواں گفت کہ در جاں نہاد

از پس ایں ہر دو بپا خاستند　　عذرِ بد و نیک ہمی خواستند

خستہ پدر از دلِ پر خون و ریش　　دست در آورد بدل بندِ خویش

نالہ برآورد کہ اے جانِ من　　جاں نہ از آں دگرے زانِ من

بے تو زیم گرچہ کہ در خوں زیم　　لیک چو جاں میرود دم چوں زیم

چوں بخصومت جگرم خون شود　　حالِ دلم چوں تو شدی چوں شود

دیدہ بماند چو ز روے تو دور　　سوے کہ بینم کہ بماند صبور

چوں تو شدی دل ز کہ جوید ترا　　ویں بکہ گویم کہ بگوید ترا

سوخت ازیں غم دلِ بے حاصلم　　دہ کہ بسوزد دلِ تو بر دلم

ہجرِ تو آمد کہ ز خویشم برد　　کیست کزیں واقعہ بازم خرد

بے خبرم بہرِ تو شب تا بروز　　گر خبرت ہست چنینم مسوز

غم بہ کمین ست کہ خاکم کند　　ترسم از اندیشہ ہلاکم کند

سوختہ شد جانِ غم اندوختہ　　تا چہ شود حالِ منِ سوختہ

کاش نبودے دو سہ روزِ وصال　　تا نشدی دیدہ اسیرِ خیال

اے ز تو در دیدۂ تاریک نور — مردمے کن مشو از دیده دور

جانِ عزیزی بجدائی مکوش — چند بود جانِ عزیزم بجوش

صبر مفرما که صبوریم نیست — دور ز تو طاقتِ دوریم نیست

گرچه ترا هم کششے در دل ست — آنچه که من میکشم آں مشکل ست

خویشِ توام ور تو نه خویشِ من — مرحمتے بر منِ بے خویشتن

با توام ار بیخودم و گر باخودم — بے خودیم بین و ببر باخودم

بر سرِ راهی و منم خاکِ راه — بر گذرِ همچو صبا بر گیاه

چند کنی از پئے رفتن شتاب — یکدمے از سوختگاں رو متاب

با تو اگر همرهیم مشکل ست — اشکِ منت همرهِ صد منزل ست

بهرِ نثارِ تو سرشکم ز دُر — آستن و دامنِ من کرد پُر

گر تو بگوئی بسرت ریزمش — با گهرِ تاج در آمیزمش

تا چو بدامانِ تو افتد ز سر — یاد دهد از آبِ دو چشمِ پدر

خامهٔ من زین پس و تحریرِ درد — واشکِ رواں پیکِ بیاباں نورد

حالِ من از نامه فرو خواں چو آب — باز نویس ار بتوانی جواب

گرچه تو خوردی و فراموش کار — تات فرامش نشوم هوش دار

ورچه نیاری بدلم سال و ماه — جانِ تو[1] کز دل نشوی هیچگاه

بدل | خود مرا ۱۲

---

[1] جانِ تو اے قسم بجانِ تو ۱۲

گشت روان چشم من خستہ وا ے | دل نہ ہمانا کہ بما ند بجا ے
آہ کہ صبر از دل و تن میرود | خون من از دیدۂ من میرود
تشنہ اگر نیست سپہر م بخوں | چوں کشد آخر جگرم را بروں
یا خود از نیساں شغبے مے نمود | روز بچشمش چو شبے مے نمود
دیدۂ پر خون و دل ناصبور | چشم سیہ شد ز جگر گوشہ دور
چوں شغب و نالہ ز غایت گزشت | گریہ و زاری ز نہایت گزشت
یک نفسے زاں نمط از ہوش رفت | کش سر فرزند ز آغوش رفت
واں خلف پاک ہم از درد دل | خاک رہ از گریہ ہمی کرد گل
بستہ دل و جاں بوفا ے پدر | دیدہ ہمی سود بپا ے پدر
وز مژہ در پاے ِ سشر ارجمند | ریختینہا ے گہر مے فگند
اشک فشاناں بدل دردناک | مردمک دیدہ فتادہ بخاک
سر چو از یں بے خبر ے بر گرفت | دُر خود از خاک بافسر گرفت
باز بآغوش خودش کرد جا ے | گاہ سرش بوسہ زد و گاہ پا ے
ہر دو بجاں شیفتۂ یکدگر | دوختہ بودند نظر با نظر
روے بہم کردہ چنیں تا بدیر | ہیچ نگشتند ز دیدار سیر
نقش وداع ارچہ بہ جاں میگذشت | لیک ز اندازہ زباں می نگشت

عاقبت الامر[۱] دراں اتفاق | چوں کہ ندیدند گزیر از فراق
ہر دو رخ از خوں شدہ عناب رنگ | یک دگر آغوش گرفتند تنگ
رفت پدر رپاے بہ کشتی نہاد | دیدہ رواں از مژہ طوفاں گشاد
گریہ کناں با دلِ بریانِ خویش | کشتیِ خود راند بطوفانِ خویش
شہ شد ازیں سو پسر دردمند | آہ برآورد بہ بانگِ بلند
گریہ ہمی کرد زمانے دراز | سوے پدر داشتہ چشمِ نیاز
راند ہمی از مژہ سیلابِ خوں | تا ز نظر کشتی شہ شد بروں
دید چو خالی محل از شاہِ خویش | رخش رواں کرد بہ بنگاہِ خویش
روے ز شرق اخترِ عالم فروز | تافت سوے غرب گہِ نیمروز
رفت بہ لشکر درِ خرگاہ بست | وآمد و شد را ز میاں راہ بست
خلوتیاں ہر ہمہ گشتند دور | جز دو سہ از خاصگیانِ حضور
جامہ بفریاد و فغاں می درید | جامہ[۲] رہا کن تو کہ جاں می درید
گشت دلِ تنگ ز غم شاخ شاخ[۳] | تنگدلی در دلِ تنگش فراخ
کرد چو انبوہی غم در ہمش | خواست شرابے کہ بشوید غمش
ساقی ازاں بادہ کہ باخویش داشت | پیشترک شد قدحے پیش داشت
شاہ ازاں مے کہ بلب در کشید | جرعہ آں را ز مژہ بر کشید

---

۱ آخر کار ۱۲ ۲ جامہ کجا، خیال جامہ یکسو کن ۱۲ ۳ پارہ پارہ ۱۲

گفت بمطرب کہ دمے بے درنگ　　ساز کند صوتِ جدائی بچنگ
نشست مغنی و براهِ عراق　　کرد روان زمزمہائے فراق
دست و زبانش چو درآمد بکار　　زین غزل از دست بشد شہریار

غزل

سخت دشوارست تنہا ماندن از دلدارِ خویش　　ما کہ گویم حالِ تنہا ماندنِ دشوارِ خویش
لطف کن اے دوست از شمشیر ہجرانم مکش　　من کہ وصلم چند گہ پرورده دز زنہارِ خویش
مرده را حسرت ز مردن نیست ہست از بہر آنکہ　　باز مے گیرند زوہم صحبتاں دیدارِ خویش
ہر کہ روزے ناوکے خورد ست او داند کہ چیست　　درد مجروحے کہ نالد از دلِ افگارِ خویش
کیست کز بسیاریِ غم اندکی بازم خرد　　کاندک اندک می بسوزم از غمِ بسیارِ خویش
راز با دیوار ہم گفتن نمی آرم ازانکہ　　گوشہا می بینم از ہر سو پسِ دیوارِ خویش
گفتہ گہ گہ کہ خواہم کرد کارت را بہجر　　کارِ من کردی و کردی عاقبت آں کارِ خویش
ناامیدم ترک گیر یدم دمے اے دوستاں　　تا چو نومیداں بگریم بر غم و تیمارِ خویش
خسروا پہلوے من بنشیں ساعتے دل دہ مرا　　زانکہ دل می افتدم از گریہائے زارِ خویش

صفتِ موسم باراں و برہ رفتن شاہ جانبِ شہر شدن از لبِ کہگھر بگراں

کرد چو رہ در سرطاں آفتاب　　چشمۂ خورشید فرو شد بآب

ابر سراپردہ ببالا کشید | سبزہ صفِ خویش بصحرا کشید
آب فرو ریخت بکارِ زمیں | زد ہمہ بنشست غبارِ زمیں
سیل عناں بس کہ بہ تندی گذاشت | باد بہ زنجیرِ نگاہش نداشت
چوں دہلِ رعد شد از آب غرق | گرم شد از آتشِ سوزانِ برق
گرم چناں شد کہ چو آواز داد | غلغلہ در گنبدِ گردوں فتاد
قوسِ قزح گشت کماں وار کوژ | از دو طرف سبزی و سرخ توز[1]
تاب کشید آتشِ برقش چناں | کش نمِ صد ابر ندارد زیاں
جوی کہ شد مست خوش و آبدار | آب گرفتش لبِ سبزہ کنار
صفوتِ آب ار تو ندانی محال | زیرِ زمیں ابر نمود از خیال
تندیِ سیلاب ببالائے کوہ | از شغبِ آورد زمیں را ستوہ
ماند ہمہ وقت خطِ سبزہ تر | از کفِ خورشید نہاں شد اثر
ہر دمنے یک گل و صد آبجو | ہر چمنے صد گل و صد آبرو
برق بہ شمشیر در آورد تاب | گشت زرہ پوش سوارانِ آب
برق بہر سوے بتابے دگر | دشت بہر جوی بر آبے (حباب ۱۲) دگر
پردہ نشیں گشت فلک سو بسو | با ہمہ زالی شدہ پوشیدہ رو
جوے کہ شد برہنہ سیمیں تنش | جامۂ غوکی[2] شدہ پیراہنش

[1] توز درختیست کہ بر زینِ اسپ و کماں پیچند برنگت سرخ باشد ۱۲ [2] جامۂ غوکی کاہی کہ بر آب باشد ۱۲

خاک ز بے آبی اماں یافتہ — چشمہ ز جوے آبِ رواں یافتہ

قطرہ در آورد زباں را فراز — آب شدہ از دُرِ او حلقہ ساز

چوں زمیں از آب شدہ سیمِ ناب — باد گرہ بر زدہ بر سیمِ آب

جوے رسیدہ بہ بلندی ز سیل — ہم بتواضع بہ نشیبیش میل

زود ز مستی بہ فغاں آمدہ — دورِ خرابی بکراں آمدہ

ماندہ بہر شہر عمارت در آب — محتکراں را شدہ خانہ خراب

چرخِ نگوں طشت شدہ سیل بار — طشت نگوں آب نہ گیرد قرار

ابر ہوا خواہِ گلستاں شدہ — آب کشِ مجلسِ مستاں شدہ

باغ کہ از سبزہ شد آراستہ — ابر سیہ را بہوا خواستہ

برگِ درختانِ تر از شاخسار — ہر ہمہ دُر بار و در آوردہ بار

ابر شدہ کوہِ بلند از شکوہ — برق شدہ بر سرِ او تیغِ کوہ

پر شدہ قرابۂ چرخ از گلاب — پنبہ نہادہ بدہانش سحاب

حوضِ مدوّر کہ شدش آب بیش — آب کشاں گرد بگردابِ خویش

جفتِ زمیں را ہمہ بشگافتہ — گاوِ زمیں جفت بسے یافتہ

برزگراں در گلِ لغزاں اسیر — تکیۂ شاں بر کرمِ دستگیر

دانہ کہ سرتیز چو سوزن کشید (مزارعین ۱۲) — سوزنِ او آبلہ روشن کشید

شالی سرسبز ندانم کہ چیست — کآب گزشت از سر وانگاہ زیست

سینۂ گنجشک ز شا مارِخ نو | پرشده از آب و علف جو بجو

خاک یکے بیضۂ طوطی شمار | بیضہ یکے بچّۂ او صد ہزار

سبزۂ نورستہ تو گوئی مگر | بچّۂ طوطی ست کہ شد سبز پر

سبزہ بصحرا شدہ چوں نوخطاں | ملکِ جہاں گشتہ بکامِ بطاں

ژالہ زناں بر سرِ کلمرغ[۱] سنگ | با سرِ کل خوش بود از سنگ جنگ

غوطۂ مرغابیِ رعنا بجوے | از سرِ طوفاں شدہ پایاب جوے

نولِ (نوک) حواصل شدہ مقراض پر | جامۂ او نقرہ و مقراض زر

جفتکِ سرخاب ز حکمِ خدا | روز بیکجا و شب از ہم جدا

جرعہ کہ طاؤس ز باراں بخورد | ہم بسرود آمد و ہم جلوہ کرد

یافتہ درّاج خوشی در ہوا | شیر و شکر داد بروں از نوا

سرخ شدہ آب ز سرخابگاں | شستہ بخوں ناخنِ قصابگاں

مرغ بسے ساختہ در آب جاے | بر سرِ آں نقرہ شدہ نقرہ پاے

لرزہ کناں آب ز نرمی چو خز | مرغکِ گز پاش بپا کردہ گز

ز آب زمیں شوے بہر شاخِ بید | زاغ شدہ قمریِ جامہ سپید

میوۂ ایں فصل رسیدہ بشاخ | گرد چمن طعمۂ مرغاں فراخ

خوشۂ انگور بداں چابکی | آبلہ بر پا شدہ از نازکی

---

[۱] بکاف عربی قسمے از کرکس کہ بر سرِ او موے نباشد ۱۲

دانهٔ او کرد طراوت درو گرد شده جمله حلاوت درو

خسته شده سینهٔ خرما ز خار خنده همی کرد به پرده انار

موز بیک برگ بپوشید شاخ برگ ازو گشته به بستان فراخ

میوه

گرچه که با خوبزه زد پهلوے صلح همی کرد بشفتالوے

نغزک خوش نغزکن بوستان نغزترین میوهٔ هندوستان

طفل که همشیرهٔ او شد نبات خضر وشی تشنه بر آب حیات

میوه بباغ ار زیکی ده بود پخته شود خوردنش آنگه بود

میوهٔ نغزک هم از آغاز بر تا حدِ انجام سزاوارِ خور

سایهٔ او بر درم از آفتاب مایهٔ مستان ز برای شراب

آبِ روان گشته بهر سایهٔ یافته از میوه زمین مایهٔ

نغزکِ پخته بچکیده ز بر گشته نباتِ زمین از شیره تر

گاه تماشاے جوانان بباغ زیرِ درختان شده مستان بلاغ

بارش

وقت چنین میوه پرو گرم تاب وز مددِ ابر جهان غرقِ آب

ابر دُر افشان شه دریا نوال ابرشِ خود راند بدار الجلال

آب فراخے همه را تا به گنگ وآمده لشکر همه از آب تنگ

لشکرِ انبوه چو دریا بجوش سیل ز جنبیدنِ آن در خروش

بود سراسر زمین از آب پُر هم ز هوا سوخته می شد شتر

گرچہ کہ بود آبِ رواں تا شکم اسپ نکرد آتشِ خود ہیچ کم
پاے ستوراں بہ زمیں رشدہ گاوِ زمیں را سمِ شاں سر شدہ
بود بہر جا کہ نزولِ سپاہ تنگیِ جو بود فراخیِ کاہ
خیمۂ لشکر ہمہ بر روے آب راست چو دریا کہ بر آرد حباب
با علمِ فتح دراں راہِ دور سایہ فشاں شد بجدِ کینتور
خانِ جہاں حاتمِ مفلس نواز گشت باقطاعِ اودہ سرفراز
از کفِ جود و کرم حق شناس کرد فراہم سپہِ بے قیاس
من کہ بدم چاکرِ او پیش ازاں کرد کرم زانچہ کہ بُد بیش ازاں
باز چناں بخششِ چاکر فریب بندہ شدم لازمۂ آں رکیب
در اودہ ہم برد۔ لطفے چناں کیست کہ از لطف بتابد عناں
غربت از احسانش چناں گزشت کم وطنِ اصل فراموش گشت
در اودہ از بخششِ او تا دو سال ہیچ غم و نالہ نبود از منال
من زپے شرمِ خداوندِ خویش رفتہ زجاے خود و پیوندِ خویش
مادرِ من پیرزنِ سبحہ سنج ماندہ بدہلی زفراقم برنج
روز و شب از دوریِ من بیقرار سوختہ داغِ منِ خام کار
در غم و زاری زجدا ماندنم نامہ نویساں زپے خواندنم
گرچہ دلم ہم زغمش بود ریش چند گہے راہ ندادم بخویش

چون کشش سینه ز غایت گذشت   باعثهٔ دل ز نهایت گذشت

حالِ خود و نامهٔ اُمید وار   باز نمودم بخداوندگار

او خود ازانجا که بزرگیش بود   خُردیِ من دید بزرگی نمود

داد اجازت برضاے تمام   تا نهم اندر رهِ مقصود گام

خرج زنم زان کفِ دریا اثر   گرم روان کرد دو کشتیِ زر

تا ز چنان بخششِ مفلس پناه   شکر کنان پاے نهادم براه

شوق کشان کرد گریبانِ من   گریه زده دست بدامانِ من

حاملِ خون کرد غمِ مادرم   زاد همیں بود براه اندرم

قطع کنان راه چو پیکانِ تیز   بلک چو تیر آمده اندر گریز

یک مهِ کامل به کشیدم عنان   راه چنیں بود و کشش آن چنان

همچو مهِ عید خوش و شاد بهر   در مهِ ذی القعد رسیدم بشهر

خنده زنان همچو گلِ بوستان   چشم گشادم برخِ دوستان

یافتم از لذتِ دیدار کام   وز مےِ مقصود شدم سیر جام

مرغِ خزان دیده به بُستان رسید   تشنه بسر چشمهٔ حیوان رسید

مرده دل از حالِ پریشانِ خویش   زنده شد از دیدنِ خویشانِ خویش

دیده نهادم بهزاران نیاز   بر قدمِ مادرِ آزرم ساز (مهربان ۱۲)

مادرِ من خستهٔ تیمارِ من   ق   چون نظر افگند بدیدارِ من

پرده زروئے شفقت برگرفت — اشک فشاناں ببرم در گرفت

داد سکونے دلِ آشفته را — کرد وفا نذرِ پذیرفته را

بعد دو روزے که رسیدم زراه — زآمدنم زود خبر شد بشاه

جانبے آمد بشتابندگی — داد نویدم بصفِ بندگی

خاستم و برگِ شدن ساختم — محمدتی تازه بپرداختم

رفتم و رخساره نهادم بخاک — تن ادب آموز و دل اندیشه ناک

نقش طراز دیده کشادم ز بند — کرد هشش انشاد ببانگِ بلند

شه که درو چیدهٔ من دیده تر — مهر بچید از ندمائے دگر

داد باحسان رہے بر درم — جاگی[1] خاص دو دو بدره درم

یافتم اندر محلِ اختصاص — مرتبه در سلکِ ندیمانِ خاص

چوں دلم از فیض و کرم شاد کرد — خانهٔ فقرم بزر آباد کرد

گفت که اے ختم سخن پروراں (ق) — ریزه خورِ خوانچه تو دیگراں

از دلِ پاکت که هنرپرورست ۲ — همتِ مارا طلبی درسرست

گر تو دریں فن کنی اندیشه چیست ۳ — وزتو شود خاستهٔ من درست

خواسته چندانت رسانم ز گنج ۴ — کز پئے خواهش نبری هیچ رنج

من که عطائے شهم ایں قدر دید — سجده کناں پیش دویدم چو باد

---

[1] جاگی روزینه که آنرا هندی پٹیه گویند ۱۲

گفتمش اے تاجورِ جم جناب ‌ ‌ ‌ بخت ندیده چو تو شاہے بخواب

منکه بوم داعیِ مدحت طراز ‌ ‌ ‌ تا چو توئی را بمن آید نیاز

چوں تو دہی حاجتِ ہر مفلسے ‌ ‌ ‌ حاجتِ تو چیست بچوں من کسے

باغ نه از گل طلبد رنگ و بوے ‌ ‌ ‌ ابر نه از قطره بود آب جوے

شه که جہاں بندهٔ فرمانِ اوست ‌ ‌ ‌ گر بمثل جاں طلبد زآنِ اوست

حاصلم از طبعِ کژ و فکرِ سست ‌ ‌ ‌ نیست مگر پارسیِ نادرست

گر غرضِ شاه بر آید بداں ‌ ‌ ‌ دولتِ من روے نماید بداں

بنده چو بنمود بشاهِ زمن ‌ ‌ ‌ عذرِ تہی مایگیِ خویشتن

شاه زباں را به سخن بر کشاد ‌ ‌ ‌ قفل ز گنجینهٔ گوہر کشاد

گفت چناں بایدم اے سحر سنج ‌ ‌ ‌ کز پے من روے نه پیچی ز رنج

جسمِ سخن را بہنر جاں دہی ‌ ‌ ‌ شرحِ ملاقاتِ دو سلطاں دہی

نظم کنی جمله بسحرِ زباں ‌ ‌ ‌ قصهٔ من با پدرِ مہرباں

تا اگرم ہجر در آرد ز پاے ‌ ‌ ‌ آیدم از خواندنِ آں دل بجاے

ایں سخنم گفت و بگنجورِ جود ‌ ‌ ‌ از نظرِ لطف اشارت نمود

برد مرا خازنِ دولت چو باد ‌ ‌ ‌ مُہرِ زر و خلعتِ شاہیم داد

من شده مخصوص بجودے چنیں ‌ ‌ ‌ مایه بدستم نه و سودے چنیں

نے قلمم را ز ہنر بہرهٔ ‌ ‌ ‌ نے ورقم را ز گہر بہرهٔ

از درش با همه شرمندگی | آمدم اندر وطنِ بندگی
خم شده از بارِ کرم گردنم | فرض شده خدمتِ شه کردنم
گوشه گرفتم ورقِ دل بدست | عقل سراسیمه و اندیشه مست
روئے نہاں کردم از ابنائے جنس | نے غلطم بلکه خود از جن و انس
آبِ معانی ز دلم زاد زود | و آتشِ طبعم بقلم داد دود
چوں بتوکّل شدم اندیشه سنج | سینهٔ خاکیم بروں داد گنج
خامه بیاراست سخن را جمال | پرده برانداخت عروسِ خیال
حجلهٔ خط را ز سراپرده یافت | واں ز زبانِ قلم درنگافت
من زده بر عرش ز فکرت علَم | محرمِ فکرم شده لوح و قلم
خواست مدد خاطرِ اندیشه زائے | زیں سه هنر سنج و معانی فزائے

سخن از وصفِ قلم آنکه بلوحِ محفوظ
هست اوّل صفتش ما خلق[۱] الله بخواں

سوئے قلم دست کشیدم نخست | کاوّل از و شد خطِ ہستی درست
راند نخست از یدِ قدرت بروں | کرده رقم بر ورقِ کاف و نوں
سلسله جنباں شده ارباب علم | داشته سر بر خطِ اربابِ علم

---

[۱] اشاره بجانب حدیث اوّل ما خلق الله القلم ۱۲

علمِ جهانش همه طرف اللساں | هیچ خطائیش نه اندر زباں
ور زدلے زاد بمعنی ازو | آں ز نویسنده بود نے ازو
برورقِ اہل ہنر کرده داغ | روز و شب از خوردنِ دود چراغ
در ہنر از بس که رواں کرد دست | دستگهی یافت بهر کس که هست
راست بهر دستگهی همچو تیر | راستیِ او همه را دستگیر
گفت خبر بر همه از خیر و شر | نامه سیه کرد و لے باخبر
هم زده در خشکی و تری قدم | هم بسیاهی و سپیدی علم
در طلبِ صوف تراشیده سر | گرچه همه جهد کنندش زبر
راکع و ساجد شده در هر مقام | در دلِ شب کرده بیک پا قیام
هیچ بنوده بقیامش قعود | طرفه که در عین قیامش سجود
روزیِ او یک شبه با صد هنر | گر همه سر زیر کند یا زبر
سر زده در رفته درونِ دوات | یافته در ظلمتش آبِ حیات
دوده او قبلهٔ دانندگاں | خوانده شده بر همه خوانندگاں
آہوے مشکین و سرش باد و شاخ | وز دمِ او مشک بصحرا فراخ
تیرِ سپر وار ازو در خراش | تیغِ گهر بار ازو در تراش
کرده سر اندر رهِ شمشیر صرف | بلک ز شمشیر رسیده بحرف
آبِ سیه خورده چناں گشت مست | کش چو نگیرند بیفتد ز دست

در مثل خفت بجائے کہ خواست | خفتہ نخیزد مگر از دستِ راست

در بصر آمده چوں مرغِ باغ | نغمۂ بلبل زده از نولِ زاغ

قار چکاں گشتہ ز منقارِ او | تا ہمہ قاری شده از قارِ او

خوانده ورا تیرِ سپہر از صواب | نام قلم نیزۂ خطّی خطاب

در زدم این خامہ بسوداے خام | محبرۂ سوختہ دل را بکام

صفتِ محبره کو گرچہ سیہ دارد دل
آں سیاہیِ دلش مایۂ علم ست و بیاں

سوختۂ دودِ فراقش قلم | وآبِ حیات و ظلماتش بہم

مطبخِ سوداۓ درون حجره وش | روزنش از سوے درون دودکش

ہم ورق از روزنِ او برده دود | ہم قلم از مایۂ او کرده سود

زاده ہمیں دودۂ او ہر زماں | ہر خلفش بر سرِ خود دودماں

دیگِ خوشِ پختنِ سود و زیاں | خامہ چو کفگیر مہیّا براں

خانۂ روئین و ز چوبش ستوں | گشتہ بروں روشن و تار از دروں

دیده چنیں نادره کس در جہاں | خانہ بجا ماند و ستونش برداں

کرده چہے ژرف بصد نیکوئی | چوں چہِ بابل ہمہ پُر جادوئی

کس نہ کشد سایہ کہ در چہ نشست | سایۂ این چہ بہ کشد ہر کہ ہست

کردہ درو خامۂ مصری پناہ — یوسفِ مصر آمدہ در قعرِ چاہ

مکحلۂ دیدۂ روشن سواد — میل درو خامہ و کلکش مداد

بسکہ فزوں یافتہ زرقِ قلم — آبِ سیہ راندہ بفرقِ قلم

نشستنِ او باہمہ دانندگاں — رفتنِ او جانبِ خوانندگاں

ہرچہ سوادِ ورقِ مشکلش — حل شدہ چوں آب درونِ دلش

در شکم از خشک و ترش مایہ بیش — کردہ قناعت بہ تر و خشکِ خویش

بلکہ شکم کردہ پر از بیش و کم — ماندہ دہاں باز برائے شکم

گہ گہے از زحمتِ مشکی بناب — دافعِ مشکیش دو سہ قطرہ آب

معتبرِ عالم و جاہل شدہ — گرچہ دروں تار و سیہ دل شدہ

من چو ازیں حقہ کشیدم قلم — بر زدم از مشک بکاغذ علم

صفتِ کاغذِ سیمیں کہ پئے دودِ قلم
سیم سوزے شود و نقش برآرد بریاں

کاغذ شامی نسب و صبح دام — آنکہ شد آرایشِ صبحش ز شام

سادہ حریرے و لے اصلش ز خویش[1] — باقصب و خز شدہ پیوند خویش

---

[1] خویش در مصرعۂ اول بمعنی کتان و در مصرعۂ ثانی بمعنی قریب و رشتہ دار ۱۲

ناے حریر آمدہ اندر نورد — طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد

آمدہ اجزاش فراہم ز آب — لیک پراگندگیش ہم ز آب

بسکہ شد از کوبشِ بسیار پست — پشت دوتا گردش از یک شکست

گہ بود از دستۂ تیغش گزر — گہ دہد از تیغ بمقراض سر

گہ خلۂ سوزنِ مسطر کشد — گہ کششِ رشتۂ دفتر کشد

گہ ہدفِ تیر شود از ہوس — الغرض از دوستیِ کلک بس

گہ کند اندر کلہِ شہ نشست — تار قمے یابد ازاں سر نبشت

برزدہ از روے سپیدی علم — لیک سیہ روے شدہ از قلم

نامِ خدا یافتہ بر روے گزر — زانش ببوسند و نہندش بسر

عاشقِ خطہاے تر آمد ز اصل — مے بریش گردن و در بند وصل

باخطِ عارض نگزارد وفا — گرچہ کنی بند ز بندش جدا

ہیچ گہ از حرف ندانند گزشت — حرف رواں زو نتواند گزشت

حرف بحرف از قلم آرد سخن — لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن

ہر کہ گہے قصہ فرو خواند پس — عاقبت الامر بہ پیچاند پس

کارکشاے ہمہ ز اسرارِ خویش — پیچشِ او از خود و از کارِ خویش

قدرِ گراں یافتہ لیکن سبک — واں سبکے ہم ز مزاجِ تنک

---

۵۱ ناے حریر طاقہ جامہ یعنی تھان،

خامہ کہ صد نامہ پیاپے نبشت | علمِ جہاں را ہمہ بروے نبشت
آنکہ مہیں مہرۂ او باگہر | وآنکہ کہیں پیچشِ او با شکر
آئینۂ دیدہ صورت گراں | صورتِ ہر نقش کہ جوئی دراں
من چو بریں آئینۂ رو نمائے | مور چہ ریختم آئینہ زائے
ہمتِ مردانہ بہ بستم بکار | ریختم از خامہ دُرِ شاہوار
باز نیامد قلم تا سہ ماہ | روز و شب از نقش سفید و سیاہ
تا زدلِ کم ہنر و طبعِ سست | راست شد ایں چند خطِ نادرست
ساختہ گشت از روشِ خامہ | از پسِ شش ماہ چنیں نامہ
در رمضان شد بسعادت تمام | یافت قراں نامۂ سعدین نام
آنچہ بتاریخ ز ہجرت گزشت | بود سنہ ششصد و ہشتاد و ہشت ۶۸۸
سالِ من امروز اگر بر رسی | راست بگویم ہمہ شش بود و سی ۳۶
زیں نمط آراستہ بکری چو ماہ | باد قبولِ دلِ دانائے شاہ
تا چو شود خاصِ خداوندِ خویش | ایں غزلِ بندہ بخواند بہ پیش

غزل

بازا بر تیرہ از ہر سوے سر بر می کند | سبزہ را در ہر چمن بر آب دیگر می کند
گرد بر می آید از عالم کہ از امساکِ ابر | گاہ بخشش عالمے را در زماں تر می کند
سر بہر باغی درون کردند مستاں بہرِ عیش | سروِ من تا در کدامی باغ سر بر می کند

ابر کردم چشم را کاں لالۂ رنگینِ من — بیشتر در روزِ باراں مے بساغر می کند

ما دُ تنهائی و روزِ ابر بارانی ز اشک — اے خوش آنکس کو خوشی با آں سمبر می کند

ابر بر من می بگرید کش جیاے هست و برق — خندۂ دز دیدہ بیں کز زیرِ چادر می کند

خلق گوید دردِ خود را گوے تا درماں کنند — من هماں گویم و لے از من که باور می کند

شهسوارے هر زماں کاندر دلم می بگزری — صد غبار از سینۂ خاکیم سر بر می کند

دیدہ کز خاکِ درت سرمه کند دانی که چیست — از غبار انگیزیِ تو خاک بر سر می کند

چشمِ من هر چند افزوں تر همی بارد سرشک — ایں غبارے را که من دارم فزوں تر می کند

وقتِ باراں خوش که میبارد گهے در وقتِ خویش — ماجرائے چشمِ خسرو پیشِ دلبر می کند

ذکر باز آمدنِ شاه بدولت گه شهر

همچو برجیس بقوس و قمر اندر سرطاں

صبح دماں چو علمِ آفتاب — کرد بدروازۂ مشرق شتاب

خرگهِ مه گشت نهاں در پرند — قبۂ خورشید بر آمد بلند

رخش طلب کرد شهِ کامگار — شد بگهِ چاشت بدولت سوار

کرد رواں کوکبۂ فتحیاب — سوے درِ دولت ازاں فتحباب

باد شد اندر سر زرینه نائے — بادِ رواں گشت سمِ بادپاے

از روشِ پیل گراں تا گراں — سر بسر اندامِ زمیں شد گراں

بسکه شد آوازِ جرس چند میل | هر طرفے گشت گراں گوشِ پیل
بسکه علم‌هاے سیه شد بماه | ماه نهاں گشت در ابرِ سیاه
یافت ازاں رایتِ شبرنگ داغ | شد پرِ طوطیِ فلک پرِّ زاغ
صفِّ سیاه از علمِ سرخ و زرد | نسخهٔ دیباچهٔ نوروز کرد
از علمِ لعل که بر چرخ سود | طاسکِ خورشید پر از خوں نمود
نوکِ سناں کرد ببالا گذر | گشت کبوتر بهوا سیخ پر
در تهِ پرچم که سناں گشت گم | نیزه شد از نوکِ سناں گاوِ دم
گرد سنانِ گاوِ فلک را زبوں | شد ز دمِ گاو هوا گاو گوں
شه بتهِ چترِ سیه مے چمید | اوّلِ شب صبحِ دوم میدمید
بود دراں دائرهٔ شام گوں | مردمِ دیده بسیاهی درول
تیغ به پیرامنِ چترش قطار | ابرِ یکے قطرهٔ آبش هزار
بود بیک جاے صفِ تیغ و تیر | همچو نیستاں بلبِ آبگیر
بانگِ روا رو که برآمد بلند | غلغله در گنبدِ گردوں فگند
پرّه زده تیغ زناں سربسر | پرّهٔ سناں گشت کلیدِ ظفر
زاں همه لشکر که زمیں می نوشت | کرّهٔ گلِ مرکب زیں پشت گشت
شد زمیں از لعل منقّش و نگار | چوں شکمِ ماهی و اندامِ مار
گرد که بر شد ز زمیں هر زماں | کاسهٔ گل شد طبقِ آسماں

صحنکِ زرّینِ سما شد سفال — گشت گِل آلوده چو چرخِ کلال

خنگِ سما روے بجولاں نہاد — گرد زمیں بر شد و میدانش داد

مقرعہ بر بستہ ہر چابکے — تازکناں بر سرِ ہر تازکے

شانۂ اسپاں کہ بہم سود روے — یافت بہم از سرِ ہر شانہ موے

کوکبہ چوں فلک آراستہ — گردِ ظفر تا بفلک خاستہ

شاہ بدروازۂ دولت نشتافت — داد بدروازہ کشا دیکہ یافت

توسنِ شہ را ز نثار افگناں — گشت مکلّل بجواہر عناں

نعل کہ بنشست بگوہر دروں — گوئی از آہن گہر آمد بروں

چتر کہ در چرخ شد از جاے خویش — چرخ رواں گشت سراپاے خویش

زاں عجبے کو ز برش می نگشت — از عجبِ خویش سرش می نگشت

شد چو عروسے بہا و بہی — جلوہ کناں پیشِ شکوہِ شہی

کوس خبر کرد بگوش از خروش — وز خبرش بے خبری یافت گوش

بانگِ دہل خاست گراں تا گراں — تعبیہ شد کاسۂ گردوں دراں

نغمۂ مطرب ز گلوگاہِ ساز — گوشِ نیوشندہ ہمی کرد باز

زہرہ دراں انجمنِ اختراں — رام شدہ از دمِ رامشگراں

ماہ وشاں چرخ زن و پاے کوب — گشتہ ہوا از رہِ شاں خاکروب

شمع شکر دشش بزباں آوری — سوختہ جانہا بحرارت گری

ملک بپا کوفتن بو العجب	پا بزمین شان نہ رسید از طرب

پیکرِ شان طرہ چو بالا فشاند	صورتِ قبہ بتحیر بماند

گرچہ کہ صورت نزند چشم لیک	چشم زد از دیدنِ رو ہائے نیک

شاہ بنظارۂ آں کارگاہ	نرم تریں راند فرس را براہ

نرم ہمی راند و عناں می کشید	تا بشرف خانۂ دولت رسید

از سمِ اسپش فلک آوازہ یافت	خانۂ دولت شرفِ تازہ یافت

رفت چو در بارگہ از بارگی	بندہ شدش بخت بیکبارگی

بسکہ فشاندند ز ہر سو نثار	فرشِ زمیں شد زدرِ شاہوار

خاک نہاں گشت بدر ثمیں	کس نتوانست کہ بوسد زمیں

بزم بیاراست شہ بزم ساز	بست زمیں را بجواہر طراز

جشنِ فریدوں طرب گاہِ جم	تازہ شد از مجلسِ شاہِ عجم

از دلِ خواہندہ بتاراجِ گنج	خواستہ می داد و ہمی بردرنج

از شبِ تار روز سحر تا بشام	بزم نہ گشتش تہی از رود و جام

بادہ مدامش بطرب دستگاہ	رود زنش زہرہ و ساقیش ماہ

مطرب او را بنوائے سرود	ایں غزل از آبِ رواں تر بر بود

غزل

عمرِ گذشتہ مرا باز کہ جاں باز آمد	وز پسِ عمرِ من آں جانِ جہاں باز آمد

ره ده اے دیده و خارِ مژه را کیسوکن
که خرامان و خوش آں سروِ رواں باز آمد

جاں که بگریختیه بود از غمِ ہجراں بعدم
خبرِ آمدنش آمد و آں باز آمد

جانِ من چشم ازاں گه که بروے تو فتاد
جز تو در ہر چه تواں دید ازاں باز آمد

ظن بنود ایں که ز خوباں دلِ من باز آید
تا ترا دید نگه کن که چساں باز آمد

باز نا ید دلِ من گرچه بکویت صد بار
شادماں رفت و بفریاد و فغاں باز آمد

چوں بکوے تو روم خلق بر آرد فریاد
کاینک آں عاشقِ بیچارهٔ جاں باز آمد

ہر کسم گوید باز آئی از و تا برہی
گر دل این ست که دارم نتواں باز آمد

بندهٔ خسرو ز تو دیده بپوشید و برفت
چوں میسر نشدش دیده کناں باز آمد

سخن از ختمِ کتاب و بخطا خواہشِ غدر

که بجویند خطا را بدرستی برہاں

من که دریں آئینهٔ پر خیال
بکر سخن را بنمودم جمال

کس چه شناسد که چه خوں خورده ام
کیں گہر از حقّه برآورده ام

ساخته ام ایں ہمه لعل و گہر
از خوے پیشانی و خونِ جگر

تا نهم از فکرتِ پنہانیش
گه بجگر گاه به پیشانیش

ہر گہرے بیتے و کانے درد
ہر ورقے ملک جہانے درد

در تهِ حرفش ہمه باریکی ست
آبِ خضر در دلِ تاریکی ست

حرف نشیں معنیِ خورشید تاب — رہت چو اندر دلِ شب ماہتاب

شپّرہ را مہرِ منور مدام — مورچہ را ملکِ سلیماں بکام

گنجِ گہر در شبہ داشتہ — شب زکواکب علم افراختہ

ہر حبشی پیکرے رومی جمال — رومِ سخن را ز حبش داد خال

ہر خطِ توحید بریں لوحِ راز — ہمچو بلالے ست ببانگِ نماز

ہر رقمِ نعت رموزش بجیب — چوں شبِ معراج پر انوارِ غیب

نقطۂ ہر حرف بزیبِ تریں — مردمکِ چشمِ معانی یقیں

ذوقِ خیالات ز مستی پُر — داروے جرّاح[1] و دم بخیہ بُر

ہر غزلے دشنۂ[2] عشاق کُش — پیش کہ بکشند ز دروں پردہ پُش

اوجِ معانی نہ بمقدارِ طبع — بلکہ گزشتہ ز سمٰوات سبع

دید چو ایں مثنویِ بیش را — تیر قلم کرد سرِ خویش را

ہر یک ازیں بیت کہ جنت وش ست — شد خوشیِ دل کہ چو جنت خوش ست

چوں سرِ خامہ بسرش خم کنند — حیف بود زو کہ یکے کم کنند

من چو نکردم عددش از نخست — کم شد و سرمایہ نماندش درست

---

[1] یعنی ذوقِ خیالات من از مستی بسیار مانند داروے بیہوشی جرّاح ست کہ بوقت دوختن زخم بمریض دہد و افسونِ طراران ست کہ بوقت بریدن جیب دمند ۱۲

[2] یعنی ہر غزلِ من دشنۂ عشاق کش ست و برے آنکس کہ پردہ از دل بردارد یعنی ہوشیار و صاحبِ نفس باشد ۱۲ ش

گشت ضرورت کہ کنونش بعقد — بستم و دادم بامینانِ نقد

تا چو دریں بنگری اے ہوشمند — بیش و کمش باز شناسی کہ چند

بیزش ایں حرف کن از فکرِ تیز — خواں تو قراں نامۂ سعدین نیز

ور ز جمل باز گشائی شمار — نہصد و چار و چہل و سہ ہزار

خواہش از خامہ زنانِ گزیں — آنکہ نہ گردد رقمے کم ازیں

زانکہ خراشیدۂ مردم بود — آہ کسے کش خلفے کم بود

اینت مبارک خلفے نامہ را — دودہ ازیں بہ نبود خامہ را

خامۂ من گرچہ تراش افگن ست — زو چہ گہرہا کہ تراشِ من ست

زاغِ[1] زبانی کہ بفرِّ ہماے — کبکِ دواں را بزند زاغِ پاے

ہم ز نئے خشک نباتم دہد — ہم ز سواد آبِ حیاتم دہد

ہر سخنے کز قلمش یافت داغ — طعمۂ طوطی ست بمنقارِ زاغ

زیں ہمہ سودا کہ فرو ریختم — چیست ز معنی کہ نہ انگیختم

چند گہم بود بدل کیں خیال — تازہ کنم ہر صفتے را جمال

بود در اندیشۂ من چند گاہ — کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ

چند صفت گویم و آبش دہم — مجمعِ اوصاف خطابش دہم

باز نمایم صفتِ ہرچہ ہست — شرح دہم معرفتِ ہرچہ ہست

---

[1] زاغ زباں کنایہ از قلم سیاہی زدہ ۱۲

بفگنم از جیب گہرہا بہ پیش　　تاجِ خودش سازم و دامانِ خویش

طرزِ سخن را روشِ نو دہم　　سکۂ این ملک بخسرو دہم

نو کنم اندازۂ رسمِ کہن　　پس روِیِ پیش روانِ سخن

ور نگرم تا چہ دُر افشاندہ ام　　تا بچہ ترتیب سخن راندہ ام

آنکہ بہ بینم بہ ہنر بیشتر　　کوششِ آن راہ کنم بیشتر

انچہ ہنر ہست بگیرم نکو　　وانچہ جز این ست نگیرم ازو

کحلِ بصر نو کشم از ہر مداد　　نورِ بصر نو کنم از ہر سواد

اوّل ازانجا کہ برانگیزمش　　برکشم آنگاہ فروریزمش

سکۂ خود زین منِ اندیشہ زاے　　تا نہ نشانم نہ نشینم زپاے

انچہ ز سرجوشِ دلِ نقشبند　　معنیِ نو بود خیالِ بلند

موے بمویش بہ ہنر بیختیم　　پختہ و سنجیدہ درو ریختیم

وصف نہ زان گونہ شد از دل برون　　کان دگرے را بدل آید کہ چون

زین پس اگر عمر بود چند گاہ　　کم ہوس آید بہ سفید و سیاہ

رنگِ رخ یادت ندہم خامہ را　　سادہ ترین نقش کنم نامہ را

کانچہ ہمی شد بدلم خار خار　　یافت دریں گلشنِ رنگین نگار

گرچہ شہ از بہرِ چنین نامۂ　　داد مرا گرمیِ ہنگامۂ

کرد نکوئی کہ نکوئی کنند　　بر چو منی انچہ تو گوئی کنند

نز[۱] پئے آں شد قلمم سحر سنج — کز پئے ایں مار نشینم بہ گنج

منکہ نہادم ز سخن گنجِ پاک — گنجِ زر اندر نظرم چیست خاک

گر دہدم تاجورِ سر بلند — دُر نتواں باز بہ دریا فگند

ور نہ دہد زانِ خودم رائگاں — رنجہ نگردم چو تہی مائگاں

یک جو ازیں فن چو بداماں نہم — وہ کنم آں را و بصد تن دہم

شیرم و رنج از پئے یاراں برم — نے چو سگِ خانہ کہ تنہا خورم

ہر چہ کہ پنہاں کنی از محرماں — سنگ ہماں باشد و گوہر ہماں

مار کہ گنجش بود اندر مغاک — حاصلِ او چیست ازاں گنج؟ خاک

زیں ہمہ شہرت نہ بداں کردہ ام — کآب ز دریاے کرم خوردہ ام

ہر ہمہ دانند کہ چندیں گہر — کس نہ فشاند بدو سہ بدرہ زر

ور دہدم گنج فریدون و جم — ہدیہ یک حرف بود بلکہ کم

کامم ازیں نامۂ عنواں کشاے — نام بلندست کہ ماند بجاے

کانچہ درین ست چو بیند کسے — یاد کند از منِ مسکیں بسے

ہر صفتے را کہ بر انگیختم — شعبدۂ تازہ در و ریختم

مور شدم بر شکرِ خویش و بس — در نزدم دست بحلواے کس

گرچہ دُرِ چیدہ بسے دیدہ ام — مہرہ نچیں کز گہرے چیدہ ام

---

[۱] یعنی ایں کار (شاعری) از براے طمع نہ کردہ ام کہ مثل مار بر گنج نشینم ۱۲

نیست ز کس لولوے لالاے من ژرف بہ بیں در تہِ دریاے من

نکتۂ من گوہرِ کانِ من ست زآنِ کسے نیست از آنِ من ست

دزد نہ ام خانہ بُرِ دیگرے خانہ کشادہ ز درِ دیگرے

مایۂ ہر دزد کہ در عالم ست گرچہ فزون ست بقیمت کم ست

ہرچہ کہ از دل درِ مکنوں کشم زہرۂ آں نیست کہ بیروں کشم

زانکہ نگہ می کنم از ہر کراں ایمنیم نیست ز غارتگراں

قلب زنے چند بہر گوشہ ہست کز زرِ من پارہ دہندم بدست

نقب زدہ گنجِ نہانِ مرا مرغ شدہ ریزۂ خوانِ مرا

دزدِ متاعِ من و با من بجوش شاں بزباں آوری و من خموش

خانۂ فکرم ہمہ روزن کنند جستنِ احسنت ہم از من کنند

نقدِ مرا پیشِ من آرند راست من کنم احسنت کز آنِ شماست

شرم ندارند و بخوانند گرم با من و من ہیچ نگویم ز شرم

طرفہ کہ شاں دزدِ من از شرم پاک صاحبِ کالا من و من شرمناک

باز کشایند خیالے کہ ہست در چہ کشایند ندانند بست

پرفنِ شاں گرچہ روائی دہد سستی ہر بیت گوائی دہد

آنکہ دریں گنجِ نہاں جوہری ست باز شناسد کہ گہر زانِ کیست

دُر کہ فتد ز افسرِ شاہِ جہاں سفلہ اگر یافت نماند نہاں

که شود این مایه از آنِ کسے　　گنج نه گنجد بدهانِ کسے

درخورِ هر لب نبود این زلال　　کیست که اینجا برساند خیال

جلوه گرِ من که رخ آراسته ست　　جلوه کناں پیش تو برخاسته ست

در نگر از مقنعه تا دامنش　　عاریتے نیست به پیراهنش

زیورِ نو کرده نگارِ چنیں　　نغز بود دیدنِ یارِ چنیں

لیک به نظاره گهِ زلف و خال　　هدیۂ او شرط بود در جمال

پیشِ نکو نیک مگو بد ز پس　　هدیۂ ایں روے همین ست و بس

ور چه ترا گفتنِ بد فن بود　　آں بدِ تو نیکوئی من بود

آنکه به نقصانِ خیالِ من اند　　جمله گواهانِ کمالِ من اند

بر هنر آید همه را گفت و بس　　بے هنراں را نه کند یاد کس

در سخن افتد همه را پیچ پیچ　　چوں سخنے نیست چه گویند هیچ

چوں عملے لازم صورت بود　　نیک و بدِ خلق ضرورت بود

آنکه ورا در سخن آوازه بیش　　زخم زناں بر وے از اندازه بیش

هر گل و خارے که رسد زیں خرابل　　نے خوش ازاں گردم و نے رنجه زابل

هر چه ستایش کندم مردِ هوش　　گرچه بود راست نیارم بگوش

زانکه چو زیں فن بغرور افتم　　ترسم ازیں مرتبه دور افتم

چرب زبانی نه بود سودمند　　طفل بود کش بفریبی بقند

آنکه شناسندهٔ این گوهر ست
گر همه نفرین کندم درخور ست

وآنکه به تقلید نشست اندرین
نشنوم ار خود کندم آفرین

مردم دانا که بود نیک خوے
نیک شنو گفتِ بد از وے مجوے

وآنکه به بدگفت گرفت ست خو
نیک نگوید که نیاید ازو

بد نتوان گفت نکو را چو نیست
یا بد و یا نیک برون از دو نیست

هست اگر سکّهٔ نیکوئیش
نیک نگویند چو بدگوئیش

ور ز بدی خال بود بر خدش
خود نتواند که بپوشد بدش

گیر که پوشی همه عیبش به زور
چند توان داشت نهان چشم کور

باز کسے را که حسد ره زند
زخمه دریں ره نه یکے ده زند

گر مثل صد هنر آرم ز غیب
هیچ نگاهے نکند جز به عیب

از هنرِ خود همه کس دم زند
آنکه کم ست او همه را کم زند

جوهرِ هر مرد که در عالم ست
کم زنِ او از زنِ[۱] حائض کم ست

کم نه زند مرد کسے را و لیک
بد همه جا بد بود و نیک نیک

صد سخنِ راست نه گیرد به هیچ
یک رقم کژ کند انگشت پیچ

گر به ازین نیست گهر سفتنش
عیب بود عیبِ کسان گفتنش

ور کم ازین مایه رسیدش ز غیب
طفلِ رهِ ماست زِ طفلاں چه عیب

---

۱ زن حائض چنیں خود را می پوشد ۱۲

من بدِ کس ناورم اندر زباں — وانچه بود راست ندارم نہاں

چونکه جہاں پر زخسیس ست و خس — روے نمی تابدم از ہیچکس

گرمیِ دل نیست چو حاصل مرا — سرد شد از آبِ سخن دل مرا

تلکے ازیں شیوه به تنگی شوم — بے غرض آماجِ خدنگی شوم

نامِ گدائے کنم اسکندرے — خلعتِ عیسیٰ فگنم بر خرے

محتشمانند دریں روزگار — مس بزر اندودهٔ ناقص عیار

کور دل از دولتِ کوته نظر — دولتِ شاں از دلِ شاں کورتر

گوش گرانی همه ناموس جوے — سفله وش دوں صفت و تنگخوے

لازمِ شاں گشت ز نقصانِ ہوش — کوتہی[1] چشم و درازیِ گوش

حاتم و رستم شده در جاے لاف — چوں زنِ حائض که بود در مصاف

بے کرمے نام فروشی کنند — بے گہرے مرتبه کوشی کنند

خورده بدرویش نیارند بیش — پیش[2] رسانند بدانجا که بیش

شاخ[3] گلے تحفه مرا و را کنند — کز پئے باغیش تقاضا کنند

گر بگسے باشد و شاں خواں نشیں — سرکه دهند و طلبند انگبیں

---

[1] یعنی ہرچه کسے گوید مے شنوند واز کوتاه چشمیِ خود امتیازِ حق و باطل ندارند ۱۲

[2] یعنی مسرف حق بقدار نمی رسانند و بغیر مستحقاں مے دہند ۱۲

[3] یعنی شاخ گل پیش کسے تحفه برند و بعوض آں باغ خواہند ۱۲

بیش ستانند و دهند اندکے — تا نه‌دهی ده - نه‌دهندت سیکے
گر بر سانند مثل بر گدائے — یک درمے ده طلبند از خدائے

صفتِ خاتمہ و قطعِ تعلق کردن
از پئے اخترۂ صحبتِ اربابِ جہاں

برد ز سرمایۂ خود مُدخلے — بدرۂ دینار بصاحبدلے
گفت کہ بپذیر و عطائے بکن — تا شوَدم بیش دعائے بکن
پیر بگفتش کہ چو بیشیت ہوا[1]ست — آنچہ کہ کم میکنی از خود خطاست
گفت بدو منعم سود آزمائے — کانچہ دہم سود بجویم بجائے
مردِ پذیرندہ بجواب و خورد — ق — بدرہ بدو داد کہ اے نیک مرد
باز پذیر ایں ز چو من مفلسے — زانکہ تو مفلس تری از من بسے
چوں ہمہ میلِ تو بہ بیشی درست — ایں کم تو ہم بتو اولیٰ ترست
آنکہ ندارد صفتِ مردمی — نیست برِ آدمیاں آدمی
خاصہ کسانیکہ بہمت کم اند — ظن نبرم کز نسبِ آدمند
ایں سخنِ چند کہ بیخواست ست — شاعری نیست ہمہ راست ست
گرچہ چنیں راست نباید نہفت — راست بسے ہست کہ نتوانش گفت
لیک بخواہش چو مرا نیست راہ — ق — جز بخدا یا بدرِ بادشاہ
ہر چہ بگفتم ز کسم باک نیست — زہر نخوردم غمِ تریاک نیست
نیتِ آں دارم ازیں پس براز — کز درِ شہ نیز شوم بے نیاز

---

[1] ہوا بمعنی خواہش - مراد ہماں بدرۂ دینار ۱۲

پشت بخویم نہ بنا ہے زکس / چوں بخداوند کنم روے و بس

تا بطمع بر درِ ہر کم زنے / ننگِ خسیساں نہ کشد چوں منے

خسروِ من بگزر ازیں گفتگوے / نیکی خویش و بدِ غیرے مگوے

چشمِ تو از عیبِ تو دیدن تہی ست / از دگرے پرس کہ عیبِ تو چیست

چشم بخود باز مکن چوں خساں / بیں سوے خود لیک بچشمِ کساں

چیست نظر سوے خود انداختن / صورتِ خود قبلۂ خود ساختن

زیں دو سہ اوراقِ مزخرف نورد / چند تواں نازشِ بیہودہ کرد

تا کے ازیں مایۂ بے پایگاں / بانگ بر آری چو فرومایگاں

چوں جرست چند فغانِ تہی / خشک زبانی و میانِ تہی

کام جلاجل[1] کہ بداں تنگی ست / بانگِ نفیرش ز سبک سنگی ست

زورِ جوانی برہ آورد پاے / وز تو نرفت ایں فنِ اندیشہ زاے

نامۂ ہستی بسوادے گزشت / عمر بہ بیمودنِ بادے گزشت

شد ہمہ عمرت بشمارِ چنیں / وہ کہ چنیں عمرے و کارِ چنیں

ہر چہ دریں تختہ قلم نقش بست / زاں ہمہ جز باد نیامد بدست

سوخت دلم زیں رقمِ دود ذوام[2] / پختہ[3] شدی در پے سوداے خام

---

[1] مراد از جلاجل زنگولہ ہاست کہ در گردن چوپایاں اندازند و دہن شاں تنگ باشد ۱۲

[2] دودہ دام سیہ فام ۱۲

[3] پختہ شدی لے پیر شدی ۱۲

سر بر ہی باز نبردی دریغ — راه بجاے نه سپردی دریغ

زانچه بگفتی بخطا و صواب — چونت بپرسند چه گوئی جواب

از پئے نامے که مبادش اُمید — نامه سیه کردی و دیده سفید

گرچه شد آوازه بچرخ کبود — چوتبه شدی نام بلندت چه سود

صورِ قیامت که برآید بلند — نامِ بلندت نه بود سودمند

این رقم امروز که سوداے تست — سلسلهٔ گردنِ فرداے تست

چند پوئی درپئے این ترهات — چند بغفلت گذرانی حیات

گیر که نظمت سخن از دُر کند — پس بدروغے چه تفاخر کند

یک هنر اندر دلت آرد فروغ — راست بگویم که نگوئی دروغ

حاصلِ نثر و بر کم و کاستیست — رستنِ مرد از سببِ راستیست

راستی آور که دروغت بسے ست — هر که چنین ست چگوئی کسے ست

تا بود اندر فنِ شعرت هوس — جز بدروغت نبرد نام کس

پاے ازین دائره یک سوے نه — پشت بدو کن بخدا روے نه

هیچ خبر داری از اندیشهٔ — کآوردت باز بهر پیشهٔ

هیچ نگوئی بکس از همدماں — هیچ نگنجد بدلت جز همان

از همه جا دل بگراں داشته — همتِ دل جمله بر آں داشته

بس که دلت گرددازاندیشه خوں — تا سخنے راز دل آری بروں

چوں نگری حاصلِ چندیں گزند — بیہدہ باشد و ناسودمند

ایں قدر اندیشۂ خاطر زدلے — ق — گر شودت صرف بیادِ خدلے

گرچہ نہ در عالَمِ رازت برد — بارے ازیں بیہدہ بازت خرد

جان و دلِ غائب تو از حضور — دور نباشد کہ نباشند دور

کیست کہ آنجا شد و کارے نیافت — کیست کہ آں در زد و بارے نیافت

صدق دریں مرحلہ یارِ قوی ست — مگذر ازیں کار کہ کارِ قوی ست

ہست چو در سکۂ پیرانہ روے — ترکِ ہوسہاے جواناں بگوے

شعر چو بادست نہ بادِ بہار — بادِ خزانے کہ برآرد غبار

کم کن ازاں باد کہ گرد آورد — و آخر کارت دمِ سرد آورد

پیشۂ خموشی کن و دمساز شو — بلبلِ باغ آمدہ بازؔ شو

ور ہوسِ مثنویت در دل ست — حل کنم ایں بر تو کہ بس مشکل ست

در روشے کز تو نیاید مرو — گفتِ بدم مشنو و نیکو شنو

نظمِ نظامی بہ لطافت چو دُر — وز دُرِ او سر بسر آفاق پُر

پس چو تو کم مایۂ بسیار لاف — دُرشمری مہرۂ خویش از گزاف

چیست دراں کم کہ بجوئیش باز — تا چہ نہ گفت ست کہ گوئیش باز

پختہ ازو شد چو معانی تمام — خام بود پختنِ سودائے خام

لہ باز بمعنی شہباز کہ خاموش می باشد ۱۲

زیں دو خیالی کہ ترا گژمژ[1] ست | جستنِ آں مایۂ خیالِ گژ ست
بگزر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست | ویں رہِ باریک بپائے تو نیست
کالبدے داری و جاں اندر وست | ہرچہ تو دانی بہ ازاں اندر وست
تا بود ایں سکہ[2] بعالم درست | بر تنِ تو کے بود ایں تنقہ چست
بہ کہ دریں جنبشِ طبع آزمائے | سر نہی اوّل و انگاہ پائے
گفتۂ او راشنو و گوش باش | گفتِ مرا بشنو و خاموش باش
سحر ورانے کہ درو دیدہ اند | خامشیِ خویش پسندیدہ اند
مثنوی او رہمت تینائے بگوے | بشنوش از دور و دعائے بگوے
ایں ہمہ زانصاف نگر زور نیست | گر تو نہ بینی دگرے کور نیست
گرنہ بدی ایں نمطِ جاں نواز | بوکہ دلم را بتو بودی نیاز
لیک چو سرہا ہمہ زاں بو خوش ست | عودِ[3] تو آں جا علفِ آتش ست
تا بود آوازۂ قمری بباغ | کس ندہد گوش بآوازِ زاغ
آنکہ چشیدہ ست مئے خوشگوار | دُرد کشد دردِ سر آرد خمار

---

[1] گژمژ اے کج مج یعنی بیہودہ ۱۲

[2] ایں سکہ اے مثنوی نظامی ۱۲

[3] حضرت امیر خسرو دریں اشعار فروتنی مے کنند کہ در مقابلۂ مثنوی نظامی مثنوی تو چہ چیز ست ۱۲

در هوست می نه گزارد عناں ق می کشدت دل به خیالِ جناں

کوششِ آں کن که دریں راهِ تنگ — زاں گلِ تر بوئے دهندت به رنگ

از پئے بخشش بخدا آرزوے — لیک عنایت ز بزرگاں بجوے

رنج منه بر دلِ گویاے خویش — لیک مده جوئی زگویاے خویش

سوزِ سخن را نه بخامی طلب — پختگیش هم ز نظامی طلب

سوزِ تکلف خس و خاکستر ست — چاشنیِ سوختگاں دیگر ست

لیک اگر پندِ من آری بگوش — مصلحت آنست که باشی خموش

چل شد و در پنجهت آمد نشست — پیش مبیں پیش که افتی بشست

نوبتِ تو بست گرانی مکن — روے به پیری ست جوانی مکن

در عزلت یادِ جوانی دهد ق وز خوشیِ طبع نشانی دهد

تن زن ازاں هم که کساں گفته اند — هرچه تو گوئی به ازاں گفته اند

نوبتِ سعدی که مبادا کهن — شرم نداری که بگوئی سخن

ترکِ هوس گیر و رهے پیش گیر — ره بسوے مصلحتِ خویش گیر

آں کن و آں ساز که زیں کوچگاه — چوں بروی توشه بجوئی براه

تاکه بعزلت[۱] نه نشانند خیز — پیشتر از مرگ بعزلت گریز

چند کنی خواب دریں رهگزر — خوابگهت هست بجاے دگر

۱؎ عزلت اوّل قبر و عزلت دوم گوشه نشینی و ترک دنیا ۱۲

یک نفسے زیر زمیں دار ہوش | بنگر و پوشیدہ بر خود مپوش

مرحمتے نیست جہاں راچناں | کامدہ را تافت ز رفتن عناں

ناگہ ازیں خانہ سفر کردنی ست | شربتے از جامِ اجل خوردنی ست

گرچہ کسے زندہ نماند بسے | زندۂ جاوید بماند کسے

خاک بسے خورد تنِ پاک را | سیر نگردید کسے خاک را

جاں بشتاب و دل اسیرِ ہوس | غفلت ازیں بیش نگردید کس

عمر چنیں آدمیِ بے خبر | باد بسر کردہ کہ خاکش بسر

ایں ہمہ بیداریِ ما خفتن ست | کامدنِ ما زپئے رفتن ست

رفتنیانیم ازیں راہِ دور | در چہِ ظلمت نہ بصحرائے نور

گنبدِ گردندہ وفا کے کند | ولے بروکیں طمع از وے کند

زیں گزرِ راہ رواں برگزر | چوں گزرندہ است رواں برگزر
جان ۱۲

ایں طبقِ گل کہ وفا زو کم ست | کاسۂ خوانش ز سرِ مردم ست

بے نمک ست ایں فلکِ کاسہ دوش | از نمکِ او چہ کنی کام خوش

ناں دہدت لیک بخونِ جگر | تو ہم ازو ترک کن وانگہ بخور

گر بودت خوش خور و بد خو مباش | ور نبود رنجہ مشو گو مباش

تنگ مباش از پئے عیشِ فراخ | کاں بری از باغ کہ فیروز شاخ

۱؎ اے غرور در سر پیدا نمودہ۔ خاک بسرش باد ۱۲

هرچه رسد بیش خورد کم مخور — ورنه رسد هم برسد غم مخور
وانچه به قسمت به ازل زانِ تست — رنجه مکن دل که بدامانِ تست
وانچه قضا نیست بدان یافتن — گرچه بجوئی نتوان یافتن
ورچه بگردی همه بالا و پست — روزی از آن بیش نیابی که هست
هرچه بجوئی دنیابی مرنج — زانکه بخواهش نتوان یافت گنج
چند چو موران سراسیمه گرد — کم خوری و بیش نهی بهرِ خورد
عاقبت آن مور بهر خانهٔ — جان دهد اندر طلب دانهٔ
گرچه که زر جانست مجویش بسی — ور همه عمرست مخواه از کسی
جو سرِ هر چیز که زیبنده تر — نیست ز زر هیچ فریبنده تر
جان که همه در پئے این خاک رفت — پاکی آن کس که ازین پاک رفت
طفل شود فتنه برین خاک زرد — مردیِ آن کس که غرورش نخورد
این گلِ رنگین که فریبِ دل است — هر که فریبش نخورد عاقل است
عقل کسے رست که گردش گذشت — آخر از آن گونه که آمد گذشت
تا عدسے میرسدت زین خراس — دل مفگن از پئے گندم در آس
قرص جو آن کس که بدندان کند — مرد نه آن کز پئے زر جان کند
آنکه شکیبش بقناعت درست — قرصِ جو از قرصِ زرش بهتر است
کان بغذا لذتِ کامش دهد — وین بطمع خستِ نامش دهد

مردِ ره از خود خورشِ او جو است
گر ز رشش از ره نبرد رهرو است

مور که بر سقفِ دُود بیقیاس
پاش بلغزد چو در اُفتد بطاس

مال چه جوئی حشمے نیستش
بهره فزون از شکمے نیستش

ترکِ طمع گیر ز خود شرم دار
تا نشوی چون خجلان شرمسار

دست مکن کنجه که روزی به است
روزی از و خواه که روزی ده است

گرسنه زآنی که درین تنگنا ے
نان ز ملک میطلبی نه از خداے

گر بودت صدق که روزی ده اوست
منتِ دشمن نه کشی پیشِ دوست

غره به نزدیکیِ سلطان مشو
بلبلِ باغی مگسِ خوان مشو

هست وے از خرمنِ هستی خسے
تا تو چه باشی که کمی زو بسے

گرچه پرد بلبلِ بستان بلند
بازیِ طفلان شود از بهرِ قند

چند کشی پیشِ ملک دست بیش
تات زکوتے دهد از ملکِ خویش

گر به کنی هرچه بضاعت کنی
ملکتے داری چو قناعت کنی

تشنه بمیر آب ز دونان مخواه
خون خور و از خوانچه‌شان نان مخواه

دل بقناعت نه و خورسند باش
مملکت این ست خداوند باش

خور کن و آشام بخونابِ خویش
از پئے نانے چه بری آبِ خویش

دل ز وفا جوئی دونان بکش
خو ز علف گاهِ خر و نان بکش

اهل مجو گردِ جهان زانکه نیست
ترک جهان گیر و جهان دان که نیست

گوشہ نشیں تا بخیالت بوند | ہر ہمہ محتاجِ جمالت بوند
راہ طلب در روشِ بیگماں | تا رہی از کن مکن مردماں
بوم بویرانہ ازاں شد زباغ | تا نہ کشد رنجِ لگد کوبِ زاغ
دُر کہ نہاں دُر صدفِ آبی ست | بیش بہا از پئے کم یابی ست
گل کہ بقدرش ہمہ عالم بہاست | در ہمہ جا دیدازاں کم بہاست
چند چو بیچارہ تو بر ہر کسے | زود کنی روے زبہر خسے
بازِ سفیدی بہوا کن شکار | زاغ نہ جیفہ بکرگس گزار
چوں ببریدی طمع از ناکساں | صرف مکن گوہرِ خود با خساں
مردمیٔ نیست چو در چشم کس | چشم نگہدار ز آسیبِ خس
گل بچراگاہِ ستوراں مبر | آئینہ در مجلسِ کوراں مبر
لیک ازاں جا کہ طمع خوے تست | ملکِ قناعت نہ ببازوے تست
از تنِ گازر نتواں شست داغ | پرّ حواصل نشود پرّ زاغ
بیہدہ با تو جدلے می کنم | در نہ کشائی تو دلے می زنم
ہر چہ دمیدم تو ددوے ندا بشت | پند بسے دادم و سودے ندا بشت
چوں تو چنیں غافلے از کارِ خویش | من بروم بر سرِ گفتارِ خویش
ایں سخن چند کہ از بہرِ سمع | ق طبعِ پراگندۂ من کرد جمع
فکر بسے داد جگر کاہیم | عمر بسے رفت بہ گمراہیم

بو کہ بہر گرمی ہنگامہ — یاد کنندم ز چنیں نامہ

ہر کہ بسے ہست شکر نیستش — جز صفت چیز دگر نیستش

چوں سخن از لطف نشانے نداشت — کالبدش صورت جانے نداشت

وصف براں گونہ فرو راندہ ام — کز غرض قصہ فرو ماندہ ام

خال تکلف زدمش بر جمال — نغز نماید مگر اندر خیال

دیو بود یافتہ رہ در بہشت — بستن پیرایہ بخاتون زشت

عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام — کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام

چوں منم اندر قلب کان خویش — ق — معترف عجز بہ نقصان خویش

ہست امیدم کہ سخن پروراں — چوں نگرند از رہ بینش دراں

عیب یکے نیست کہ جویند باز — چوں ہمہ عیب ست چہ گویند باز

خردہ نہ گیرند ـ بزرگی کنند — دنبہ چناں نیست کہ گرگی کنند

بار خدایا من غافل بہ راز — ق — ایں ورق سادہ کہ بستم طراز

گرچہ کہ امروز جمال من ست — عاقبت الامر وبال من ست

ہرچہ درو شد رقم از خوب و زشت — ایں ہمہ تقدیر تو بر من نوشت

عفو کن آں را کہ رضائے تو نیست — توبہ دہ از ہرچہ برائے تو نیست

چوں کرمت ہست ـ ز جرمم چہ باک — تیرہ نہ شد بحر بیک مشت خاک

گہر کہ سفتم ز در ناسفتنی — یا سخنے بود کہ ناگفتنی

چون ز تو شد این همه ناچیز چیز | هم تو کنی در دلِ خلقے عزیز
عیب شناساں بہ کمینِ من اند | بے ہنراں جملہ بہ کینِ من اند
تو بکرم عیبِ منِ عیب کوش | در نظرِ عیب شناساں بپوش
سُرمۂ انصاف بہر چشم سائے | بکرِ من آنگاہ بر ایشاں نمائے
داغِ قبولی مکش اندر سرش | تا نکند بادِ خزاں ابترش
بو کہ بر آرد بہ جہنیں نام نام | بر درِ شہ خدمتِ من والسّلام
در نظرِ شاہ مباد الحسن | این غزلم ختم برین شد سخن

غزل

نامہ تمام گشت بجاناں کہ می برد | پیغامِ کالبد بسوئے جاں کہ می برد
این خط پر ز مہر بدلبر کہ می دہد | وین دردِ سر بمہر بدرماں کہ می برد
این نامہ نیست پیرہنِ غذینِ ماست | پُر خوں ز دستِ ہجر بجاناں کہ می برد
مائیم و شرطِ بندگیش با ہزار شوق | این بندگی بحضرتِ ایشاں کہ می برد
زین تن رمید چوں دل و جانِ من از فراق | کشتہ شدیم قصہ بسلطاں کہ می برد
گفتم بیا بگفت کہ دیوانہ گشتۂ | اندوہِ مور پیشِ سلیماں کہ می برد
جانانم ابہ ہجرِ تو ہر موئے کہ ہست | غم می بردولے غمِ ہجراں کہ می برد

گفتی نگاه دار بفرمانِ خویش دل | دارم ولے بگو کہ فراز کہ می برد
در دا کہ دل ز خسروِ بیچارہ می رود | و آگاہ نے ز بُردنِ دل آں کہ می برد

شد سخن ختم قبولے کہ خدا یش داده است

تا ابد باقی باد او مبادش پایاں

تمّت

کتب خانہ

جامعہ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس اعلیٰ، مجلس رفقا، مجلس انتظامی [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔ [illegible] عہدہ داران جامعہ [illegible] و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لیے [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعہ عثمانیہ و کلیات [illegible] ایک ماہ کے لیے اپنے پاس [illegible] اور انٹرمیڈیٹ [illegible] جماعتوں سے

اور اراکین دارالترجمہ دس کتابیں [illegible] دو کتابیں [illegible] رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے بی۔ اے، ایم۔ اے، ال ال بی [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے [illegible] طلبہ سے بحساب

[illegible] کتابیں دو ہفتے [illegible] فی کس [illegible]

طلبہ پانچ کتابیں [illegible] لیا جائے گا۔

۴۔ مدت مقررہ [illegible] ایک آنہ یومیہ فی کتاب [illegible] کتابیں [illegible] جاری کی جا سکیں گی [illegible]

۵۔ [illegible] کتاب کا لانا لازم ہے۔ [illegible]

۶۔ کتابوں پر [illegible] عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان [illegible] دیکھا جائے گا۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جا سکیں گی۔ فقط